حق است ویقین است کہ این حق یقین است
گر حق یقین خواہی حقا کہ ہمیں است

بحق یقین بکمند آنکہ نیست مومن پاک
نشان حق یقین اے رفیق ایمانست

حق الیقین

مؤلفہ

رئیس المحدثین علامہ محمد باقر مجلسی طاب ثراہ

علامہ محمد باقر مجلسی طاب ثراہ کی وہ مایۂ ناز تصنیف جس کی بدولت ستر ہزار سے زائد افراد نے مذہب شیعہ قبول کیا
حکیم ملا محمد بن سلیمان تنکابانی (قصص العلماء)

ناشر

مجلسی کتب خانہ محلہ اکال گڑھ ضلع گوجرانوالہ

خزینۃ العارفین

اردو ترجمہ

حق الیقین حصہ دوئم

از تالیفات رئیس المحدثین و خاتم المجتہدین و عمدۃ المحققین و زبدۃ المدققین
عالم عامل ربانی و فقیہ کامل صمدانی المؤید بتائیدات سبحانی

علامہ اخوند محمد باقر بن محمد تقی مجلسی اصفہانی رحمتہ اللہ علیہما
وحشرہما اللہ مع موالیہا

مترجمہ

سید زاہد حسین کاظمی

ناشر

منیجر مجلسی کتب خانہ محلہ احمد پورہ منظور سٹریٹ شیخوپورہ

قیمت [redacted] روپے [redacted] پیسے

مطبع ۔۔۔۔۔۔ قلیمی پریس لاہور
اشاعت ۔۔۔۔۔ اوّل اگست ۷۶ء

اطلاع

فہرست مضامین

مطلب سوم

حضرت عثمان بن عفان کے چند مطاعن کا بیان

مقصد ہفتم

مقصد ہشتم

اثبات وجود و غیبت حضرت صاحب الامرؑ کا بیان

فصل ہشتم

اُس گروہ کے مطاعن کا بیان کہ جنہوں نے حق حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام غصب کیا اور یہ کہ وہ لوگ امامت کے قابل نہ تھے۔ حق حضرت امیر علیہ السلام میں منحصر تھا کیونکہ باجماع انحصار حق حضرت علی علیہ السلام اور اُس گروہ کے درمیان تھا پس جب خلافت اُس گروہ کی باطل ہوئی خلافت حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام ثابت ہوئی اور اس میں کئی مطلب ہیں

مطلب اوّل

بیان مطاعن حضرت ابوبکر بن قحافہ

اے طالب حق اگرچہ مطاعن حضرت ابوبکر بہت ہیں مگر ہم اس رسالہ میں صرف چند مطاعن پر ہی اکتفا کرتے ہیں

پہلا طعن

پہلا طعن یہ ہے کہ جو امور عظیمہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش آتے تھے وہ بندگان صحابہ کو تفویض فرماتے تھے اور آپ نے حضرت ابوبکر کو کوئی امر تفویض نہ کیا مگر آیات سورہ برات کا اہل مکہ کے سامنے پڑھنا۔ حضرت ابوبکر کے روانہ ہوتے ہی جبرائیل نازل ہوئے اور حق تعالے کا یہ پیغام حضرت رسالتمآبؐ کو پہنچایا کہ کوئی تمہاری رسالت ادا نہیں کرتا مگر خود تم یا وہ شخص جو تم سے ہو پس حضرت امیر علیہ السلام تشریف لے گئے اور اُسے مدینہ کی طرف پھیر دیا۔ حضرت علیؑ نے وہ آیات موسم حج میں اہل مکہ کے سامنے پڑھیں اور یہ ثابت وظاہر ہے کہ آپ کوئی کام بغیر وحی الہیٰ نہ کرتے تھے پس حق تعالےٰ نے جو یہ حکم دیا کہ پہلے آیات سورۃ برات ابوبکر کو دیں اور پھر اُس سے واپس لے لیں اس میں کوئی حکمت اس امر کے سوا معلوم نہیں ہوتی ہے۔ کہ تمام لوگوں پہ یہ روز روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ ابوبکر میں امارت وخلافت کی لیاقت نہ ہے اور مخالفین کے بعض متعصبین نے جو یہ نقل کیا ہے کہ ابوبکر امارت جامع سے معزول نہ ہوئے تھے بلکہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے پس ان کی اکثر روایات معتبرہ میں یہ امر نہیں ہے بلکہ ان کی روایات میں اس کے خلاف وارد ہوا ہے اگرچہ اس امر کا ان کو کوئی فائدہ

نہیں پہنچا اور بعض کا یہ کہنا کہ عرب کا یہ قاعدہ تھا کہ کسی قبیلہ کا کوئی بزرگ جو عہد کرتا تھا لازم تھا کہ اسی قبیلہ کے بزرگ واکابر اس عہد کو توڑیں۔ اس میں کوئی صداقت نہ ہے اور انکی قدیم معتبر کتب میں موجود نہ ہے ابن ابی الحدید بھی اس کا اعتراف کرتا ہے کہ یہ امر اہل عرب کی عادت سے مشہور و معروف نہیں ہے بلکہ یہ وہ تاویل ہے کہ جسے متعصبان ابوبکر نے اختراع کیا ہے اگر یہ عادت مشہور و معروف ہوتی لازم تھا کہ حضرت رسالتمآب سے مخفی نہ ہو اور پہلے ابوبکر کو نہ بھیجیں اور اگر حضرت رسالتمآب سے مخفی تھی لازم تھا کہ ابوبکر و عمر اور تمام صحابہ سے جو یہ جاہلیت کے طریقوں کو جانتے تھے مخفی نہ رہے ہوں اور ان پر لازم تھا کہ وہ حضرت رسالتمآب کو آگاہ کرتے کہ ابوبکر کا بھیجنا خلاف قاعدہ ہے اور اگر یہی سبب تھا پس لازم تھا کہ جس وقت ابوبکر محزون و مخالف پھر آئے حضرت رسول اللہ اس سے یہ بیان فرماتے مگر کسی روایت میں مذکور نہ ہے کہ عذر فرمایا ہو۔ بلکہ روایتوں میں جو عذر مذکور ہے وہ یہ ہے۔ کہ آپ نے فرمایا جبرائیل امین نازل ہوئے اور کہا کہ تمہاری رسالت ادا نہیں کرتا۔ مگر وہ شخص جو تم سے ہو اور سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ نیابت پیش نمازی جو ثابت نہیں ہے کہ حکم رسول کے مطابق تھی بلکہ اس کے برخلاف ثابت و ظاہر ہے اور مخالفین کے اعتقاد میں ہر ایک جابر و فاجر پیش نمازی کر سکتا ہے مگر اس کو ابوبکر کی خلافت کی دلیل قرار دیتے ہیں اور بحکم خدا ابوبکر کے معزول کرنے اور آیات سورۂ برات کو حضرت علی بن ابیطالب کے سپرد کرنے کو موجب فضیلت حضرت علی علیہ السلام نہیں جانتے۔

دوسرا طعن یہ ہے کہ اسامہ بن زید کو حضرت رسالتمآب نے سردار لشکر مقرر کیا اور صحابہ کی ایک جماعت کو اس کے ماتحت کر کے تاکید فرمائی کہ جنگ روم کی طرف متوجہ ہوں اور شیخین بھی از جملہ مامورین تھے اور آپ نے اسپر نفرین کی جو لشکر اسامہ سے تخلف کرے مگر شیخین نے غصب خلافت کے لئے تخلف کیا اور قرائن احوال سے ثابت و ظاہر تھا کہ حضرت رسالتمآب کی غرض لشکر اسامہ کے روانہ کرنے اور ان کے خروج میں تاکید فرمانے کی یہ تھی کہ شہر مدینہ مخالفین و منافقین سے خالی ہو جائے اور خلافت ان کے وصی کو ملے اور یہ مضمون بطریقہائے متعددہ تواریخ و سیر اور انکی معتبر کتب میں مذکور ہے۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید نے کتاب احمد بن عبدالعزیز سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عبدالرحمن کہتا تھا کہ حضرت رسالتمآب نے اپنے مرض موت میں اسامہ بن زید کو ایک لشکر کا امیر مقرر کیا کہ جس میں اکثر مہاجرین و انصار داخل تھے اور منجملہ ان کے ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ و عبدالرحمن بن عوف و طلحہ بن زبیر بھی تھے اور اسامہ کو حکم دیا کہ موتہ پر حملہ کرے اور اس کو غارت کر دے اور یہ مقام وہی ہے جہاں اس کا باپ شہید ہوا تھا اور وادی فلسطین میں جنگ کرے مگر اسامہ اور اس کے اہل لشکر تاخیر کرتے تھے اور حضرت رسالتمآب کی حالت کبھی شدید

اور کبھی خفیف و سبک ہوتی تھی مگر آپؐ ہر حال میں لشکر کو روانہ ہونے کی تاکید فرماتے تھے تا اینکہ اسامہ بن زید نے کہا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں کیا آپ اس امر کی اجازت دیتے ہیں کہ میں چند روز مدینہ میں رہوں جب تک کہ حق تعالے آپؐ کو شفا عطا فرمائے آپ نے حکم دیا اے اسامہ مدینہ سے باہر نکل اور برکت خدا کے ساتھ روانہ ہو۔ اسامہ نے کہا یا رسول اللہ اگر میں روانہ ہوں اور آپ کو اس حال میں چھوڑ جاؤں میرا دل مجروح رہیگا آپ نے فرمایا نصرت و عافیت کے ساتھ روانہ ہو۔ اسامہ نے کہا میرے لئے یہ امر باعث کراہت ہے کہ میں یہاں سے اس حال میں جاؤں آپ کی خیر و عافیت آنے جانے والے لوگوں سے معلوم کروں آپ نے فرمایا کہ روانہ ہو اور میری اطاعت کر پس آپ پر مرض غالب ہوا اور اسامہ وہاں سے اٹھا کہ مدینہ سے روانہ ہونے کا قصد کرے جب آپؐ ہوش میں آئے اسامہ اور اس کے لشکر کی بابت پوچھا لوگوں نے کہا روانہ ہونے کا سامان کرتا ہے آپؐ نے پھر مکرر فرمایا لشکر اسامہ کو روانہ کرو اور اس شخص پر خدا کی نفرین ہو جو لشکر اسامہ سے تخلف کرے اور اس کے ہمراہ نہ جائے آپ یہ کلام باربار دہراتے تھے پس اسامہ علم کو اپنے بالائے سر بلند کر کے روانہ ہوا اور اصحاب اس کے آگے آگے جاتے تھے تا اینکہ مقام جرف میں جو بیرون مدینہ واقع ہے قیام کیا اور اس کے ہمراہ ابوبکر و عمر اور اکثر مہاجرین و انصار کے رئیس و سرکردہ تھے ازاں بعد ام ایمن نے کسی شخص کے ہاتھ یہ پیغام اسامہ کو بھیجا کہ مدینہ میں پھر آ کہ حضرت رسالتمآبؐ کا وقت رحلت قریب ہے پس اسامہ یہ خبر سنتے ہی علم لے کر مدینہ میں داخل ہوا اور علم کو درِ خانہ آنحضرتؐ پر نصب کیا اور آنحضرتؐ نے اسی وقت عالم قدس کی طرف رحلت کی ابوبکر و عمر تا دم آخر اسامہ بن زید کو لفظ امیر سے خطاب کیا کرتے تھے اکثر مورخین و محدثین عامہ نے مثل واقدی و بلاذری و محمد اسحاق و زہری و ہلال بن عامر وغیرہ نے کہا ہے کہ ابوبکر و عمر لشکر اسامہ میں داخل تھے اور بیان کرتے ہیں کہ جب ابوبکر نے اپنی خلافت کی خبر اسامہ بن زید کے پاس بھیجی اس نے کہا میں نے اور اس لشکر نے جو میرے ساتھ ہے تجھے والی و حاکم نہیں کیا ہے بلکہ حضرت رسالتمآبؐ نے مجھے تم لوگوں پر امیر مقرر کیا ہے اور معزول نہیں کیا تا اینکہ رحلت فرمائی اور تو اور تیرا مصاحب یعنی عمر میری بغیر اجازت پھر گئے اور حضرت رسالتمآب پر کوئی امر مخفی نہ تھا اور مجھکو اور تم کو خوب پہچانتے تھے مجھے تم پر امیر مقرر فرمایا اور تم کو مجھ پر امیر مقرر نہیں فرمایا پس ابوبکر نے چاہا کہ خلافت سے دست بردار ہو جائے مگر عمر نے ایسا نہ کرنے دیا پس اسامہ لوٹ آیا اور مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر فریاد کی کہ میں اس شخص سے تعجب کرتا ہوں کہ جس کو حضرت رسالتمآبؐ نے مجھ پر امیر مقرر کیا تھا اور وہ مجھے معزول کر کے مجھ پر امیر ہونے کا دعوے کرتا ہے۔

محمد شہرستانی اپنی مشہور تصنیف الملل والنحل میں اختلافوں کے ضمن میں جو مرض حضرت رسالتمآبؐ میں

صحابہ کے درمیان واقع ہوئے اس طرح کہتا ہے کہ دوسرا امر یہ تھا کہ حضرت رسالتمآب نے فرمایا کہ لشکر اسامہ کی کارسازی کرو۔ خدا اس پر نفرین کرے جو لشکر اسامہ سے پیچھے رہ جائے پس بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم حضرت رسول خدا کے حکم کی اطاعت کریں اور بحکم حضرت رسالتمآب اسامہ بیرون مدینہ جا چکا ہے اور بعضوں نے کہا کہ آنحضرتؐ کا مرض شدید ہو گیا ہے اور ہمارا دل یہ طاقت نہیں رکھتا کہ حضرتؐ کو اس حال میں چھوڑ دیں اس لیے صبر کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ مرض کہاں تک پہنچتا ہے اور میں نے اس واقعہ کے ہر ایک باب میں بہت سی حدیثیں مخالفین کی کتابوں سے بحار الانوار میں جمع کی ہیں پس یہ واقع تین وجوہات کی بنا پر ان تینوں غاصبوں کی خلافت باطل ہونے پر دلالت کرتا ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ اسامہ بن زید کو حضرت رسالتمآب نے ان پر امیر مقرر کیا اور اُسے معزول نہیں کیا اور یہ تینوں حضرات بھی اس حکم کے تحت تھے تا اینکہ حضرت رسولِ خدا نے اس دنیا سے رحلت کی پس جبکہ یہ تینوں اسامہ کی رعیت اور اسکی اطاعت میں تھے اور باتفاق وہ خلیفہ نہ تھا۔ بلکہ اس پر واجب تھا کہ جو شخص خلیفہ ہو اس کی اطاعت کرے اس لئے لازم ہے کہ یہ لوگ بھی خلیفہ نہ ہوں بلکہ ان پر واجب تھا کہ دوسرے خلیفہ کی اطاعت کریں دوسری وجہ کہ لشکر اسامہ سے تخلف کیا اور جس نے لشکر اسامہ سے تخلف کیا ہو اور حضرت رسولِ خدا کے قول کے مطابق داخل نفرین ہوا ہو وہ کیونکر خلیفہ ہو سکتا ہے! تیسری وجہ ان لوگوں نے حضرت رسالتمآبؐ کا حکم قبول نہیں کیا بلکہ اس سے روگرداں ہوئے اور جو شخص ایسا کرے وہ حق تعالٰے کے اس قول کے مطابق مومن نہیں ہے۔ ویقولون امنا باللہ وبالرسول واطعنا ثم یتولی فریق منھم من بعد ذالک وما اولئک بالمومنین یعنی کہتے ہیں کہ ہم خدا اور رسول پر ایمان لائے ہیں اور انکی اطاعت کی ہے باوجود اسکے ان میں سے ایک گروہ منہ پھیر لیتا ہے اور اطاعت نہیں کرتا پس یہ لوگ مومن نہیں ہیں

تیسرا طعن

ان مظالم کا بیان جو غصب خلافت کے لئے ابوبکر وعمر اور دوسرے منافقین نے اہلبیت عصمت وطہارت پر کئے۔ ہم پہلے شیعہ روایات کو جو اہلبیت رسالت اور صحابہ متدین سے منقول ہیں مختصراً بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد اس واقعہ کے ہر ایک باب میں وہ روایات جو مخالفین کی کتب معتبرہ میں مذکور و مشہور ہیں ان کے تطابق میں ذکر کریں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کے خلافت کے باب میں جس اجماع و بیعت سے متمسک ہوئے ہیں وہ ان کی خلافت کی دلیل نہ ہے چنانچہ شیخ طبرسیؒ نے کتاب احتجاج میں بسند ہائے صحیح ان روایات متواترہ کے مطابق جو شیعہ کی تمام کتابوں میں مذکور ہیں روایت کی ہے کہ جب حضرت رسالتمآبؐ کے مرض نے شدت اختیار کی تو حضرت رسالتمآبؐ نے انصار کو طلب فرمایا اور حضرت علیؑ و عباس پر ٹیکا دیکر دولت سرا سے باہر تشریف لائے پھر مسجد کے کسی ستون سے ٹیکا دے کر خطبہ ارشاد فرمایا اور اپنی اہلبیت کے باب میں وصیت کی اور فرمایا کہ کسی پیغمبر نے دنیا سے رحلت نہیں کی تا وقتیکہ اپنا ایک خلیفہ اُمت

میں نہ چھوڑا ہو اور میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا اور دوسری میری اہلبیت جو ان کو ضائع کریگا حق تعالےٰ ان کو ضائع کر دے گا پھر انصار کے حق میں وصیت کی کہ ان کی رعایت کرو اس کے بعد آسامہ کو طلب کیا اور لشکر کو مدینہ سے باہر لے جانے پر بہت زور دیا جیسا کہ مذکور ہوا پس آنحضرت دولت سرا میں داخل ہوئے اور آسامہ اپنا لشکر مدینہ سے باہر لے گیا اور مدینہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر قیام کیا جن نے جانے کے باب میں سب سے پہلے نزاع کی وہ حضرت ابوبکر و عمر اور ابو عبیدہ بن جراح تھے پس یہ لوگ بھی گئے اور لشکر میں مقیم ہوئے اثناں بعد حضرت رسالتمآب کے مرض نے شدت اختیار کی اور سعد بن عبادہ بھی بیمار ہو گیا اور جب روز دوشنبہ چاشت کا وقت آیا حضرت رسول خدا نے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی اور لشکر روانہ ہونے کے دو روز بعد جب یہ خبر دہشت اثر لشکر میں پہنچی اکثر لوگ مدینہ پھر آئے اور مدینہ میں آشوب عظیم ظاہر ہوا ابوبکر ایک ناقہ پر سوار ہو کر مسجد کے دروازے پر پہنچا اور فریاد کی اے لوگو تم اس قدر کیوں مضطرب ہوئے ہو۔ حضرت محمد مصطفےٰ نے رحلت کی ہے پروردگار محمد مصطفےٰ نے رحلت نہیں کی اور پھر یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ یعنی نہیں ہے محمدؐ مگر ایک رسول۔ بہ تحقیق کہ اس سے پہلے اور بہت سے رسول گذرے ہیں پس اگر وہ مر جائے یا قتل ہو تم اپنے دین سے پھر جاؤ گے اور جو کوئی کہ دین سے پھر جائے وہ خدا کو ضرر نہیں پہنچا تا پس انصار نے سعد بن عبادہ کے گرد ہجوم کیا اور اس کو سقیفہ بنی ساعدہ میں لے گئے کہ اس کی بیعت کریں جب اس کا علم عمر کو ہوا اس نے ابوبکر کو اطلاع دی اور یہ دونوں بتعجیل سقیفہ کی طرف روانہ ہوئے اور ابو عبیدہ کو بھی جو کہ انکا ہم سوگند تھا اپنے ساتھ لے گئے انصار کی ایک جماعت کثیر سقیفہ میں جمع تھی اور سعد بیماری کے سبب ان کے درمیان لٹیا ہوا تھا پس انصار سے اور ان چند شخصوں سے بہت نزاع ہوئی تا اینکہ ابوبکر نے انصار سے کہا کہ میں تم کو ابو عبیدہ یا عمر ان میں سے کسی ایک کی بیعت کی طرف طلب کرتا ہوں کہ میں نے ان دونوں کو خلافت کے لئے پسند کیا ہے۔ بعد اس کے ابو عبیدہ اور عمر نے ابوبکر سے کہا کہ ہمارے لئے یہ سزاوار نہیں ہے کہ ہم تجھ پر تقدیم کریں کہ تو ہم سے پہلے مسلمان ہوا ہے اور غار میں مصاحب رہا ہے انصار کہتے تھے ہم ڈرتے ہیں کہ مبادا اس امر پر وہ شخص غالب ہو جو کہ نہ تم میں سے ہو اور نہ ہم میں سے پس اس لئے ایک امیر تم اپنے میں سے قرار دو اور ایک امیر ہم اپنے میں سے قرار دیتے ہیں ابوبکر نے مہاجرین و انصار دونوں کی فضیلت بیان کی اور کہا کہ مہاجرین امرا قرار پائیں اور تم وزرا۔ حباب بن منذر انصاری کھڑا ہو گیا۔ اور کہا اے گروہ انصار تامل کرو کہ مہاجرین تمہارے گھر میں اور تمہارے زیر سایہ ہیں اور کوئی شخص تمہاری مخالفت کرنے کی جرأت نہیں کرتا اگر وہ لوگ تمہاری امارت سے راضی نہ ہوں ہم میں سے ایک امیر قرار پائے اور ان میں سے ایک امیر ہو۔ عمر نے کہا دو تلواریں ایک میان میں کیسے رہ سکتی ہیں اور

اور اہل عرب اس امر پر ہرگز راضی نہ ہوں گے کہ تم امیر قرار پاؤ حالانکہ حضرت پیغمبر خدا تم میں سے نہیں ہیں بلکہ اس گروہ کی خلافت سے راضی ہوں گے جن میں سے کہ حضرت پیغمبر خدا تھے اور کوئی شخص ہم سے نزاع کر سکتا ہے جبکہ ہم آنحضرت کے قوم و قبیلہ میں ہیں اور ہم سے وہی شخص نزاع کرے گا جو خود کو ہلاکت میں ڈالنا چاہے گا بعد اس کے اس قسم کے کلمات جناب بتے کہے اور کہا کہ ان لوگوں نے تمہاری تلوار کے سبب اطاعت کی ہے جو شخص میرے قول کو رد کرے گا میں اس کے منہ پر تلوار ماروں گا پس ابو عبیدہ نے کھڑے ہو کر بہت کچھ کہا۔ بشیر بن سعد جو بزرگان انصار اور قبیلہ اوس سے تھا حسد کے سبب قریش کی طرف مائل ہوا کیونکہ انصار چاہتے تھے کہ سعد بن عبادہ کو خلافت ملے اور وہ مہاجروں کی بیعت پر راضی ہوں اس لئے انصار کے درمیان اختلاف پیدا ہوا اور مہاجر قوی ہوئے پس اسوقت ابو بکر نے کہا کہ ابو عبیدہ و عمر جو کہ شیخ قریش ہیں میں سے کسی ایک کی بیعت کر لو۔ عمر اور ابو عبیدہ نے اس طوطیہ کے مطابق جو باہم کیا تھا کہا کہ تیرے موجود ہوتے ہوئے ہم خلافت اختیار نہیں کرتے تو اپنا ہاتھ بڑھا کہ تیری بیعت کریں بشیر نے کہا میں بھی تمہارا شریک ہوں پس جب بشیر کا کلام قبیلہ اوس نے سنا ابو بکر کی بیعت کرنا شروع کر دی اور اس طرح ہجوم کیا کہ قریب تھا کہ سعد بن عبادہ لوگوں کے زیر قدم ہلاک ہو جائے سعد نے کہا تم لوگوں نے مجھے قتل کیا ہے عمر نے کہا سعد کو قتل کرو کہ خدا اس کو قتل کرے پس قیس پسر سعد نے عمر کو پکڑ لیا اور کہا تو وہی ہے جو لڑائیوں میں ترساں و گریزاں اور مقام امن میں شیر غراں رہتا ہے اگر تو میرے باپ سے ایک بال کم کرے گا میں بھی تمہارے منہ میں ایک دانت باقی نہ رکھوں گا۔ حضرت ابو بکر نے کہا اے عمر آہستگی و نرمی اختیار کر کیونکہ نرمی زیادہ بہتر و نافع ہے سعد نے کہا میں اُٹھنے کی قوت نہیں رکھتا اس لئے تم نے مجھ پر جسارت بہم پہنچائی ہے۔ اے آل خزرج مجھے اس فتنہ کے مقام سے باہر نکال کر میرے گھر لے چلو پس ابو بکر نے سعد کے پاس پیغام بھیجا کہ لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے تو بھی بیعت کر۔ اس نے کہا واللہ میں ہرگز بیعت نہ کروں گا۔ جب تک اپنے ترکش کے تمام تیر تمہاری طرف نہ لگاؤں اور اپنے نیزہ کی انی تمہارے خون سے رنگین نہ کروں اور جب تک میرے ہاتھ میں قوت ہے تلوار نہ ماروں پس میں تم سے جنگ کروں گا ان لوگوں کے ہمراہ جو میری قوم و اہلبیت سے میری متابعت کریں گے۔ قسم بخدا اگر تمام جن و انس جمع ہوں میں تم دونوں کی ہرگز ہرگز بیعت نہ کروں گا تا اینکہ اپنے پروردگار کے پاس جاؤں جب اس کا یہ جواب ابو بکر و عمر کو ملا عمر نے کہا اس سے ضرور بیعت لینی چاہیئے۔ بشیر پسر سعد نے کہا اس نے انکار کیا ہے اور بیعت نہ کرنے پر اصرار کرتا ہے اور ہرگز بیعت نہ کریگا خواہ قتل ہو جائے اور وہ قتل نہ ہوگا جب تک تمام خزرج اور اوس قتل نہ ہوں پس اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو اس کا بیعت نہ کرنا تم کو کوئی ضرر نہیں پہنچاتا پس یہ سن کر وہ سعد سے دست بردار ہوئے اور وہ ان کی نماز میں شامل

نہ ہوتا تھا اور ان کے حکم کا قائل نہ تھا اگر اس کو یار و مددگار ملتے ضرور ان سے جنگ کرتا اس کا ہمیشہ یہی حال رہتا تھا تا اینکہ ابوبکر نے وفات پائی اور عمر کو خلافت ملی چونکہ سعد عمر کے فتنہ و شر سے ایمن نہ تھا لہذا ملک شام کی طرف چلا گیا اور وہیں رحلت کی مگر کسی کی بیعت نہ کی اور اس کی رحلت کا سبب یہ تھا کہ وقت شب اس کو تیر مار کر قتل کیا اور جن پر تہمت لگائی کہ جن نے اس کو قتل کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عمر نے محمد بن سلمہ انصاری کو رشوت دی اور اس نے سعد کو قتل کیا اور حضرت امیر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ نے اس کو قتل کیا۔ غرضیکہ تمام انصار اور ان لوگوں نے جو مدینہ میں موجود تھے ابوبکر کی بیعت کی اور اس وقت حضرت امیر علیہ السلام تجہیز و تکفین حضرت رسالتمآب میں مشغول تھے۔

قیس بن ہلالی کہتا ہے کہ میں نے سلمانؓ سے سنا کہ جب حضرت رسول خدا نے عالم قدس کی طرف رحلت کی لوگوں نے کیا جو کچھ کیا ابوبکر و عمر اور ابوعبیدہ نے آکر انصار سے مخاصمہ کیا اور جو حجت کہ حضرت علیؑ کے کہنے کے لائق تھی وہ حجت انہوں نے کہی اور ان کی حجت یہی تھی کہ اے گروہ انصار خلافت کے لئے قریش زیادہ سزاوار ہیں کیونکہ حضرت رسولؐ خدا قریش میں سے ہیں اور مہاجرین تم سے بہتر ہیں اس لئے کہ خدا نے قرآن پاک میں ان کا ذکر انصار سے پہلے کیا اور ان کو فضیلت دی حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا ہے کہ ائمہ قریش سے ہیں سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ حضرت رسولؐ اللہ کے غسل دینے میں مشغول ہیں کیونکہ آنحضرتؐ نے وصیت فرمائی تھی کہ سوائے حضرت امیرؑ کے کوئی دوسرا شخص ان کو غسل نہ دے حضرت امیرؑ نے رسول اللہ سے پوچھا آپؐ کو غسل دینے میں میری امداد کون کرے گا حضرتؐ نے فرمایا کہ جبرائیلؑ پس حضرت امیرؑ جس عضو کو دھونا چاہتے تھے جبرائیل آنحضرتؐ کے جسم مبارک کو پھیرتے تھے اور وہ عضو سامنے لاتے تھے بعد فارغ ہونے غسل و حنوط کے مجھے اور ابوذرؓ و مقدادؓ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو طلب کیا پس ہم نے حضرت امیرؑ کے پیچھے صف باندھ کر آنحضرتؐ پر نماز پڑھی۔ اس کے بعد تمام صحابہ کو اجازت دی پس دس دس شخص داخل ہوتے اور حضرت رسول کے گرد استادہ رہتے اور حضرت امیر علیہ السلام یہ آیت پڑھتے تھے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا پس وہ لوگ صلوٰۃ بھیجتے اور باہر چلے جاتے تھے تا اینکہ تمام مہاجرین و انصار داخل ہوئے اور صلوٰۃ بھیج کر باہر چلے گئے مگر حقیقی نماز وہی تھی جو پہلے پڑھی گئی اور اگر ان لوگوں کو اس امر کی اطلاع ہوتی ضرور طمع کرتے کہ ابوبکر نماز پڑھائے سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر علیہ السلام کو اس واقعہ کی اطلاع دی جو منافقین نے متفق ہو کر کیا تھا جبکہ آنحضرت غسل دینے میں مشغول تھے میں نے کہا کہ ابوبکر منبر پر ہے اور لوگ ایک ہاتھ سے اس کی بیعت کرنے پر راضی نہیں ہوتے بلکہ دونوں ہاتھوں سے

بیعت کرنا چاہتے ہیں حضرت امیر السّلام نے کہا اے سلمانؓ جانتے ہو کہ سب سے پہلے اس کی بالائے منبر کس نے بیعت کی۔ کہا نہیں مگر سقیفہ میں بشیر بن سعد نے پہلے بیعت کی تھی اور اس کے بعد ابو عبیدہ جراح اور اس کے بعد عمر اور اس کے بعد سالم مولائے حذیفہ اور اس کے بعد معاذ بن جبل نے بیعت کی فرمایا میری مراد ان لوگوں سے نہیں بلکہ اس شخص کو کہتا ہوں کہ جس نے بالائے منبر بیعت کی سلمانؓ نے کہا نہیں معلوم کہ وہ کون شخص تھا مگر میں نے ایک مردِ پیر کو دیکھا کہ اپنے عصا پر ٹیکا دیئے ہوئے تھا اور اس کی پیشانی پر سجدہ کی علامت تھی اور ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ بہت عبادت گذار ہے جب حضرت ابو بکر منبر پر گئے سب سے پہلے وہی شخص بالائے منبر گیا اور گریہ کرنے کے بعد کہا خدا کا شکر ہے کہ میں دنیا سے نہیں اٹھا جب تک کہ تجھے اس مقام میں نہیں دیکھا پس اپنا ہاتھ آگے بڑھا ابو بکر نے ہاتھ بڑھایا اور اس نے اس کی بیعت کرنے کے بعد کہا کہ یہ دن بھی مثل آدمؑ کے دن کے ہے پھر منبر سے نیچے اترا اور مسجد سے باہر چلا گیا حضرت امیرؑ نے پوچھا اے سلمانؓ تم نے پہچانا کہ وہ کون تھا میں نے کہا نہیں مگر اس کا یہ کلام مجھے ناگوار گذرا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ حضرت رسولِ خداؐ کی وفات پر شماتت کرتا تھا حضرتؑ نے فرمایا وہ ابلیس لعین تھا۔

حضرت رسولِ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ ابلیس لعین اور اس کے اصحاب کے تمام سرکردہ روز غدیر حاضر ہوئے جبکہ خلافت کے لیے حضرت رسالتمآبؐ نے بحکم خدا تعالیٰ مجھے نصب کیا اور لوگوں کو خبر دی کہ میں اولیٰ ہوں اور ان کو حکم دیا کہ جو لوگ موجود ہیں یہ حال ان لوگوں سے بیان کریں جو حاضر نہیں پس اس لعین کے اتباع واصحاب نے اس سے کہا کہ یہ اُمت مرحوم ومعصوم ہے اور تو اور ہم اس پر قابو نہ پائیں گے کیونکہ یہ لوگ اپنے پیغمبرؐ کے بعد اپنی پناہ اور اپنے امام سے آگاہ ہو گئے ہیں پس شیطان محزون وغمگین وہاں سے پھر گیا۔ اور حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ جب میں دنیا سے رحلت کروں گا لوگ سقیفہ بنی ساعدہ میں ابو بکر سے بیعت کریں گے پھر مسجد میں آئیں گے اور جو شخص کہ سب سے پہلے میرے منبر پر اس سے بیعت کرے گا وہ شیطان مردود ہوگا جو ایک مردِ پیر کی صورت میں وہاں آئیگا اور اس طرح کا کلام کہے گا اور پھر مسجد سے نکل کر تمام شیاطین اور اپنے اتباع کو جمع کرے گا اس وقت وہ سب اس کو سجدہ کریں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے سید بزرگ تو وہی ہے جس نے کہ آدمؑ کو بہشت سے نکالا تھا پس شیطان کہے گا وہ کونسی امت ہے جو اپنے پیغمبرؐ کے بعد گمراہ نہیں ہوئی اور تم کہتے تھے کہ میں ان پر قابو نہیں رکھتا ہوں اب تم نے دیکھا کہ میں نے کس طرح ان کو اپنے پیغمبرؐ کی مخالفت پر آمادہ و قائم کیا اور اس قول خدا کے یہی معنی ہیں وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ یعنی بتحقیق شیطان نے اپنا گمان ان پر راست کیا پس ان لوگوں نے اس کی متابعت کی مگر مومنوں کے ایک گروہ نے اس کی متابعت نہیں کی۔

سلمانؓ کہتے ہیں کہ بوقت شب حضرت امیر علیہ السلام نے حضرت فاطمہؑ کو ایک دراز گوش پہ سوار کیا اور حسنؑ و حسینؑ کے ہاتھ تھام کر ہر ایک اہل بدر کے گھر از جملہ مہاجرین و انصار تشریف لے گئے اور اپنی امامت و خلافت کا حق ان کو یاد دلایا اور اُن سے مدد طلب کی مگر چالیس آدمیوں کے سوا اور کسی نے قبول نہ کیا اور بروایت دیگر چوبیس آدمیوں کے سوا پس حضرت امیرؑ نے کہا کہ اگر تم اپنے قول میں راست ہو تو اپنے بال تراشو اور اپنا اسلحہ جنگ لے کر صبح میرے پاس آؤ اور موت کی شرط پر مجھ سے بیعت کرو یعنی جب تک قتل نہ ہو جاؤ میری نصرت و یاری سے دست بردار نہ ہو گے پس جب صبح ہوئی چار آدمیوں کے سوا اور کوئی نہ آیا یعنی سلمانؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ و عمارؓ اور دوسری روایت کے مطابق بجائے عمارؓ کے زبیر ہے حضرت امیرؑ نے تین شب ایسا ہی کیا اور ہر صبح اُن چار شخصوں کے علاوہ اور کوئی دوسرا شخص نہ آیا پس جب ان کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ عذر و مکر کرنا چاہتے ہیں اور تائید نہ کریں گے اپنے گھر میں بیٹھے اور قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوئے اور گھر سے باہر تشریف نہ لائے جب تک تمام قرآن جمع نہ کر لیا اور اس وقت تک قرآن متفرق تھا چمڑوں پر کاغذ کے ٹکڑوں پر اور استخوانوں وغیرہ پر لکھا ہوا تھا۔ ابوبکر نے حضرت علیؑ کے پاس پیغام بھیجا کہ آ کر میری بیعت کرو حضرت امیرؑ نے کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ وقتِ نماز کے سوا اور کسی وقت اپنے دوش پر ردا نہ ڈالوں گا تاوقتیکہ تمام قرآن کو جمع نہ کر لوں پس ان لوگوں نے چند روز صبر کیا۔ اور حضرت نے تمام قرآن کو جمع کر کے ایک کپڑے میں لپیٹا اور اس پر مہر کی پھر اس کو مسجد میں لائے اور اس وقت ابوبکر صحابہ کے ساتھ مسجد میں تھے آپ نے بلند آواز میں کہا ایہا الناس جب حضرت رسولِ خدا نے دنیا سے رحلت فرمائی اس وقت میں ان کے غسل و کفن و دفن میں مشغول تھا اس کے بعد تمام قرآن کو جمع کیا ہے جیسے اس کپڑے میں لپیٹا ہے اور کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ رسولِ خدا نے میرے سامنے وہ آیت پڑھی ہے اور اس کی تاویل مجھ سے فرمائی ہے پس تم لوگ بروزِ قیامت یہ نہ کہنا کہ ہم اس سے غافل تھے اور نہ ہی یہ کہنا کہ میں نے تم کو اپنی مدد کے لئے نہیں بلایا اور اپنا حق تمہیں یاد نہیں دلایا اور کتابِ خدا کی طرف تمہاری دعوت و ہدایت نہیں کی پس عمر نے کہا جس قدر قرآن ہمارے پاس ہے ہمارے لئے کافی ہے اور ہمیں تمہارے قرآن کی احتیاج نہ ہے پس بعد اس کے حضرت امیر علیہ السلام اپنے گھر کی طرف پھر آئے عمر نے ابوبکر سے کہا کہ تو علیؑ کو طلب کر وہ تیری بیعت نہ کریں گے ہم لوگ امین نہیں ہیں پس ابوبکر نے حضرت امیر علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ خلیفہ رسول اللہ کے پاس آؤ۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ تم لوگوں نے کس قدر جلد حضرت رسولِ خدا پر دروغ و افترا کیا ہے ابوبکر اور وہ لوگ جو اس کے گرد جمع ہیں جانتے ہیں کہ خدا و رسول نے میرے سوا اور کسی کو خلیفہ نہیں کیا ہے۔ پس ابوبکر نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ امیرالمومنین آپ کو بلاتے

ہی حضرت امیرؑ نے پھر تعجب کیا اور فرمایا سبحان اللہ ابھی حضرت رسول خدا کی وفات کو تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے اور ابوبکر خوب جانتا ہے کہ یہ نام میرے سوا اور کسی کو سزاوار نہیں ہے اور وہ اس جماعت کا ساتواں شخص تھا کہ جنکو حضرت رسولِ خدا نے حکم دیا تھا کہ وہ مجھے امیرالمومنین کے لقب کے ساتھ سلام کریں پس اس نے اور اس کے صاحب نے پوچھا کہ آیا یہ خدا نے حکم دیا ہے فرمایا کہ ہاں بحق و راستی خدا و رسول کی جانب سے ہے اور وہ مومنوں کا امیر اور مسلمانوں کا سردار اور صاحبِ علم اور غرّالمحجلین ہے حق تعالےٰ بروز قیامت اسکو پلصراط پر بٹھائے گا کہ اپنے دوستوں کو بہشت کی طرف اور اپنے دشمنوں کو جہنم کی طرف بھیجے جب لوگوں نے یہ خبر ابوبکر سے بیان کی وہ اس دن ساکت ہو گئے ۔ پس حضرت امیر علیہ السلام اس رات کو پھر حضرت فاطمہ و حسنین علیہم السلام کو ہمراہ لے کر اتمام حجت کے لیئے تمام اصحاب رسُول کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے نصرت و تائید طلب کی مگر ان ہی چار شخصوں کے علاوہ اور کسی نے قبول نہ کیا چنانچہ عمر نے ابوبکر سے کہا کہ تو کیوں لوگوں کو نہیں بھیجتا کہ وہ علی کو اور ان چند لوگوں کو جنہوں نے بیعت نہ کی ہے لائیں ۔ ابوبکر نے پوچھا اے عمر تیا میں کس کو بھیجوں عمر نے کہا قنفذ کو بھیجتا ہوں کہ وہ نہایت سخت و درشت ہے اور قبیلہ بنی ساعدہ سے ہے پس اس کو چند اعوان و انصار کے ساتھ روانہ کیا جب یہ لوگ وہاں گئے حضرت علیؑ نے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا پس اصحاب قنفذ پھر آئے کہ ہم کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے ہیں حضرت عمر بن خطاب نے کہا کہ تم لوگ بغیر اجازت کے گھر میں داخل ہو جاؤ ۔ پس جب یہ لوگ گئے حضرت فاطمہ نے ان کو قسم دی کہ بغیر اجازت میرے گھر میں داخل نہ ہونا پس قنفذ وہیں رہا جبکہ اس کے اصحاب پھر آئے اور یہ خبر لائے چنانچہ حضرت عمر غضبناک ہوئے اور کہا ہم کو عورتوں کے قول سے کیا غرض پھر ان لوگوں کو جو اس کے گرد جمع تھے حکم دیا کہ لکڑیاں اٹھا کر لے چلیں اور خود بھی لکڑیاں اٹھا کر چلا اور خانۂ اہلبیتؑ کے دروازہ پر وہ لکڑیاں جمع کر دیں حضرت امیرؑ و حضرت فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور تمام اہلبیتؑ اس گھر میں تھے عمر نے کہا کہ یا علیؑ باہر آؤ اور خلیفہ رسُول کی بیعت کرو ورنہ میں آگ تمہارے گھر کو لگاتا ہوں حضرت فاطمہؑ اٹھیں اور کہا اے عمر تو ہم سے کیا چاہتا ہے اس نے کہا دروازہ کھول دو ۔ ورنہ میں تمہارا گھر جلاتا ہوں حضرت فاطمہؑ نے کہا اے عمر کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا اور میرے گھر میں داخل ہونا چاہتا ہے مگر حضرت عمر وہاں سے نہ پھرے اور آگ منگا کر گھر کے دروازہ میں لگا دی فاطمہؑ نے فریاد یا اَبتاہ یا رسول اللہ بلند کی عمر نے تلوار کی نوک حضرت فاطمہؑ کے پہلو پر ماری اور کوڑا اٹھا کر ان کے دستِ مبارک پر مارا حضرت فاطمہؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے خطاب

کیا کہ یا رسول اللہ ابوبکر و عمر نے آپ کی اہلبیت کے حق میں بہت بڑی خلافت کی پس حضرت علی علیہ السلام بیتاب ہوئے اور حملہ کر کے اس کا گریبان تھام لیا اور زمین پر گرا دیا کہ ناک زخمی ہوگئی اور چاہتے تھے کہ اسکو ختم کر دیں مگر حضرت رسول خدا کی وصیت یاد آئی کہ صبر کرنے کا حکم دیا تھا اور ان لوگوں سے جنگ کرنے کو منع فرمایا تھا اس لئے [illegible] اس سے دست بردار ہوئے اور فرمایا بحق اس خدا کے جس نے حضرت محمدؐ کو بسبب پیغمبری گرامی کیا اگر یہ امر تقدیرات خدا سے نہ ہوتا جو پہلے سے اس کے علم میں گذر چکا ہے اور حضرت رسالتمآبؐ نے اس بارے میں مجھ سے عہد نہ لیا ہوتا تو پھر تجھے معلوم ہو جاتا کہ میری بلا اجازت تو کیسے میرے گھر میں داخل ہوتا پس عمر نے اپنی مدد کے لیے لشکر طلب کیا پس وہ منافقین ہجوم کر کے حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوئے یہ دیکھکر حضرت علیؑ نے اپنی تلوار اٹھائی جب قنفذ نے دیکھا کہ شیر خدا نے "تلوار اٹھائی ہے مبادا تلوار کھینچیں اور باہر نکل کر کسی کو بھی زندہ سلامت نہ چھوڑیں دوڑا دوڑا ابوبکر کے پاس گیا اور تمام حال بیان کیا ابوبکر نے کہا اگر حضرت علیؑ باہر نکلنے کا ارادہ کریں تم سب کے سب ان کے گھر میں داخل ہو جاتا اور انہیں پکڑ لینا اگر مانع ہوں تو ان کے گھر کو آگ لگا دینا پس قنفذ بے شرم و بے حیا اور اس کے ساتھی بلا اجازت حضرت امیر علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوگئے اور ہر طرف سے ہجوم کر کے حضرت علیؑ کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور حضرت امیر علیہ السلام کے گلے میں ایک رسیمان ڈال کر کھینچتے ہوئے باہر لائے اور ابن عباس کی روایت کے مطابق خالد نے اپنی تلوار حضرت امیر علیہ السلام پر ماری پس حضرت امیرؑ نے وہی تلوار چھین کر چاہا کہ اس کو ماریں مگر اس نے حضرت امیرؑ کو قسم دی اور حضرت امیرؑ نے تلوار پھینک دی۔ عمر نے قنفذ کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر حضرت فاطمہؑ حضرت علیؑ کو باہر لانے میں مانع ہوں تو کوئی پرواہ نہ کرنا بلکہ ان کو مارنا اور دور کر دینا پس جب حضرت علیؑ کو کھینچتے ہوئے دروازہ تک لائے حضرت فاطمہؑ دروازہ کے پاس آئیں اور مانع ہوئیں قنفذ ظالم ملعون بے شرم و بے حیا نے زور سے دروازہ کھینچ کر خاتون جنت سیدۃ النساء العالمین پارۂ جگر رحمت اللعالمینؐ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے پہلو پر اس شدت سے مارا کہ ایک استخوان پہلو اس معصومہ کا شکستہ ہوگیا اور وہ زندہ سقط ہوا جو اس معصومہ کے شکم مبارک میں تھا اور حضرت رسالتمآبؐ نے اس کا نام محسن رکھا تھا مگر حضرت فاطمہؑ پھر بھی مانع ہوئی تھیں تا اینکہ ان کے بازو پہ تازیانہ مارا کہ استخوان بازو بھی شکستہ ہوگیا اور آپ ان ہی ضربوں کے سبب شہید ہوئیں اور جس وقت اس دنیا سے رحلت فرمائی ان کے بازو پر ایک گرہ اس ضرب کی باقی تھی پس حضرت علی علیہ السلام کو اس حال میں باہر نکالا اور ابوبکر کے پاس لائے درحالیکہ عمر برہنہ شمشیر لے کر حضرت علیؑ کے بالائے سر کھڑا ہوا اور خالد بن ولید و ابو عبیدہ و سالم و معاذ بن جبل و مغیرہ بن شعبہ و اسید بن حضیر و بشیر بن سعد و غیرہ مسلح و مکمل اطراف

ابوبکر پر کھڑے تھے سلیم بن قیس کہتا ہے کہ میں نے سلمانؓ سے پوچھا کہ کیا یہ لوگ بغیر اجازت ہی حضرت فاطمہ کے گھر میں داخل ہو گئے تھے کہا ہاں ۔ واللہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا کے سر پر چادر بھی نہ تھی وہ استغاثہ کرتی تھیں کہ یا ابتاہ یا رسول اللہ آپ ابھی کل ہی ہمارے درمیان سے گئے ہیں کہ آج ابوبکر و عمر آپ کی اہلبیت کے ساتھ ایسا ظلم کرتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ ابوبکر اور اس کے گرد جو دوسرے لوگ تھے سوائے عمر و خالد و مغیرہ کے وہ سب رو رہے تھے حضرت عمر کہتے تھے کہ ہمیں کسی امر میں عورتوں سے اور ان کی رائے و تدبیر سے کوئی واسطہ نہیں جب حضرت علیؑ کو ابوبکر کے پاس لائے ارشاد فرمایا قسم بخدا اگر تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی ہرگز تم لوگ مجھ پر غالب نہ آ سکتے تھے واللہ کہ میں تم سے جہاد نہ کرنے پر ملامت نہیں کرتا اگر وہ چالیس شخص کہ جنہوں نے میری بیعت کی تھی بیعت نہ توڑتے تو میں تمہاری جماعت کو پراگندہ کر دیتا ۔ خدا ان پر لعنت کرے کہ جنہوں نے میری بیعت کی اور پھر توڑ دی ۔ ابوبکر کی نظر حضرت علیؑ پر پڑی کہا کہ حضرت علیؑ سے دست بردار ہو جاؤ حضرت علیؑ نے فرمایا اے ابوبکر کس قدر جلد تم لوگوں نے مخالفت حضرت رسالتمآبؐ اور اذیت اہلبیت میں سبقت و پیشقدمی کی اور تم کس حق اور منزلت کے سبب لوگوں کو اپنی بیعت کے لئے بلاتے ہو کیا کل کے روز تو نے بحکم خدا و رسول میری بیعت نہ کی تھی عمر نے کہا آپ یہ باتیں چھوڑیں ہم آپ سے دست بردار نہ ہونگے تا وقتیکہ بیعت نہ کروگے ارشاد کیا اگر میں بیعت نہ کروں تم لوگ کیا کروگے ۔ کہا ہم تمہیں بذلت و خواری قتل کریں گے حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا پس تم لوگ خدا کے بندۂ خالص اور اس کے رسول کے بھائی کے قتل کے مرتکب ہو گے ابوبکر نے کہا اور بروایت ابن عباس عمر نے کہا ہمیں تمہارا بندۂ خدا ہونا تو قبول ہے مگر حضرت رسول خدا کا بھائی ہونا قبول نہیں حضرت علی علیہ السلام نے کہا کیا تم اس کا انکار کرتے ہو کہ حضرت رسالتمآب نے مجھے اپنا بھائی قرار دیا تھا کہا ہاں پس حضرت علیؑ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے گروہ مہاجرین و انصار میں تم کو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے روز غدیر حضرت رسالتمآبؐ سے نہیں سنا کہ میرے حق میں کیا فرمایا تھا اور غزوہ تبوک میں کیا ارشاد کیا تھا ازاں بعد آپؑ نے وہ سب کچھ اعلانیہ بیان کیا جو حضرت رسالتمآبؐ نے ان کے حق میں فرمایا تھا ۔ تمام صحابہ نے اس کی تصدیق کی ۔ پس ابوبکر ڈرے مبادا لوگ حضرت علیؑ کی نصرت و تائید کریں اس لئے خود اس نے پیشقدمی کی اور کہا کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ سب حق ہے اور ہم نے اپنے کانوں سے سنا ہے اور ہمیں یاد ہے مگر ہم نے حضرت رسالتمآبؐ سے سنا ہے کہ بعد ان کے فرمایا ہے کہ ہم اہلبیت کو حق تعالے نے برگزیدہ و گرامی کیا ہے اور ہمارے لئے دنیا پر آخرت کو اختیار فرمایا ہے اور خلافت و پیغمبری کو ہم میں جمع نہیں کیا حضرت علیؑ نے کہا آیا کوئی شخص اس امر میں تیری گواہی دیتا ہے ۔ عمر نے کہا کہ خلیفہ رسول اللہ نے راست کہا ہے اور میں نے بھی سنا ہے اسی طرح ازاں بعد ابوعبیدہ اور سالم مولائے

حذیفہ اور معاذ بن جبل نے بھی گواہی دی حضرت امیر علیہ السلام نے کہا کہ تم پانچوں آدمیوں نے اس صحیفۂ ملعونہ کے عہد پر وفا کیا ہے جس کو کعبہ میں لکھا تھا کہ جب حضرت رسالتمآبؐ شہید کر دیے جائیں یا رحلت فرمائیں ہم خلافت کو انکی اہلبیت میں نہ پہنچنے دیں گے۔ اور یہ حدیث اسی روز تم نے وضع کی تھی ابوبکر نے کہا تمہیں کس طرح معلوم ہوا جو ایسا کہا ہے آپ نے فرمایا اے زبیر اے سلمانؓ اور اے ابوذرؓ اور اے مقدادؓ میں تم سے بحق خدا و اسلام کے سوال کرتا ہوں کہ کیا تم نے حضرت رسالتمآبؐ سے نہیں سنا کہ آنحضرتؐ نے ان پانچوں آدمیوں کے نام لئے اور فرمایا کہ ایسا نامہ لکھا ہے اور آپس میں ایسا عہد و پیمان کیا ہے انہوں نے کہا ہاں ہم نے حضرت رسالتمآب سے ایسا ہی سنا ہے حضرت امیر علیہ السلام نے آنحضرتؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اگر یہ لوگ ایسا کریں میں کیا کروں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا اگر یار و مددگار پاؤ جہاد و قتال کرو اور اگر نہ پاؤ اپنا خون محفوظ رکھو اپنے کو قتل ہونے سے بچاؤ پس حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا اگر وہ چالیس شخص جنہوں نے میری بیعت کی تھی بیعت پر قائم رہتے میں ضرور ان سے محض خدا کے لئے جہاد کرتا اور قسم بخدا یہ خلافت جس کو ابوبکر و عمر نے مجھ سے غصب کیا ہے ان کے فرزندوں میں سے کسی کو بھی قیامت تک نہ ملے گی اور تم لوگوں نے حضرت رسالتمآبؐ پر جو افترا کیا ہے یہ آیت اس کی تکذیب کرتی ہے۔ ام یحسدون الناس علی ما اتاھم اللہ من فضلہ فقد اتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ واتیناھم ملکا عظیما۔ یعنی آیا لوگوں پر حسد کرتے ہیں ان چیزوں پر جو خدا نے ان کو اپنے فضل سے عطا کی ہیں پس تحقیق ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و حکمت دی ہے اور ان کو ملک و بادشاہی عظیم عطا کی ہے حضرت نے فرمایا کتاب پیغمبری اور حکمت سنت اور ملک عظیم خلافت ہے اور ہم آل ابراہیم ہیں پس مقدادؓ کھڑے ہو گئے اور کہا یا علیؑ آپ کیا حکم دیتے ہیں قسم بخدا اگر آپ حکم دیں میں یہی تلوار مارتا ہوں اور اگر حکم فرما دیں ہاتھ کو روک لیتا ہوں حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا اے مقدادؓ ہاتھ کو روک لو اور حضرت رسالتمآبؐ کے عہد اور اس وصیت کو یاد کرو جو تم سے کی ہے سلمانؓ کہتے ہیں پس میں نے کھڑے ہو کر کہا بحق اس خدا کے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میں یہ جانوں کہ آپ سے کوئی ظلم دفع اور اپنا دین عزیز کر سکتا ہوں ہرگز اپنی تلوار کھینچ کر ماروں گا کہ حق غالب ہو آیا تم لوگ اس بزرگوار کو جو رسول خدا کا بھائی اور ان کی امت میں ان کا وصی و خلیفہ اور ان کے فرزندوں کا باپ ہے اس کو اس ذلت و خواری سے کھینچ کر لاتے ہو پس تم لوگوں کو بلائے خدا کی بشارت ہو اور نعمت خدا سے ناامید رہو از آں بعد ابوذرؓ نے کھڑے ہو کر کہا اے وہ گروہ جو اپنے پیغمبر کے بعد گمراہ ہو گیا ہے اور عصیان کے سبب اپنے کو مخذول کرتے ہو حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْۢ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور آل محمدؐ اخلاف نوحؑ و آل ابراہیم اور برگزیدہ نسل اسمٰعیلؑ عترت پیغمبر آخر الزمانؐ

اہلبیت نبوت موضع رسالت محل آمد و شد ملائکہ ہیں اور یہ بزرگوار مثل آسمان بلند کے رحمت خدا اور مثل پہاڑوں کے باعث استقرار زمین اور مثل کعبہ کے محترم و قبلہ اہل عالم اور مثل چشمہ صافی کے منبع علوم حق اور مثل ستارہائے درخشندہ کے ہدایت کنندہ خلق ہیں اور دو شجر مبارکہ ہیں کہ خدا نے اپنا نور ان کے نور سے متصل کیا ہے حضرت محمدؐ خاتم النبیین اور سید و سردار فرزندان آدمؑ ہیں اور حضرت علیؑ وصی سید اوصیا امام المتقین ہیں وہی صدیق اکبر فاروق اعظم وصی محمدؐ اور ان کے علم کے وارث اور مومنین کے لیے ان کی جانوں سے اولیٰ ہیں جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے

النبی اولی بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم و اولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ۔ یعنی حضرت پیغمبر مومنوں کے لیے ان کی جانوں سے اولیٰ ہیں اور ان کی عورتیں مومنوں کی مائیں ہیں اور ان کے قرابتدار بعض اولیٰ و احق ہیں بعضوں سے کتاب خدا میں پھر ابوذرؓ نے کہا اسکو مقدم رکھو جس کو خدا نے مقدم رکھا ہے اور اسکو موخر رکھو جسکو خدا نے موخر کیا ہے اور پیغمبری ولایت و وزارت اس کو دو جس کو کہ خدا نے دی ہے پس اسوقت عمرؓ نے کھڑے ہوکر ابوبکر سے کہا کہ تو بے فائدہ اس منبر پر کس لیے بیٹھا ہے علیؑ تجھ سے جنگ و جدل چاہتے ہیں اور تیرے منبر کے نیچے بیٹھے ہیں مگر تجھ سے بیعت نہیں کرتے یا تو منبر سے نیچے اُتر یا پھر ہمیں حکم دے کہ ہم ان کو قتل کریں اسوقت حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ اپنے پدر بزرگوار کے پیچھے کھڑے تھے جب قتل کرنے کا نام سُنا بے اختیار رونے لگے اور باآواز بلند کہا یا جداہ یا رسول اللہ۔ حضرت علیؑ نے اپنے دونوں فرزندوں کو سینہ سے لگا لیا اور فرمایا نہ روؤ قسم بخدا یہ لوگ تمہارے باپ کے قتل کرنے پر قادر نہیں اور نہ ہی وہ ایسا ارادہ کرنے کی ہمت کر سکتے ہیں پس ام ایمن مربیہ حضرت رسالتمآبؐ آئیں اور کہا اے ابوبکر تم لوگوں نے کس قدر جلد اپنے باطن کو ظاہر کیا۔ عمرؓ نے کہا ہمیں عورتوں کے قول سے کوئی واسطہ نہیں اس کو مسجد سے نکال دو پس بریدہ اسلمی کھڑا ہوگیا۔ اور کہا کہ تو حضرت رسالتمآبؐ کے بھائی اور ان کے فرزندوں کے باپ کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے اور ہم قریش کے درمیان تجھ کو ان صفات کے ساتھ پہچانتے ہیں جن کو کہ سب جانتے ہیں کیا حضرت رسالتمآبؐ نے تم دونوں سے یہ نہ فرمایا تھا کہ تم علیؑ کے پاس جاؤ اور امیرالمومنین کے لقب کے ساتھ انہیں سلام کرو اور پھر تم دونوں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ خدا اور رسول کے حکم سے ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہاں۔ پس ابوبکر نے کہا ہاں ایسا ہی تھا مگر حضرت رسول خدا نے بعد اس کے فرمایا ہے کہ میری اہلبیتؑ میں پیغمبری و خلافت جمع نہیں ہوئی ہے بریدہ نے کہا قسم بخدا حضرت رسالتمآبؐ نے یہ نہیں فرمایا واللہ کہ جس شہر میں تو امیر ہو میں وہاں نہیں رہتا عمرؓ نے حکم دیا کہ بریدہ کو مار کر مدینہ سے باہر نکال دیں اس کے بعد عمرؓ نے حضرت امیر علیہ السلام سے کہا اے فرزند ابوطالب اُٹھو اور بیعت کرو حضرت امیرؑ نے جواب میں فرمایا اگر میں بیعت نہ کروں؟ عمرؓ نے کہا میں تمہیں قتل کروں گا۔

حضرت امیرؑ نے تین مرتبہ یہی کلام دہرایا اور یہی جواب سنا تا اینکہ ان لوگوں پر حجت تمام کی پھر عمر نے اپنا ہاتھ طلب کیا بغیر اسکے کہ حضرت امیرؑ اپنا ہاتھ اٹھائیں ابوبکر نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت کے ہاتھ پر رکھا اور بروایت ابن عباس جب عمر نے کہا میں تمہیں قتل کروں گا حضرت امیرؑ نے فرمایا قسم بخدا تو اس امر پر قادر نہیں ہے اور تو اس سے ضعیف تر و لئیم تر ہے کہ یہ کام کر سکے چنانچہ خالد نے حملہ کرکے تلوار کھینچ لی اور کہا واللہ اگر تم بیعت نہ کروگے میں تمہیں قتل کروں گا پس حضرت امیر علیہ السلام نے اٹھ کر خالد سے ایک کا گریبان پکڑ لیا اور ایک ایسا جھٹکا دیا کہ وہ زمین پر چت جا گرا اور تلوار اس کے ہاتھ سے نکل گئی اور سلمانؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ کو مسجد میں لائے درحالیکہ آپ کی گردن مبارک میں ریسمان تھی اور اس کو کھینچ رہے تھے اس وقت حضرت امیر علیہ السلام نے قبر مطہر حضرت رسولِ خدا کی طرف منہ کیا اور کہا یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادو ایقتلوننی یعنی اے برادر بدرستیکہ میری قوم نے مجھے ضعیف کر دیا ہے اور قریب ہوا ہے کہ مجھے قتل کریں اور یہ وہ خطاب ہے جو ہارونؑ نے موسیٰؑ سے کیا تھا بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کے باب میں۔ پس زبیر سے کہا کہ بیعت کر مگر اس نے انکار کیا اور عمر و خالد اور مغیرہ نے اور لوگوں کی مدد سے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور توڑ ڈالی اور اس کو کھینچتے ہوئے لائے تا اینکہ اس نے بہ جبر بیعت کی سلمانؓ کہتے ہیں کہ پھر مجھے پکڑا اور میرا گلا اس طرح دبایا کہ میرا دم گھٹنے لگا پس بہ مجبوری میں نے بھی بیعت کی ازاں بعد ابوذرؓ و مقدادؓ سے بھی بجبر و اکراہ بیعت لی اور حضرت امیر المومنین علیؑ بن ابیطالب کے سوا ہم چار آدمیوں نے بجبر بیعت کی مگر زبیر کا انکار ہم سب سے زیادہ تھا اور جب اس نے بیعت کی کہا قسم بخدا اگر یہ طاغیوں کا گروہ تیری مدد نہ کرتا تو مجھ پر جبر نہیں کر سکتا تھا جبکہ تلوار میرے ہاتھ میں ہو میں تجھے اچھی طرح سے جانتا ہوں ولیکن چند طاغیوں نے تیری مدد کی ہے مسلم کہتا ہے کہ میں نے سلمانؓ سے پوچھا کہ تو نے ابوبکر کی بیعت کی اور کچھ نہ کہا سلمانؓ نے جواب دیا کہ میں نے کہا کیا جانتے ہو کہ تم نے اپنے ساتھ کیا کیا ہے تم اپنے پیغمبرؐ کی سنت سے دست بردار ہوئے ہو تا اینکہ خلافت کو اس کے معدن سے نکال لیا اور اس امت کے درمیان افتراق و اختلاف پیدا کیا عمر نے کہا اب جبکہ تو نے بیعت کر لی ہے۔ جو چاہتا ہے کہہ پس حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ــــ اے سلمانؓ میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ خاموش ہو جاؤ سلمانؓ کہتے قسم بخدا اگر حضرت امیر علیہ السلام مجھے خاموش

ہو جانا نہ چاہیئے کہ بیعت ایک معاہدہ خاص ہے کہ ہم فلاں کام میں تمہارا ساتھ دیں گے یا تمہاری مخالفت نہ کریں گے یا تمہارے برخلاف بغاوت نہ کریں گے نہ کہ اطاعت مطلقہ اسکو تسلیم اطاعت سے کوئی تعلق نہیں اور حضرت علیؑ کی اس بیعت اجباری و اکراہی سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت امیرؑ نے ابوبکر کی خلافت و امامت کو حق جان کر تسلیم کر لیا اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ حضرت امیرؑ خلافت خلفاء کو حق جانیں اور اس سے برابر تخلف کرتے رہیں اور خلافت ابوبکر پر تو اجماع ہوا ہی نہیں تمام جزیرۂ عرب کے مسلمان تو کجا بلکہ تمام اہل مدینہ بھی جمع نہ تھے اور صرف ایک معمولی جماعت تھی اور پھر ان میں بھی اختلاف موجود تھا پس ایسا اجماع ویسے بھی کوئی سند خلافت کیلئے نہیں ہو سکتا۔

ہونے کا حکم نہ دیتے تو جو آیت کہ اس کی شان میں نازل ہوئی تھی اور جو حدیث کہ میں نے حضرت رسولِ خدا سے اس کے اور ابوبکر کے حق میں سُنی تھی سب بیان کرتا۔ پس عمر نے یہ دیکھ کر کہ میں خاموش ہو گیا ہوں از روئے تہدید کہا کہ تو ان کا مطیع و منقاد ہے پس جب ابوذرؓ و مقدادؓ نے بیعت کی اور کچھ نہ کہا تیری محبت و تعظیم اہلبیت کی نسبت ان دونوں سے زیادہ نہیں ہے۔ ابوذرؓ نے کہا اے عمر کیا تو محبت و تعظیم آلِ محمدؐ کے سبب ہماری سرزنش کرتا ہے خدا اس پر نفرین کرے جو انہیں دشمن رکھے اور ان پر افترا کرے اور ان کا حق ان سے بظلم وستم چھین لے اور لوگوں کو ان پر مسلط کر کے اس امت کو پچھلے پاؤں دین سے پھیر دے۔ عمر نے کہا آمین۔ خدا اس پر نفرین کرے جو ان پر ظلم وستم کرے۔ خلافت میں ان کا کوئی حق نہ تھا بلکہ وہ اور دوسرے تمام لوگ اس میں مساوی تھے ابوذرؓ نے کہا پھر تم نے قرابت رسول کے سبب انصار پر کیوں حجت قائم کی۔ حضرت علیؑ نے کہا کیا خلافت میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے اور وہ تیرے اور ابوبکر کے لئے ہی مخصوص ہے عمر نے کہا ایسی باتیں کرنے سے کیا حاصل تمام لوگ میرے صاحب سے راضی ہو گئے اور تم سے راضی نہ ہوئے اس میں میرا کیا گناہ حضرت امیرؑ نے فرمایا لیکن خدا اور رسول میرے سوا اور کسی سے راضی نہیں ہیں۔ ابوبکر نے عمر سے کہا اب جبکہ ہم ان کے فتنہ و شر سے محفوظ ہو چکے ہیں یہ جو چاہیں کہیں حضرت نے فرمایا ایک بات کے سوا اور کچھ نہیں کہتا۔ اے سلمانؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ و زبیر میں تمہیں خدا کو یاد دلا کر پوچھتا ہوں کیا تم نے حضرت رسالتمآب سے نہیں سُنا کہ فرماتے تھے کہ جہنم میں ایک تابوت آتش ہے جس میں بارہ شخص ہیں چھ امت ہائے گذشتہ سے اور چھ اس امت سے وہ تابوت قعرِ جہنم میں ایک کنوئیں میں ہے اور اس کنوئیں کے منہ پر ایک پتھر ہے اور جب حق تعالیٰ جہنم کو مشتعل کرنا چاہتا ہے حکم دیتا ہے کہ اس پتھر کو ہٹا لیں اس کنوئیں کی حرارت سے تمام جہنم مشتعل ہو جاتا ہے اور پھر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسولِ خدا سے تمہارے سامنے پوچھا تھا کہ وہ کون لوگ ہیں آپ نے ارشاد فرمایا گذشتہ لوگوں میں سے فرزند آدم جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا یعنی قابیل۔ فرعون، نمرود اور بنی اسرائیل کے دو شخص جن میں سے ایک شخص نے یہود کو گمراہ کیا اور دوسرے نے نصاریٰ کو اور چھٹا ابلیس ملعون ہے اور اس امت سے دجال ہے اور پانچ وہ لوگ جو اس صحیفہ ملعونہ کو لکھنے میں متفق ہوں گے تا اینکہ آپؐ نے ان پانچوں کے نام لئے پس ہم چاروں نے گواہی دی کہ ہم اس واقعہ میں موجود تھے اور یہ سب ہم نے سنا۔ عثمان نے کہا کہ قسم بخدا میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ زبیر اسلام سے مرتد ہو کر قتل ہوگا سلمانؓ کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت امیر علیہ السلام نے آہستہ مجھ سے فرمایا یہ درست ہے کیونکہ زبیر عثمان کے قتل ہونے کے بعد مجھ سے بیعت کرے گا اور پھر میری بیعت توڑ کر مرتد ہو کر قتل ہوگا سلیم کہتا ہے کہ سلمانؓ کہتے تھے کہ میں نے حضرت رسالتمآبؐ سے سُنا ہے فرماتے

تھے کہ بروز قیامت میرے بعض اصحاب اس گروہ سے آئیں گے جو کہ ظاہر میں میرے پاس قدر و منزلت رکھتے
ہیں کہ صراط پر سے گزریں پس جب وہ مجھے اور میں ان کو دیکھوں گا ہم ایک دوسرے کو پہچان لیں گے پس ان
لوگوں کو میرے پاس سے دور کر دیں گے میں کہوں گا یا خداوندا یہ تو میرے اصحاب ہیں جواب میں فرشتے کہیں گے
کیا تم نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے تمہارے بعد کیا کیا ہے جب تم نے ان سے مفارقت کی یہ لوگ مرتد ہو گئے
اور دین سے پھر گئے پس میں کہوں گا ان کو دور لے جاؤ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے
کہ جب حضرت علی علیہ السلام کو بیعت کرنے کے لئے گھر سے باہر لائے حضرت فاطمہؑ گھر سے باہر نکل آئیں
درحالیکہ تمام زنانِ بنی ہاشم بھی ان کے ساتھ باہر نکلیں اور حضرت فاطمہؑ قبر مطہر حضرت رسالتمآبؐ کے قریب پہنچیں
اور کہا میرے ابنِ عم سے دست بردار ہو ورنہ بحق اُس خدا کے جس نے حضرت محمدؐ کو براستی مبعوث کیا ہے میں اپنے
سر کے بال پریشان کروں گی اور پیراہن رسولِ خدا کو سر پر رکھ کر خدا کی درگاہ میں نالہ و فریاد کروں گی کہ خدا کے نزدیک
مجھ سے زیادہ ناقۂ صالح اور اس کا بچہ میرے فرزند سے زیادہ گرامی نہیں ہے سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں قرب آنحضرت
کے نزدیک تھا پس بخدا میں نے دیکھا کہ مسجد کی دیواریں اپنی بیخ و بن سے کندہ ہو کر اس قدر بلند ہوئیں کہ اگر کوئی
شخص چاہتا ان کے نیچے سے باہر نکل جاتا پس میں حضرت فاطمہؑ کے پاس گیا اور کہا اے میری سیدہ اور اے
میری خاتون حق تعالیٰ نے تمہارے باپ کو رحمتِ عالمیان قرار دیا تھا تم اس گروہ پہ عذاب نازل ہونے کا باعث
نہ ہو پس حضرت فاطمہؑ اس وقت مسجد سے باہر گئیں اور دیواریں اپنی جگہ قائم ہوئیں اور ان کے نیچے سے گرد و غبار بلند ہو کر
ہمارے ناکوں میں داخل ہوا۔ اور بروایت دیگر حضرت فاطمہؑ امام حسنؑ و امام حسینؑ کا ہاتھ تھام کر حضرت رسولِ خدا کی
قبر مطہر کی طرف چلیں کہ اس گروہ پر نفرین کریں حضرت علیؑ نے سلمانؓ سے فرمایا کہ جاؤ دخترِ محمدؐ کی خبر لو میں دیکھ رہا
ہوں کہ اطراف مدینہ حرکت و جنبش میں ہے اگر وہ اپنے بال پریشان کر کے اور گریبان چاک کر کے اپنے پدر
بزرگوار کی قبر کے پاس جائیں گی اور خدا کی درگاہ میں نالہ و فریاد کریں گی یہ لوگ مہلت نہ پائیں گے اور شہر مدینہ
اہلِ شہر کے ساتھ زمین میں غرق ہو جائے گا پس حضرت سلمانؓ حضرت فاطمہؑ کے پاس پہنچے اور کہا حضرت
امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پھر جاؤ اور صبر کرو اور اس امت پہ عذاب نازل ہونے کا باعث نہ بنو حضرت فاطمہؑ
فرماتی ہیں اب جبکہ حضرت امیرؑ نے ایسا فرمایا ہے میں پھر جاتی ہوں اور صبر کرتی ہوں اور بسند معتبر حضرت امام
جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت امیر علیہ السلام کا گریبان کھینچتے ہوئے ابوبکر کے
پاس لے جاتے تھے جب حضرت امیرؑ قبر مطہر حضرت رسولِ خدا کے پاس پہنچے یہ آیت پڑھی یا ابن ام انّ
القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی پس حضرت رسالتمآبؐ کی قبر مطہر سے ایک ہاتھ باہر نکلا جس کو سب نے پہچانا کہ آنحضرتؐ کا ہاتھ ہے
اور اس سے آواز آئی جس کو سب نے پہچانا کہ آنحضرتؐ کی آواز تھی اور وہ آواز یہ تھی کہ اکفرت بالذی خلقک من تراب ثم من نطفۃ

ثم سوٰک رجلا - یعنی آیا تو اس خدا سے کافر ہوا ہے جس نے تجھے خاک سے پیدا کیا پھر نطفہ سے درست
کر کے تجھے ایک مرد بنایا - ایضاً بطریقہائے خاصہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور بطریق ہائے عامہ
زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر کی خلافت سے بارہ شخصوں نے انکار کیا جو اکابر مہاجرین و انصار
سے تھے اور حجت ہائے شافی اس پر تمام کیں مہاجرین میں سے خالد بن سعید بن عاص جو بنی امیہ سے تھا اور سلمانؓ
و ابوذرؓ و مقدادؓ و عمارؓ و بریدہؓ اسلمی تھے اور انصار سے ابوالہیثم بن تیہان و سہل بن حنیف و عثمان بن حنیف
و ذوالشہادتین یعنی خزیمہ بن ثابت و ابی بن کعب اور ابوایوب انصاری تھے اور جب حضرت ابوبکر منبر پر بیٹھے
ان لوگوں نے باہم مشورہ کیا بعضوں نے کہا کہ ہم جا کر اُسے نیچے اتار دیں مگر بعضوں نے کہا کہ اگر ایسا کرو گے
قتل ہو جاؤ گے اور حق تعالے کا ارشاد ہے کہ خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو بعد ازاں لوگوں کی رائے اس امر
پر قرار پائی کہ حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورہ کریں پس وہ حضرت امیرؑ کی خدمت میں حاضر
ہوئے اور عرض کیا یا امیر المومنینؑ آپ نے وہ حق ترک کر دیا ہے جس کے لئے آپ حضرت ابوبکر سے زیادہ
سزاوار تھے کیونکہ ہم نے حضرت رسالتمآبؐ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق
علیؑ کے ساتھ جس طرف علیؑ جاتے ہیں حق بھی اُسی طرف جاتا ہے پس ہم چاہتے ہیں کہ ابوبکر کو منبر سے نیچے
اتاریں آپ کی رائے کیا ہے حضرت امیرؑ نے فرمایا قسم بخدا اگر ایسا کرو گے ضرور ہے کہ ان سے جنگ و
جدال کرو اور تمہاری حیثیت ان کے مقابل ایسی ہے جیسے طعام میں نمک اور مثل سُرمہ کہ جس کو آنکھ میں
لگائیں پس تم ننگی تلواریں لے کر مستعد قتال میرے پاس آؤ گے اور وہ لوگ بھی میرے پاس آئیں گے اور کہیں
گے کہ بیعت کرو ورنہ ہم تم کو قتل کرتے ہیں اس وقت مجھ پر لازم ہوگا کہ ان سے جنگ کر کے ان کو اپنے سے
دفع کروں اور یہ امر حضرت رسول خدا کے حکم کے خلاف ہے کیونکہ حضرت رسالتمآبؐ نے اپنی رحلت سے
پہلے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ میری امت کے لوگ بہت جلد تم سے غدر و مکر کریں گے اور تمہارے باب
میں میرا عہد توڑیں گے تم بہ نسبت میرے بمنزلہ ہارونؑ کے ہو بہ نسبت موسٰےؑ کے اور میری اُمت کے لوگ
میرے بعد مثل ہارونؑ اور ان کے تابعوں کے اور مثل سامری اور اس کے تابعوں کے ہوں گے میں نے کہا
یا رسول اللہ ایسا وقت آئے تو میں کیا کروں آپ نے فرمایا اگر یار و مددگار پاؤ تو پیشقدمی کرو اور جہاد کرو اور
اگر نہ پاؤ تو اپنا ہاتھ روک لو اور اپنا خون ان سے محفوظ رکھو کہ میرے پاس مظلوم آؤ اور جب حضرت رسول خدا
نے عالم قدس کیطرف رحلت فرمائی میں ان کے غسل و کفن میں مصروف ہوا پھر یہ قسم کھائی کہ وقت نماز کے سوا اور کسی
وقت اپنے دوش پر ردا نہ ڈالوں گا جب تک کہ تمام قرآن جمع نہ کر لوں اور تمام قرآن جمع کیا بعد اس کے فاطمہؑ و حسنینؑ
کا ہاتھ تھام کر تمام اہل بدر اور ان لوگوں کے گھر گئے کہ جنہوں نے راہ دین میں سعی کی تھی اور ان کو قسم دی کہ میرے حق کی

رعایت کریں اور ان کو اپنی نصرت و تائید کے لیے طلب کیا مگر ان میں سے صرف چار شخصوں کے سوا اور کسی نے میرا قول قبول نہ کیا اور وہ چار شخص سلمانؓ ، ابوذرؓ ، مقدادؓ اور عمارؓ ہیں پس تم لوگ خدا سے ڈرو اور خاموش رہو اس لیے کہ تم ان کینوں کو جانتے ہو جو یہ لوگ اپنے سینوں میں رکھتے ہیں اور اس بغض و عداوت سے بھی آگاہ ہو جو یہ اہلبیتؑ رسول سے رکھتے ہیں پس تم اس کے پاس جاؤ اور جو کچھ تم نے حضرت رسولؐ خدا سے میرے اور ان لوگوں کے حق میں سنا ہے وہ سب اُس سے بیان کرو کہ اس پر حجت تمام ہو جائے اور کوئی عذر باقی نہ رہے ۔ پس بروز جمعہ جب حضرت ابوبکر منبر رسول پر بیٹھے تھے ۔ اور تمام لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے سب سے پہلے خالد بن سعید نے جو مہاجرین میں سے تھا اور بنی امیہ کی اعانت پر اعتماد رکھتا تھا کہا اے ابوبکر خدا سے ڈر تو جانتا ہے کہ رسولِ خدا نے جنگ بنی قریظہ میں فرمایا تھا کہ اے گروہ مہاجرین و انصارؓ میں تم کو وصیت کرتا ہوں اس کو یاد رکھو کہ علیؑ بن ابیطالب میرے بعد تمہارا امیر اور تمہارے درمیان میرا خلیفہ ہے اور میرے پروردگار نے اس امر کی مجھے وصیت کی ہے اور اگر علیؑ کے حق میں میری وصیت یاد نہ رکھو گے امر دین تم پر مشتبہ ہو جائے گا اور جو لوگ تم میں بدترین وہ تمہارے والی و حاکم ہوں گے بدرستیکہ میری اہلبیتؑ میرے امر کی وارث اور میرے بعد میری امت کے امور پر عمل کرنے والے ہیں ۔ خداوندا میری امت میں سے جو کوئی ان کی اطاعت اور ان کے حق میں میری وصیت یاد رکھے پس تو ایسے لوگوں کو میرے زمرہ میں محشور کر اور ان کے لیے میری رفاقت سے ایک بہرہ کامل مقرر فرما کہ جس کے سبب رستگاری آخرت کو حاصل کریں خداوندا جو کوئی کہ میری اہلبیت میں میری خلافت بطریق کرے اس کو اپنے بہشت سے محروم رکھ جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے عرض کی مانند ہے ۔ پس عمر نے اُس سے معارضہ کیا اور خالد نے اس کے نسب و حسب اور اعمال قبیحہ میں بہت کچھ بیان کیا ۔ اس کے بعد سلمانؓ اٹھے اور پہلے فارسی میں کہا کہ تم نے کیا اور نہ کیا اور نہیں جانتے ہو کہ کیا کیا پھر عربی میں کہا اے ابوبکر جب تو کسی مسئلہ میں الجھ جائے گا اُس وقت کس سے راہنمائی حاصل کریگا اور جب کسی مشکل مسئلہ کا سوال تجھ سے کریں گے تو تو کس کی طرف پناہ لے جائے گا اور ایسے شخص پر مقدم ہونیکا تو کیا عذر رکھتا ہے جو تجھ سے داناتر اور اُس کی قرابت رسولِ خدا سے بیشتر اور وہ تاویل کتابِ خدا و سنت پیغمبرؐ سے آگاہ تر ہے اور اس کو حضرت رسالتمآبؐ نے اپنی حیات میں مقدم رکھا تھا اور وقت وفات وصیت فرمائی پس تم نے آنحضرتؐ کا قول اور وصیت فراموش کر دی ان کے عہد کو توڑ ڈالا اور ان کے وعدہ کے خلاف کیا اور عقد امارت اسامہ کو تو نے برہم کر دیا جبکہ حضرت خاتم النبیینؐ نے تم پر امیر کیا ۔ اور حضرت کی غرض یہ تھی کہ وہ تم لوگوں کو بیرون مدینہ بھیج دیں تاکہ تم یہ فتنہ برپا نہ کرو اور تمام امت پر ظاہر ہو جائے کہ تم لوگوں نے کسی امر میں آنحضرتؐ کی متابعت نہ کی اے ابوبکر بہت جلد تیری عمر ختم ہو جائیگی خبردار ہو جا کہ ابھی دیر نہیں ہوئی ہے اور توبہ کر تاکہ یہ وبال عظیم آخرت میں

تیرے ساتھ نہ جائے ۔ بتحقیق کہ حضرت علیؑ کے حق میں ہم نے جو کچھ سنا ہے تو نے بھی سنا ہے اور جو کچھ ہم نے دیکھا ہے تو نے بھی دیکھا ہے مگر یہ امور تجھ کو اس امر سے مانع نہ ہوئے کہ اس کارِ عظیم کو تو نے اپنی گردن پر اٹھا لیا ہے اس کے بعد ابوذرؓ اٹھے اور کہا اے گروہ قریش تم نے عجب قباحت کی ہے کہ قرابت رسول سے دست بردار ہو گئے اور عرب کا گروہ کثیر اس کے سبب مرتد ہو جائے گا اور دین میں شک کرے گا اگر خلافت کو اہلبیت پیغمبر کے لئے چھوڑ دیتے تمہارے درمیان کوئی اختلاف ظاہر نہ ہوتا اور جب کہ تم نے ایسا کیا ہے پس جو شخص کہ زور و قوت بہم پہنچائے گا وہ خلافت کا متصرف ہو گا اور طلب خلافت میں بہت خونریزی واقع ہو گی اور تم لوگوں میں سے تمام نیک کردار لوگ آگاہ ہیں اور جانتے ہیں کہ حضرت رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ خلافت میرے بعد حضرت علیؑ کے لئے ہے بعد اُن کے میرے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ کے لیے اور پھر اپنی ذریت کے آئمہ طاہرینؑ کے لئے ہے پس تم نے پیغمبر کا قول رد کیا ہے اور آخرت باقی کو دنیائے فانی کے عوض فروخت کر ڈالا ۔ اور گذشتہ اُمتوں کی سنت کی پیروی کی جو اپنے پیغمبروں کے بعد کافر ہو گئی تھیں بہت جلد اپنے کام کا وبال دیکھو گے اور حق تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے اس کے بعد مقدادؓ اُٹھے اور بہت کچھ نصیحت کرنے کے بعد کہا کہ تجھے خوب معلوم ہے کہ علیؑ کی بیعت تیری گردن پر ہے اور حضرت رسول خدا نے تجھے اور عمر کو اسامہ کے علم کے زیر سایہ داخل کیا تھا جو آزاد کردہ حضرت رسولؐ و امیر المومنینؑ تھا اور اُسے تم لوگوں پر امیر قرار دیا کہ ایسے خیال تمہارے دلوں میں نہ گذریں اور دوسری بار تم کو غزوۂ ذات السلاسل میں معدن شقاق و نفاق یعنی عمرو بن العاص کے علم کے زیر سایہ داخل کیا اور وہ ایسا منافق تھا جس کی شان میں اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ نازل ہوئی ہے اور اے ابوبکر تو خوب جانتا ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ کے بعد خلافت علیؑ ابن ابیطالب کا حق ہے پس اُن کا حق اُن کو دیدے اس کے بعد بریدہؓ اسلمی اُٹھے اور کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اے ابوبکر حق نے باطل سے کیا محنت و تکلیف دیکھی کیا تو اس امر کو بھول گیا ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے ہم لوگوں کو حکم دیا تھا کہ علیؑ کو امیر المومنین کہیں اور امیر المومنین کے لقب کے ساتھ ان کو سلام کریں اور آنحضرتؐ نے بہت سے مقاموں میں فرمایا ہے کہ یہ مومنوں کا امیر اور فاسقوں کا قتل کرنے والا ہے پس خدا سے ڈر اور حق کو اس کے سپرد کر دے جو کہ اسی کے لئے لائق ہے اس کے بعد عمارؓ اُٹھے اور کہا اے گروہ قریش و انصار و اہل اسلام آگاہ ہو کہ تمہارے پیغمبر کی اہلبیت خلافت کے لئے اولیٰ اور اس کی میراث کے احق ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ امور دین پر قیام کر سکتے ہیں اور ملت رسولؐ کو بہت بہتر طریقہ سے محفوظ رکھ سکتے ہیں اور امت کی نسبت سبھوں سے زیادہ خیر خواہ ہیں پس اپنے مصاحب یعنی حضرت ابوبکر سے کہو کہ حق کو اہل حق کی طرف پھیر دے قبل اس کے کہ تمہارا امر سست اور فتنہ عظیم ظاہر ہوا اور دشمن تم میں طمع کریں اور تم لوگ آگاہ ہو کہ خدا اور رسولؐ کے بعد حضرت علیؑ تمہارے ولی ہیں اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ حضرت

رسول نے بہت مقاموں میں تمہارے اور اُن کے درمیان فرق قرار دیا تھا۔ خانۂ علیؑ کے سوا دیگر سب دروازوں
کو مسجد سے بند کر دیا اپنی دختر کریمہ فاطمہؑ کو انہیں دیا اور بہت لوگوں نے خواستگاری کی مگر ان کو دور کر دیا
اور فرمایا کہ میں شہر حکمت ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے جو کوئی طالب حکمت ہو وہ اس دروازہ سے آئے تم لوگ
تمام امور دین میں ان کے محتاج ہو اور وہ کسی امر میں تمہارے محتاج نہیں ہیں باوجود ان سابقہ ہائے عظیمہ
کے جو وہ رکھتے ہیں اور تم میں سے کوئی شخص نہیں رکھتا پس تم لوگ کیوں ان سے دوسری طرف میل کرتے ہو اور ان کا حق غارت کرتے
ہو بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا۔ اس کے بعد ابی بن کعب اٹھے اور کہا اے ابوبکر اس کے حق سے انکار نہ کر
اور حق کو اہل حق کی طرف پھیر دے پھر اور بہت سی نصیحتیں کیں اس کے بعد خزیمہ اٹھے اور کہا ایہا الناس کیا
تم نہیں جانتے کہ حضرت رسول خدا نے تنہا میری گواہی قبول فرمائی ہے [illegible] کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے
حضرت رسول خدا سے سنا ہے فرماتے تھے کہ میری اہلبیتؑ حق کو باطل سے جدا کرتے ہیں اور یہی ایسے ائمہ ہیں کہ جن کی
پیروی کرنا لازم ہے مجھے جو معلوم تھا بیان کر دیا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ اس کے بعد ابوالہیثم اٹھے اور کہا میں
گواہی دیتا ہوں کہ روز غدیر حضرت رسول خدا نے علیؑ کو استادہ کیا پس انصار نے کہا ان کو استادہ نہ کیا مگر خلافت کے
لئے اور بعضوں نے کہا اس لئے ان کو استادہ کیا کہ لوگ آگاہ ہو جائیں کہ وہ اس شخص کے مولا ہیں جس کے پیغمبر مولا ہیں
ہم نے ایک جماعت کو بھیجا اور انہوں نے حضرت رسول خدا سے سوال کیا حضرت نے فرمایا کہدو کہ علیؑ بعد میرے تمام مومنوں
کا ولی اور میری امت کا تمام لوگوں سے زیادہ خیرخواہ ہے میں نے اس امر کی گواہی ادا کر دی جس کو جانتا تھا پس جو
شخص چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہو جائے اور روز قیامت سبھوں کا وعدہ گاہ ہے بعد اس کے
سہیل بن حنیف اٹھے اور بعد حمد و صلوات کہا اے گروہ قریش گواہ رہنا کہ میں حضرت رسالتمآبؐ کے لئے گواہی
دیتا ہوں کہ میں نے اس مقام یعنی قبر و منبر کے درمیان آنحضرتؐ کو دیکھا ہے کہ علیؑ کا ہاتھ تھام کر فرماتے
تھے ایہا الناس یہ علیؑ تمہارا امام ہے میرے بعد اور میرا وصی ہے میری حیات میں اور بعد وفات بھی۔ اور میرے
قرضوں کو ادا کرنے والا اور میرے وعدہ کا وفا کرنے والا ہے۔ وہ سب سے پہلے حوض کوثر پر مجھ سے
مصافحہ کرے گا پس خوشا حال اس شخص کا جو اس کی متابعت و یاری کرے اور اس پر وائے ہو جو اس سے تخلف
کرے اور اس کی یاری نہ کرے اس کے بعد اس کا بھائی عثمان اس کے ساتھ کھڑا ہوا اور کہا کہ میں نے حضرت
رسالتمآبؐ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ میری اہلبیت زمین کے ستارے ہیں پس ان پر تقدم نہ طلب کرو بلکہ
ان کو مقدم رکھو کیونکہ میرے بعد وہی والی و حاکم ہیں پس کوئی شخص اٹھا اور کہا یا رسول اللہ آپ کی اہلبیتؑ کون
ہیں فرمایا علیؑ اور ان کی اولاد کے طاہرین۔ پس تم لوگ خدا اور رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں
بھی خیانت نہ کرو حالانکہ حق سے آگاہ ہو اس کے بعد ابوایوب اٹھے اور کہا اے بندگان خدا اپنے پیغمبر کی

اہلبیتؑ کے حق میں خدا سے ڈرو اور ان کا حق انکو پھیر دو کہ خدا نے ان کے لئے قرار دیا ہے۔ تحقیق کہ تم نے بھی سنا ہے جیسا کہ تمہارے بھائیوں نے سنا ہے کہ حضرت رسول خدا اکثر مقاموں میں فرماتے تھے کہ میرے بعد میرے اہلبیت تمہارے امام ہیں اور علیؑ کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے تھے کہ یہ ابرار اور نیک کردار لوگوں کا امیر اور کافروں کا قتل کرنے والا ہے جو علیؑ کو چھوڑتا ہے خدا بھی اس کو چھوڑ دیتا ہے اور جو علیؑ کی یاری کرے خدا بھی اس کی یاری کرتا ہے پس اپنے ظلم سے خدا کی درگاہ میں توبہ کرو بدرستیکہ خدا توبہ قبول کرنے والا ہے اور رحیم ہے حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر منبر پر ساکت و خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے بعد اس کے کہا کہ میں تمہارا والی و حاکم ہوا ہوں اور تم سے بہتر نہیں ہوں تم میری بیعت ترک کر دو اور مجھ سے دست بردار ہو۔ پس عمر نے کہا منبر سے نیچے اتر آ جبکہ تو قریش کی حجتوں کا کوئی جواب ہی نہیں دے سکتا تو پھر کیوں اس مقام پر بیٹھا ہے واللہ میں چاہتا ہوں کہ تجھے خلافت سے معزول کروں اور سالم مولائے حذیفہ کو خلافت دوں پس ابوبکر نے منبر سے نیچے اتر کر عمر کا ہاتھ تھاما اور دونوں اپنے اپنے گھر گئے اور تین روز تک مسجد میں نہ آئے چوتھے روز خالد بن ولید ہزار آدمیوں کے ہمراہ آیا اور کہا کہ کیا بیٹھے ہو قسم بخدا کہ بنی ہاشم کو یہ طمع ہوئی ہے کہ خلافت کے متصرف ہوں اور سالم بھی ہزار آدمیوں کے ساتھ آیا اور معاذ بن جبل بھی ہزار آدمیوں کے ساتھ آیا غرضیکہ پے در پے لشکر آتا تھا تا اینکہ چار ہزار لشکر کا جمع ہو گئے اور ننگی تلواریں لے کر باہر نکلے حضرت عمر سب سے آگے تھے پس وہ مسجد رسولؐ میں داخل ہوئے اس وقت حضرت عمر نے کہا کہ اے اصحابِ علیؑ قسم بخدا اگر تم میں سے کوئی شخص گذشتہ روز کی مانند کلام کرے گا میں اس کا سر بدن سے جدا کروں گا پس خالد بن سعید اٹھے اور کہا کیا تم لوگ ہم کو اپنی تلواروں سے ڈراتے ہو یا اپنی جمعیت کے سبب ہم کو پراگندہ کرنا چاہتے ہو قسم بخدا کہ ہماری تلواریں تمہاری تلواروں سے زیادہ تیز ہیں اور باوجود قلیل ہونے کے تم سے زیادہ ہیں کیونکہ حجت خدا ہمارے درمیان ہے قسم بخدا اگر ہمارے امام نے ہم کو جنگ سے منع نہ کیا ہوتا جبکہ اسکی اطاعت ہم پر واجب ہے ہر آئینہ ہم لوگ تلوار کھینچ کر جہاد کرتے تاکہ اپنا عذر ظاہر کریں۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ اے خالد بیٹھ جا کہ حق تعالیٰ راہِ دین میں تیری سعی کرنے سے آگاہ ہوا اور تجھے جزا نیک عطا فرمائے گا پس وہ بیٹھ گیا اور سلمانؓ نے اٹھ کر کہا اللہ اکبر اللہ اکبر میں نے حضرت رسالتمآبؐ سے سنا ہے اور اگر نہ سنا ہو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں فرماتے تھے ایک دن ایسا ہو گا کہ میرا بھائی اور میرا ابن عم اپنے چند اصحابؓ کے ساتھ میری مسجد میں بیٹھا ہو گا ناگاہ ایک گروہ جو ہرگز جنت میں داخل نہ ہو گا اس کو اپنے درمیان سے لیگا اور اس کو اور اس کے اصحاب کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا پس میں اس میں کوئی شک نہیں رکھتا کہ وہ لوگ کون ہیں پس حضرت عمر نے سلمانؓ پر حملہ کرنا چاہا مگر حضرت امیر علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا اور کہا اگر ایسا نہ ہوتا کہ اس سے پہلے ایک نامہ لکھا گیا ہے۔ اور حضرت رسول خدا سے ایک عہد پہلے ہو چکا ہے ہر آئینہ تجھے معلوم ہو جاتا کہ کس کے یاور

ضعیف اور کسی کی تعداد کم تر ہے پھر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ پھر جاؤ خدا تم پر رحمت کرے قسم بخدا کہ بعد اس کے میں اس مسجد میں داخل نہ ہوں گا مگر جس روش سے کہ میرے دو بھائی یعنی موسیٰ و ہارونؑ داخل ہوئے تھے جبکہ اصحاب موسیٰ نے کہا تھا کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا جنگ کرو ہم لوگ یہاں بیٹھے ہیں اور تمہارے ہمراہ جنگ کرنے نہیں آتے واللہ کہ یہاں داخل نہ ہوں گا مگر حضرت رسول کی زیارت کے لئے یا اسوقت جبکہ کوئی معاملہ لوگوں پر مشتبہ ہو اور حق داروں کے حق میں حکم جاری کرنے کے لئے آؤں کیونکہ اُس حجت کے لئے جس کو رسول خدا نے لوگوں کے درمیان نصب کیا ہو جائز نہیں ہے کہ لوگوں کو حیرت میں چھوڑ دے واضح رہے کہ یہ اُن روایتوں کا مجمل و مختصر ہے جو کہ بطریق معتبرہ سقیفہ اس قصہ پر غصہ کے باب میں وارد ہوئی ہیں اور اکثر یہ مضامین مخالفوں کی کتب سیر و احادیث میں متفرق وارد ہوئے ہیں اور میں نے اُن میں سے بعضوں کو کتاب بحارالانوار میں بیان کیا ہے از آں جملہ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ سقیفہ کے معاملہ میں مختلف روایتیں ہیں اور جو کچھ شیعہ کہتے ہیں اور محدثوں کی جماعت نے بھی اس کی روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے بیعت سے انکار کیا اور زبیر نے بھی بیعت سے انکار کیا اور کہا کہ میں سوائے حضرت علیؑ کے اور کسی کی بیعت نہ کروں گا اسی طرح ابوسفیان اور خالد بن سعید و عباس عم رسول اور ان کے تمام فرزند اور ابوسفیان بن حارث اور تمام بنی ہاشم نے اور روایت ہے کہ جب حضرت عمر آئے زبیر نے تلوار کھینچ لی انصار وغیرہ کا ایک گروہ بھی عمر کے ساتھ تھا اس نے کہا کہ زبیر کی تلوار چھین کر پتھر پر مارو پس لوگوں نے تلوار چھین کر پتھر پر ماری اور توڑ ڈالی اس کے بعد پھر ابوبکر کے پاس لائے اور حضرت علیؑ کے سوا اور کوئی شخص باقی نہ رہا اور حضرت فاطمہؑ کی رعایت کے سبب انہیں گھر سے باہر نہ لائے بعض کہتے ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام کو بھی باہر لائے محمد بن جریر طبری نے ان میں سے بہت سی روایتوں کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ جب انصار نے دیکھا کہ خلافت ان کو نہیں ملتی ان سب نے یا اُن میں سے بعضوں نے کہا کہ ہم سوائے حضرت امیر علیہ السلام کے اور کسی کی بیعت نہ کریں گے اور علی بن عبدالکریم معروف بہ ابن موصلی نے بھی اپنی تاریخ میں مثل اسی کے ذکر کیا ہے ایضاً ابن ابی الحدید نقل کرتا ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ اگر میں چالیس آدمیوں کو پاتا جو صاحبانِ عزم ہوتے ضرور جہاد کرتا اس مضمون کو نصر بن مزاحم نے کتاب صفین میں اور بہت سے ارباب تواریخ نے بھی بیان کیا ہے لیکن جو کچھ کہ عامہ کے محدثین و معتبرین کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے ابوبکر کی بیعت سے چھ ماہ تک انکار کیا اور خانہ نشینی اختیار کی اور جب تک کہ حضرت فاطمہؑ نے دار فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت نہیں فرمائی بیعت نہیں کی اور جناب فاطمہؑ کی رحلت کرنے کے بعد بیعت کی۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ جب تک حضرت فاطمہؑ زندہ رہیں لوگوں کی توجہ حضرت امیرؑ کی طرف تھی مگر جب حضرت فاطمہؑ نے رحلت فرمائی لوگوں کی توجہ حضرت امیرؑ کی طرف سے پھر گئی پس آنحضرتؑ نے بیعت کی اور مدت حیات حضرت فاطمہ ان کے والد بزرگوار کے بعد چھ ماہ تھی اس مقام

پر مولف فرماتے ہیں کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ باوجود اس شخص فاضل نے اپنی صحاح سے یہ احادیث نقل کی ہیں اور ابتدا میں کہا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کی رحلت کرنے کے بعد حضرت امیرؑ نے بطوع و رغبت بیعت کی حالانکہ صحیحین کی عبارت صریحاً اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب تک حضرت امیرؑ کو اعوان و انصار ملے اور بیعت سے انکار ممکن تھا بیعت قبول نہ کی مگر جب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھر گئے اور مضطر ہوئے اس وقت بیعت کی نیز ابن ابی الحدید نے کتاب سقیفہ احمد بن عبدالعزیز جوہری سے جس کی ہمیشہ توثیق و مدح کرتے ہیں روایت کی ہے کہ جب لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کی اس وقت زبیرؓ و مقدادؓ اور چند صحابہ کے ساتھ حضرت علیؑ کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے اور جناب امیر علیہ السلام خانۂ فاطمہ میں تھے اور یہ لوگ وہاں پر اپنے امور میں باہم صلاح و مشورہ کرتے تھے پس عمر آئے اور حضرت فاطمہؑ کے گھر میں داخل ہو گئے اور کہا اے دختر رسولِ خدا اگرچہ تمہارے پدر بزرگوار ہمارے نزدیک تمام خلق سے زیادہ محبوب ہیں مگر قسم بخدا یہ امر اس سے مانع نہیں ہے کہ اگر یہ لوگ تمہارے گھر میں جمع ہوں گے میں تمہارے گھر کو آگ لگا دوں گا۔ اور اس گھر کو ان کے بالائے سر جلا دوں گا اور جب عمر باہر نکلے اور وہ لوگ آئے حضرت فاطمہؑ نے ان سے کہا کہ عمر نے ایسا کہا اور مجھے یقین ہے کہ وہ ایسا کرے گا پس تم لوگ اس گھر میں نہ آؤ پس وہ لوگ چلے گئے اور ابوبکر کی بیعت کی پھر ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ معاویہ کے سخنان مشہورہ سے ہے کہ اس نے حضرت علیؑ کو لکھا کہ ابھی کل کی بات ہے کہ تم اپنی زوجہ کو دراز گوش پر سوار کر کے اور اپنے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کا ہاتھ تھام کر لوگوں کے دروازوں پر جاتے تھے جبکہ انہوں نے ابوبکر کی بیعت کی تھی اور تم نے چاہا کہ ان لوگوں کو مصاحب رسولِ خدا سے جنگ کرنے کے لئے جمع کریں مگر چار یا پانچ آدمیوں کے سوا کسی نے تمہارا قول قبول نہ کیا اور اگر تم حقدار ہوتے ضرور وہ لوگ تمہارا قول قبول کرتے اور اگر میں تمام باتوں کو فراموش کروں تب بھی اس بات کو فراموش نہیں کر سکتا کہ تم نے میرے باپ سے کہا تھا جبکہ وہ تم کو ابھارتا اور بھڑکاتا چاہتا تھا کہ اگر میں چالیس آدمیوں کو پاتا جو صاحب عزم ہوتے ضرور ابوبکر سے جنگ کرتا نیز کتاب جوہری سے روایت کی ہے کہ سلمانؓ و زبیرؓ و انصار حضرت رسولِ خدا کے بعد چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ کی بیعت کریں اور سلمانؓ نے کہا کہ تم لوگوں نے یہ درست و بہتر کیا کہ اختیار افضل

حضرت امیرؑ نے ہرگز خلفائے ثلاثہ سے بیعت اطاعت کی اور نہ ہی انکا صبر و سکوت ان کی خلافت کی دلیل ہو سکتا ہے اگر ان کا صبر و سکوت دلیل حقانیت خلفاء ہے تو سکوت و اعتزال ابراہیمؑ و موسٰیؑ و ہارونؑ دلیل حقانیت نمرود و فرعون و گوسالہ پرستان بنی اسرائیل غرضیکہ آپ کا صحابہ سے صلح رکھنا مطابق شان امامت ہے اور حضرت امیرؑ کی ایسی بیعت جو بشدت ظلم و ستم و زیر سایہ تیغ بعد ریغ منافقین ہوگئی ہو یا بعد وفات حضرت فاطمہؑ واقع ہوئی ہو۔ منافقین کو کوئی فائدہ نہیں دیتی سوائے اس کے کہ اپنے خلفاء کا جور و ستم ظاہر کریں۔ (مترجم)

کے ہاتھ میں نہ دیا مگر یہ خطا کی کہ اس کے معدن یعنی حضرت علیؑ کو نہ دیا۔ اور اگر ان کو دیتے کبھی تم میں سے دو شخص اختلاف نہ کرتے اور تم لوگ بہ رفاہیت زندگی بسر کرتے نیز جوہری نے ابو الاسود سے روایت کی ہے کہ بیعت ابوبکر پر مہاجرین سے چند اشخاص غضبناک ہوئے اور علیؑ و زبیر بھی غضبناک ہو کر حضرت فاطمہؑ کے گھر میں با سلاح داخل ہوئے پس عمر ایک گروہ کے ساتھ آیا جن میں کہ اسید بن حضیر اور سلمہ بن سلامہ بھی تھے حضرت فاطمہؑ نے فریاد کی اور اس گروہ کو خدا کی قسم دی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور ان لوگوں نے ہر طرف سے ہجوم کر کے حضرت علیؑ و زبیر کی تلواریں چھین کر دیوار پر دے ماریں اور توڑ دیں پھر ان کو جبراً باہر کھینچتے ہوئے لے گئے یہاں تک کہ ابوبکر کی بیعت کی۔ پس ابوبکر نے استادہ ہو کر ایک خطبہ پڑھا اور لوگوں سے عذر کیا کہ میری بیعت ایسا امر تھا جس سے فتنہ واقع ہوا اور خدا نے اس کے شر سے محفوظ رکھا مجھے خوف تھا کہیں فتنہ برپا نہ ہو قسم بخدا میں کسی دن خلافت کی حرص نہ رکھتا تھا مگر لوگوں نے اس امر کا بوجھ میری گردن پر رکھا ہے جس کی مجھے طاقت نہیں اور وہ کام میرے ہاتھ سے انجام نہیں پا سکتا بلکہ میں یہ چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص جو قوی تر ہو میری جگہ مقرر ہوتا غرضیکہ اس قسم کے بہت سے عذر کئے اور مہاجروں نے قبول کیا اور بروایت دیگر ثابت بن قیس بھی اس گروہ میں شامل تھا جو عمر کے ساتھ خانۂ فاطمہؑ میں داخل ہوئے اور بروایت دیگر عبدالرحمٰن بن عوف بھی تھا۔ اور محمد بن سلمہ بھی تھا اور اُس نے زبیر کی تلوار توڑی پھر کتاب جوہری سے بروایت سلمہ بن عبدالرحمٰن روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر منبر پر بیٹھے اس وقت حضرت علیؑ و زبیر بنی ہاشم کے ایک گروہ کے ساتھ خانۂ فاطمہؑ میں تھے پس عمر ان کے پاس آئے اور کہا بحق اس خدا کے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ بیعت کرنے کے لئے باہر آتے ہو یا میں اس گھر کو تمہارے بالائے سر جلاتا ہوں زبیر شمشیر برہنہ لے کر باہر نکلا انصار کا کوئی شخص یا زیاد بن لبید اس سے لپٹ گیا اور تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ پس ابوبکر نے منبر پر سے آواز دی کہ تلوار کو پتھر پر مارو پس پتھر پر تلوار کو مار کر توڑ دیا ابوبکر نے کہا ان کو چھوڑ دو کہ خدا ان کو لائے گا۔ اور جوہری نے کہا ہے کہ بروایت دیگر سعد بن ابی وقاص بھی اور مقدادؓ بھی خانۂ فاطمہؑ میں تھے اور یہ اس لئے جمع تھے کہ علیؑ کی بیعت کریں پس عمر نے گھر میں آگ لگا دی اس وقت زبیر تلوار لیکر باہر نکلا اور حضرت فاطمہؑ بھی روتی اور فریاد کرتی باہر آئیں پھر جوہری نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن موسیٰ حسینی سے ابوبکر و عمر کا حال پوچھا اس نے کہا میں تمہیں وہ جواب دیتا ہوں جو کہ عبداللہ بن حسن نے اس وقت دیا جب لوگوں نے اس سے ان دونوں کا حال پوچھا تھا پس اس نے کہا تھا کہ فاطمہؑ صدیقہ و معصومہ اور دختر پیغمبر مرسل تھیں اور حین رحلت اس گروہ پر غضبناک تھیں جن میں یہ دونوں بھی شامل تھے اس لئے ہم بھی غضب فاطمہؑ کے سبب غضبناک ہیں نیز امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ابن عباس کہتے تھے کہ میں نے عمر سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت رسول خدا کے بعد تمہارا صاحب خلافت کے لئے تمام خلق سے اولیٰ تھا مگر ہم دو چیز دیکھ

کے سبب خائف ہوئے پوچھا وہ دو چیزیں کون سی ہیں کہا ان کی کمسنی سے اور اولاد عبدالمطلب کے ساتھ ان کی
محبت سے خوف سے ڈر گئے پھر ابن ابی الحدید کہتا ہے ولیکن علیؑ کا بیعت ابوبکر سے انکار کرنا تا اینکہ بجبر و قہر
ان کو باہر لائے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے اس کو تمام محدثین نے اور سیرۃ و تاریخ کے راویوں نے بیان کیا ہے
اور جوہری نے جو کچھ کہ اس باب میں رجال حدیث سے نقل کیا ہے وہ بھی معلوم ہو چکا اور یہ سب ثقات
ہیں اور جوہری کے سوا اور لوگوں نے بھی اسقدر بیان کیا ہے جس کا احصار نہیں کر سکتے نیز جوہری نے ابوبکر
باہلی و اسمعیل بن مجاہد سے اور انہوں نے شعبی سے روایت کی ہے کہ ابوبکر نے عمر سے پوچھا کہ خالد بن ولید کہاں
ہے اس نے کہا حاضر ہے۔ پس ابوبکر نے کہا تم دونوں جا کر علیؑ و زبیر کو لاؤ کہ وہ بیعت کریں پس حضرت عمر گھر میں
داخل ہوئے اور خالد دروازہ پر کھڑا رہا۔ عمر نے زبیر سے کہا یہ تلوار کیسی ہے زبیر نے کہا علیؑ کی بیعت کے لئے
اس کو آمادہ و مہیا کیا ہے۔ اس گھر میں بہت لوگ جمع تھے مثل مقدادؓ وغیرہ اور تمام بنی ہاشم کے۔ پس عمر نے
زبیر کی تلوار کھینچ لی اور اسکو ایک پتھر پر مارا جو اس گھر میں تھا اور وہ تلوار ٹوٹ گئی پھر زبیر کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور باہر
لاکر خالد کے ہاتھوں میں دیا خالد کے ہمراہ ایک جمعیت کثیر تھی جو ابوبکر نے مدد کے لئے بھیجی تھی پھر عمر نے گھر میں
داخل ہو کر حضرت امیرؑ سے کہا اٹھو اور بیعت کرو حضرت نے انکار کیا اس نے حضرت کا بھی ہاتھ پکڑا اور باہر لاکر
خالد کے ہاتھ میں دیا پس انہوں نے ہجوم کیا اور بسختی تمام ان کو لے چلے مدینہ کے راستے میں تمام لوگ جمع ہوگئے
اور یہ حال دیکھتے تھے حضرت فاطمہؑ بنی ہاشم وغیرہ کی بہت سی عورتوں کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں اور نالہ و شیون
کی آواز بلند ہوئی حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر کو ندا دی اور فرمایا کہ تم لوگوں نے خانۂ اہلبیت پر کس قدر جلد یورش کی قسم
بخدا میں تجھ سے کلام نہ کروں گی تا اینکہ میں اپنے پروردگار سے ملاقات کروں۔ ابن ابی الحدید ان روایتوں کو بیان
کرنے کے بعد کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ امر صحیح ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے دنیا سے رحلت کی درحالیکہ ابوبکر و
عمر پر غضبناک تھیں اور وصیت کی یہ لوگ ان کے جنازہ پر نماز نہ پڑھیں۔ اور یہ امور ہمارے اصحاب کے نزدیک
از جملہ گناہان صغیرہ تھے چونکہ آمرزیدہ ہو گئے مگر اولیٰ یہ تھا کہ ان کو گرامی رکھتے اور ان کی حرمت کی رعایت کرتے نیز
ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں اپنے استاد ابوجعفر نقیب کے پاس وہ حدیث پڑھتا تھا کہ ہبار بن اسود نے
ہودج زینب دختر رسولؐ پر نیزہ مارا زینب ڈر گئیں اور جو فرزند کہ ان کے شکم میں تھا سقط ہو گیا اس لئے حضرت
رسولؐ نے روز فتح مکہ اس کا خون ہدر کیا تھا جب میں نے یہ حدیث پڑھی نقیب نے کہا جبکہ رسولؐ خدا نے
ہبار کا خون ہدر و مباح کیا زینب کے ڈرانے اور اس کے فرزند کے سقط ہونے کے سبب۔ پس ظاہر حال یہ ہے کہ اگر زندہ
ہوتے اس شخص کا خون بھی ہدر و مباح کرتے جس نے کہ حضرت فاطمہؑ کو ڈرایا اور ان کے فرزند کو ہلاک کیا۔ ابن ابی الحدید کہتا
ہے کہ میں نے نقیب سے کہا کہ میں یہ امر تیری زبانی روایت کروں کہ صحابہ نے فاطمہؑ کو ڈرایا اور ان کا فرزند سقط ہوا کہ

نام جس کا محسن تھا پس اس نے تقیہ کیا اور کہا کہ اس امر کے نہ تو صحیح ہونے کو مجھ سے روایت کرو اور نہ باطل ہونے کو بیان کرو کیونکہ میں اس باب میں توقف کرتا ہوں پھر ابن ابی الحدید نے روایت سقیفہ کو جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے محمد بن جریر طبری سے جو کہ ان کے مورخوں میں معتمد تر ہے نقل کیا ہے اور واقدی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب اسید ابن حضیر اور سلمہ بن اسلم اور ایک جماعت کو ہمراہ لے کر دروازہ خانہ حضرت علیؑ پر آئے اور کہا باہر نکلو ورنہ یہ گھر میں تمہارے بالائے سر جلاتا ہوں اور کتاب غرر میں زید بن اسلم سے روایت ہے وہ کہتا تھا کہ میں ان لوگوں میں تھا جو عمر کے ہمراہ لکڑیاں لے کر دروازہ خانہ فاطمہؑ پر گئے تھے جبکہ علیؑ اور ان کے اصحاب نے بیعت سے انکار کیا تھا پس عمر نے فاطمہؑ سے کہا کہ جو لوگ اس گھر میں ہیں ان کو باہر نکال دو۔ ورنہ اس گھر کو اور جو اس میں ہیں جلا دیتا ہوں اس وقت حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور چند دیگر صحابہ اس گھر میں تھے۔

حضرت فاطمہؑ نے کہا آیا تو میرے اور میرے فرزندوں پر یہ گھر جلا دے گا اس نے کہا واللہ میں ایسا ہی کروں گا ورنہ یہ لوگ باہر آئیں اور بیعت کریں ابن عبدربہ جو مخالفوں کا عالم مشہور ہے کہتا ہے کہ علیؑ و عباس حضرت فاطمہؑ کے گھر میں تھے ابوبکر نے عمر سے کہا کہ اگر یہ لوگ یہاں آنے سے انکار کریں ان سے جنگ کر عمر آگ لے کر آیا کہ خانہ فاطمہؑ جلا دے حضرت فاطمہ نے کہا اے فرزند خطاب تو ہمارا گھر جلانے آیا ہے اس نے کہا ہاں پھر ابن ابی الحدید نے سقیفہ کا حال کتاب جوہری سے نقل کیا ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے مگر اس سے مبسوط تر ہے یہاں تک کہا ہے کہ بنی ہاشم خانہ علیؑ میں جمع ہوئے اور زبیر بھی ان کے ہمراہ تھا کیونکہ وہ خود کو بنی ہاشم سے جانتا تھا اور حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ ہمیشہ زبیر ہم اہلبیت کے ساتھ تھا یہاں تک کہ اس کے فرزند جوان ہوئے اور اس کو ہم سے پھیر دیا پس عمر ایک گروہ کے ہمراہ خانہ حضرت فاطمہؑ کی طرف گیا اسید و سلمہ بھی اس کے ہمراہ تھے عمر نے کہا آؤ اور بیعت کرو ان لوگوں نے انکار کیا اور زبیر تلوار نکال کر باہر نکلا عمر نے کہا اس کو پکڑو سلمہ بن اسلم نے اس کی تلوار چھین کر دیوار پر دے ماری پھر اس کو اور علیؑ کو کھینچ کر ابوبکر کی طرف لے گئے اور بنی ہاشم بھی ساتھ تھے حضرت علیؑ کہتے تھے کہ میں خدا کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں جب حضرت امیرؑ کو ابوبکر کے پاس لائے اور کہا بیعت کرو فرمایا کہ میں اس امر کا تم سے زیادہ مستحق ہوں اور تمہاری بیعت نہیں کرتا بلکہ تم لوگ اس کے زیادہ سزاوار ہو کہ میری بیعت کرو تم نے محض قرابت رسولؐ کے سبب یہ امر انصار سے لیا ہے اب میں بھی وہی حجت تم پر قائم کرتا ہوں پس اگر خوف خدا ہے تو انصاف کرو اور ہمارے حق کا اقرار و اعتراف کرو جیسا کہ انصار نے تمہارے حق کا اعتراف کیا تھا ورنہ خلافت پر متصرف ہو کر دیدہ و دانستہ ستم کرتے ہو عمر نے کہا ہم تم سے دست بردار نہیں ہوتے جب تک کہ بیعت نہ کرو گے حضرت علیؑ نے فرمایا تم دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ خوب سازش کی ہے

تو آج اس لیئے اس کی بیعت طلب کرتا ہے تاکہ کل کے روز وہ یہ خلافت تیری طرف پھیر دے قسم بخدا میں تیرا کہنا نہیں مانتا اور اس کی بیعت نہیں کرتا ابو بکر نے کہا کہ اگر تم میری بیعت نہیں کرتے میں بھی تم پر جبر نہیں کرتا ابو عبیدہ نے کہا اے ابو الحسن تم کمسن ہو اور یہ لوگ تمہاری قوم کے بوڑھے ہیں تمہیں ان کا تجربہ حاصل نہیں ہے اور ابو بکر میں تم سے زیادہ اس امر کی قوت ہے اور اس بار کو اٹھانے کی طاقت رکھتے ہیں پس تم اس کی خلافت پر رضامند ہو اگر تم زندہ رہو گے اور تمہاری عمر دراز ہوگی اسوقت تم اس امر کے سزاوار ہو گے بسبب اس فضیلت و مراتب کے جو کہ تم کو حاصل ہے اور بسبب ان کوششوں اور جہادوں کے جو کہ تم نے کیا ہے حضرت علیؑ نے فرمایا اے گروہِ مہاجرین خدا سے ڈرو اور سلطنت محمدؐ کو ان کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں کی طرف نہ لیجاؤ اور ان کی اہلبیت کو ان کے مقام سے اور ان کے حق سے محروم نہ کرو اے گروہ مہاجرین قسم بخدا کہ ہم اہلبیت اس امر کے لیے تم سے زیادہ سزاوار و حقدار ہیں کیونکہ تمہارے درمیان ایک ایسے شخص کا ہونا لازم ہے جو کتاب خدا کو پڑھے اور جانے اور دین خدا میں فقیہ اور سنت رسول کا جاننے والا ہو اور رعیت کے امور کا انتظام کر سکے اور قسم بخدا کہ یہ سب امور ہم میں ہیں پس اپنی خواہش کی پیروی نہ کرو کہ حق سے دور ہوتے ہو پس بشیر بن سعد نے کہا یا علیؑ اگر انصار اس کلام کو بیعت سے پہلے تم سے سنتے کوئی بھی تمہارے باب میں اختلاف نہ کرتا مگر اب انصار نے ابو بکر کی بیعت کر لی ہے پس حضرت علیؑ اپنے گھر کی طرف پھر گئے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ پھر کتاب سقیفہ سے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کرتا ہے کہ علیؑ نے بوقت شب حضرت فاطمہؑ کو سوار کیا اور انصار کے گھر جا کر ان سے مدد طلب کی مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور کہا اے دختر رسول خدا ہم نے اس شخص کی بیعت کی ہے اگر تمہارے ابن عم اس سے پہلے کہتے تو ہم ان سے کبھی انحراف نہ کرتے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ کیا میں حضرت رسالتمآبؐ کو بے غسل و کفن و دفن چھوڑ کر خلافت طلب کرنے آتا؟ پس حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ میرے ابن عم نے جو کیا ٹھیک کیا محمد بن مسلم بن قتیبہ تے جو عامہ کا بڑا مورخ ہے اپنی تاریخ میں سقیفہ کی کیفیت جیسا کہ پیشتر مذکور ہو چکی روایت کی ہے مگر اس سے بھی بڑا مبسوط تر ہے تا اینکہ کہتا ہے کہ جب ابو بکر کو یہ خبر پہنچی کہ ایک گروہ نے اس کی بیعت سے تخلف کیا ہے اور علیؑ کے گھر میں جمع ہو رہے ہیں عمر کو ان کے پاس بھیجا اور ان کو طلب کیا جب ان لوگوں نے آنے سے انکار کیا عمر نے لکڑیاں منگا کر کہا بحق اس خدا کے جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے۔ اگر تم باہر نہ آئے تو میں اس گھر کو اور ان لوگوں کو جو اس گھر میں ہیں جلا دیتا ہوں لوگوں نے کہا حضرت فاطمہؑ اس گھر میں ہیں عمر نے کہا اگرچہ وہ بھی ہوں میں ضرور جلاؤں گا پس سوائے علیؑ کے سب نے بیعت کی مگر علیؑ نے فرمایا میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گھر سے باہر نہ نکلوں گا۔ پس حضرت فاطمہؑ دروازہ پر ایستادہ ہوئیں اور فرمایا کہ میں نے تم سے

زیادہ کوئی قوم احسان فراموش نہ دیکھی کہ رسولِ خدا کا جنازہ ہمارے سامنے چھوڑ دیا اور بغیر ہماری مصلحت کے خلافت غصب کرنے کی طرف متوجہ ہوئے پس عمر نے ابوبکر کے پاس آ کر کہا کہ حضرت علیؑ نے بیعت سے تخلف کیا ہے کیا تو انہیں اسی طرح گھر میں رہنے دے گا پس ابوبکر نے قنفذ سے کہا کہ تو جا اور علیؑ کو بلا لا۔ قنفذ گیا اور کہا کہ تم کو خلیفۂ رسول نے طلب فرمایا ہے حضرت امیرؑ نے کہا کہ تم لوگوں نے کس قدر جلد رسول خدا پر دروغ و افترا کیا ہے پس قنفذ نے واپس آ کر حضرت ابوبکر سے ایسا ہی کہا حضرت ابوبکر نے گریہ کیا اور کہا جاؤ اور کہو کہ تم کو امیر المومنین نے بلایا ہے۔ جب قنفذ نے جا کر یہ کہا حضرت امیرؑ نے فرمایا سبحان اللہ وہ ایسے امر کا دعوے کرتا ہے جو اس کے لئے حاصل نہیں۔ پس جب قنفذ یہ پیام لایا پھر ابوبکر نے گریہ کیا پس حضرت عمر ایک گروہ کو لیکر خانۂ فاطمہؑ کے دروازہ پر آئے اور دستک دی حضرت فاطمہؑ نے جب ان لوگوں کی آواز سُنی رونے لگیں اور فریاد کی کہ یا رسول اللہ تمہارے بعد ہم نے فرزند خطاب اور فرزند ابی قحافہ سے کیا کیا مصیبتیں کھینچی ہیں جب لوگوں نے حضرت فاطمہؑ کے رونے کی آواز سُنی روتے ہوئے پھر گئے اور قریب تھا کہ ان کے دل شق اور ان کے جگر پارہ پارہ ہو جائیں مگر حضرت عمر چند لوگوں کے ہمراہ وہیں رہے تا اینکہ علیؑ کو گھر سے نکال کر ابوبکر کے پاس پہنچایا اور ان سے کہا کہ بیعت کرو علیؑ نے فرمایا اگر نہ کروں گا تو کیا کرو گے کہا قسم بخدا تمہیں قتل کریں گے۔ علیؑ نے فرمایا کہ کیا بندۂ خدا اور برادرِ پیغمبر کو قتل کرو گے عمر نے کہا تم بندۂ خدا تو ہو مگر برادرِ رسول نہیں ہو ابوبکر خاموش رہے اور کچھ نہ کہا عمر نے ابوبکر سے کہا کہ علیؑ کے باب میں تیرا حکم کیا ہے اس نے کہا کہ میں ان پر کسی امر میں جبر نہیں کر سکتا تا وقتیکہ فاطمہؑ ان کے پہلو میں ہیں پس حضرت علی حضرت رسولؐ کی قبر مطہر کے پاس روتے ہوئے گئے اور فریاد کی یا ابن امّ ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی پس عمر نے ابوبکر سے کہا کہ آؤ فاطمہؑ کے گھر چلیں کیونکہ ہم نے ان کو غضبناک کر دیا ہے جب یہ دونوں آئے اور اجازت طلب کی حضرت فاطمہؑ نے اجازت نہ دی پس حضرت امیرؑ کی خدمت میں آئے اور خواہش ظاہر کی کہ وہ انکے لئے اجازت طلب کریں۔ حضرت امیرؑ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ ان کو اجازت دیں اور حضرت فاطمہؑ کے منہ پر کپڑا اوڑھا دیا جب یہ دونوں گھر میں آئے حضرت فاطمہؑ نے ان کی طرف سے دیوار کی طرف منہ پھیر لیا دونوں نے سلام کیا مگر حضرت فاطمہؑ نے جواب نہ دیا پس ابوبکر نے کہا اے حبیبۂ رسولؐ خدا میں اپنی قرابت کے صلہ سے زیادہ رسولؐ خدا کی قرابت کے صلہ کو دوست رکھتا ہوں کیا آپ کو یہ گمان ہے کہ میں آپ کو پہچانوں اور آپ کے حق سے آگاہ ہوں پھر رسول خدا کی میراث آپ کو نہ دوں مگر میں نے حضرت رسول خدا سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ہم گروہ انبیا میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ کہ ہمارے بعد باقی رہتا ہے

وہ صدقہ ہے حضرت فاطمہؑ نے فرمایا اگر میں ایک حدیث رسولِ خدا سے روایت کروں کیا تم لوگ اس کا
اقرار کرو گے جواب دیا کہ ہاں ارشاد فرمایا کہ میں تم کو قسم دیتی ہوں کہ آیا تم نے آنحضرتؐ سے نہیں سنا ہے
کہ فرماتے تھے رضائے فاطمہؑ میری رضا ہے اور غضب فاطمہ میرا غضب ہے جو میری دختر کو دوست رکھے
پس بتحقیق اس نے مجھے دوست رکھا اور جو فاطمہ کو غضب میں لائے بتحقیق وہ مجھے غضب میں لاتا ہے کہا
ہاں ہم نے حضرت رسالتمآبؐ سے یہ حدیث سنی ہے حضرت فاطمہؑ نے فرمایا پس میں خدا کو اور اس کے ملائکہ
کو گواہ کرکے کہتی ہوں کہ تم نے مجھے غضبناک کیا ہے اور خوش نہیں کیا ہے پس جب رسول خدا سے ملاقات
کروں گی تمہاری اس امر کی شکایت اُن سے کروں گی۔ ابوبکر نے کہا اے فاطمہ میں خدا کے غضب سے اور
تمہارے غضب سے خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں پس ابوبکر نے بے انتہا گریہ کیا۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا قسم
بخدا میں ہر ایک نماز میں تجھ پر نفرین کروں گی۔ ابوبکر نے کہا میں ہر ایک نماز میں تمہارے لئے دعا کروں گا پس
حضرت ابوبکر روتے ہوئے باہر آئے۔ اور لوگوں سے کہا کہ تم میں سے ہر شخص جا کر اپنی زوجہ کے پاس خوشحال
سوتا ہے مجھے اس حال میں چھوڑا ہے پس مجھے تمہاری بیعت کی احتیاج نہ ہے تم لوگ میری بیعت سے
نکل جاؤ لوگوں نے کہا اے خلیفہ رسول یہ امر تیرے سوا مستقیم نہیں ہوتا اگر تو اپنی بیعت کا انکار کرے گا دین خدا
برپا نہ ہوگا ابوبکر نے کہا اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ عروۃ الوثقیٰ اسلام سست ہو جائے گا ہر آئینہ ایک رات بھی
تمہاری بیعت کے ساتھ نہ سوتا اس کلام کے بعد جو میں نے حضرت فاطمہؑ سے سنا ہے پس علیؑ نے بیعت
نہ کی تا اینکہ فاطمہ نے رحلت فرمائی اور حضرت فاطمہ اپنے پدر بزرگوار کے بعد پچھتر دن زندہ رہیں اور بلاذری
جو مخالفوں کا مشہور محدث و مورخ ہے اور نہایت تعصب رکھتا ہے روایت کرتا ہے کہ جب ابوبکر
نے علیؑ کو بیعت کرنے کے لئے بلایا اور علیؑ نے قبول نہ کیا عمر آگ لے کر آیا کہ گھر کو جلا دے حضرت
فاطمہؑ نے دروازے پر آکر اس سے کہا اے فرزند خطاب کیا تو گھر کو میرے جلائے گا اس نے
کہا ہاں اور یہ اُس سے قوی تر ہے جو کچھ تمہارے باپ لائے ہیں۔ نیز بلاذری نے ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ جب علیؑ نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا ابوبکر نے عمر کو بھیجا کہ ان کو نہایت سختی کے ساتھ
لے آ۔ پس جب ان کو لائے ان کے درمیان کچھ گفتگو واقع ہوئی حضرت امیرؑ نے عمر سے کہا کہ وہ دودھ دوہ جس کا
نفع تیرے لئے ہو قسم بخدا ابوبکر کی امارت پر تجھ کو حریص نہیں کیا مگر اس امید پر کہ وہ کل کے روز تجھے دوسروں
پر اختیار کرے اور ابراہیم ثقفی نے زہری سے روایت کی ہے کہ علیؑ نے بیعت نہیں کی مگر چھ مہینے کے بعد
اور لوگوں نے ان پر جرأت نہیں کی مگر حضرت فاطمہؑ کی وفات کے بعد نیز ابراہیم نے روایت کی ہے کہ
قبیلہ اسلم نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک بریدہ بیعت نہیں کرے گا ہم بھی بیعت

نہیں کریں گے کیونکہ حضرت رسالتمآبؐ نے بریدہ سے فرمایا کہ میرے بعد علیؑ تمہارا ولی ہے پس حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ دو امروں میں ان لوگوں نے مجھے مخیر کیا ہے ایک یہ کہ میرا حق چھین لیں اور مجھ پر ظلم کریں اور میں ان کی بیعت کروں دوسرے یہ کہ جنگ و جدال کی نوبت پہنچے اور لوگ مرتد ہو کر دین سے پھر جائیں پس میں نے اس امر کو اختیار کیا کہ یہ لوگ مجھ پر ظلم و ستم کریں تاکہ لوگ دین سے پھر نہ جائیں نیز عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے کسی شخص پر اس قدر رحم نہیں کیا جس قدر کہ علیؑ پر کیا تھا جبکہ ان کا گریبان کھینچتے ہوئے ابوبکر کے پاس لائے اور ابوبکر نے ان سے کہا کہ بیعت کرو علیؑ نے کہا اگر میں نہ کروں تو کیا کرو گے اس نے کہا میں تمہارا سر تمہارے بدن سے جدا کر دوں گا۔ پس علیؑ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور کہا خداوندا تو اس ظلم و ستم پر گواہ رہ پھر اپنا داہنا ہاتھ بلند کیا اور وہ اس بیعت پر راضی ہو گئے اس مقام پر مولف فرماتے ہیں کہ اے طالب حق و یقین آگاہ ہو کہ ابوبکر کی خلافت پر مخالفوں کی دلیل عمدہ بہتر یہی ہے کہ تمام صحابہ نے اس کی خلافت پر اجماع کیا ہے اور اجماع حجت ہے پس لازم ہے کہ اس کی خلافت برحق ہو اور خود مخالفوں نے اجماع کی تعریف یہ کی ہے کہ اجماع وہ ہے کہ تمام مجتہدان عصر کسی امر پر ایک وقت میں اجماع و اتفاق کریں اور اس اجماع میں بہت کلام اور بحث ہے پہلی بحث اپنے اصول کی کتابوں میں مخالفوں نے اس مسئلہ میں بہت سے اختلاف کئے ہیں پہلا اختلاف یہ ہے کہ آیا ایسے امر کی تحقیق ممکن ہے یا محال دوسرا اختلاف یہ ہے کہ بر تقدیر امکان آیا کسی امر میں ایسا متحقق ہوا ہے یا کہ نہیں تیسرا اختلاف یہ ہے بر تقدیر تحقیق آیا کسی امر کی حقیقت کی دلیل ہوتا ہے یا کہ نہیں چوتھا اختلاف یہ ہے بر تقدیر حجت ہونے کے آیا حد تواتر کو پہنچنا شرط ہے یا کہ نہیں اور ان میں سے ہر ایک امر میں بہت سے نزاع و اختلاف واقع ہوئے ہیں پس اجماع کے سبب امامت ابوبکر کا اثبات ان تمام امور کے ثابت ہونے پر موقوف ہے اور جو علمائے مخالفین ان امور کے قائل نہیں ہیں وہ اس دلیل سے کیونکر استدلال کر سکتے ہیں۔ پھر اس میں اختلاف کیا ہے کہ جن لوگوں نے اس رائے پر اتفاق کیا ہے ان کا تادم مرگ اس رائے پر باقی رہنا اجماع کے حجت ہونے کی شرط ہے یا کہ نہیں پھر اس میں اختلاف کیا ہے کہ تنہا یہ اجماع حجت ہے یا لازم ہے کہ کوئی مستند بھی رکھتا ہو اور وہ مستند حجت ہے اور جو مستند کہ بیان کرتے ہیں وہ قیاس فقہی ہے کہ ریاست دین و دنیا کو نماز پر قیاس کیا ہے اور وہ کئی وجہوں سے باطل ہے پہلی وجہ علمائے امامیہ نے عامہ و خاصہ کے طریقہ سے بسیار سے ثابت کیا ہے کہ ابوبکر کا نماز پڑھانا حضرت رسالتمآبؐ کے حکم سے نہ تھا بلکہ عائشہ کے کہنے کے مطابق تھا اور جب حضرت رسالتمآبؐ کو اس امر کی اطلاع ہوئی باوجود اس ضعف کے حضرت علی علیہ السلام اور فضل بن عباس یا عباس پر ٹیکا دے کر مسجد میں تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر کو محراب سے ہٹا کر خود

حضرت رسالتمآبؐ نے بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی جیسا کہ عروہ سے صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت رسولِ خدا نے اپنی مرض میں خفت پائی پس باہر تشریف لائے اور محراب کی طرف گئے پس ابوبکر حضرتؐ کی نماز کی اقتدا کرتا تھا اور تمام لوگ ابوبکر کی نماز یعنی تکبیر کے سبب نماز پڑھتے تھے دوسری وجہ قیاس کا حجت ہونا ممنوع ہے اور علمائے اہلسنت وظاہر یہ اہلسنت وتمام معتزلہ قیاس کو حجت نہیں جانتے اور اس کے باطل ہونے کی بابت قوی دلیلیں بیان کرتے ہیں تیسری وجہ بر تقدیر حجت ایسی حالت میں حجت ہے کہ اصل میں ایک علت ہو اور اس علت میں فرع بھی اصل کے مساوی ہو مگر اس مقام میں یہ امر مفقود ہے کیونکہ وہ لوگ امامت نماز کو ہر ایک نیک کردار و بدکار کے لئے جانتے ہیں اور خلافت کے لئے عدالت وشجاعت اور قرشی ہونے کو اور نیز دوسری شرطوں کو مشروط جانتے ہیں نیز امامتِ جماعت ایک امر ہے جس میں زیادتی علم درکار نہیں ہے اور شجاعت وتدبیر امور رعیت بھی ضروری نہیں اور چونکہ خلافت تمام امور دین ودنیا کی سلطنت وریاست ہے اس لئے اس میں زیادہ علم درکار اور بیشتر شرطیں ضرور ہیں جن میں سے ایک شرط بھی حضرت ابوبکر وعمر وعثمان میں موجود نہ تھی اور ہر امر میں الجھ کر رہ جاتے تھے اور حضرت امیر علیہ السلام اور دیگر صحابہ سے اعانت طلب کرتے تھے اور بعض منافقین جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا نے اس کو ہمارے دین کے لئے اختیار کیا تھا پھر ہم اس کو امور دنیا کے لئے کیوں اختیار کریں یہ محض کذب وخطا ہے اور ان کے محققین نے مثل شارح تجرید وغیرہ کی امامت کی تعریف دین ودنیا کی حکومت عامہ کے ساتھ کی ہے۔ نیز اگر یہ دلیل امامت تھی اس نے انصار کے مقابلہ میں یہ دلیل کیوں نہ کی اور قرابت رسولؐ سے کیوں متمسک ہوتے تھے چوتھی وجہ اگر قیاس حجت ہے مسائل فروع میں حجت ہے نہ کہ مسائل اصول میں اور بر تقدیریکہ ہم ان تمام امور کو تسلیم بھی کر لیں پس ہم یہ معارضہ کرتے ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام کو غزوۂ تبوک میں شہر مدینہ میں حضرت رسالتمآبؐ نے اپنا خلیفہ قرار دیا اور پھر انکو معزول نہیں فرمایا اور جب حضرت امیر علیہ السلام مدینہ میں خلیفہ تھے تمام شہروں کے بھی خلیفہ ہوں گے کیونکہ کوئی بھی شخص ان کے معزول ہونے کا قائل نہیں اور یہ دلیل ان کی دلیل سے قوی تر ہے کیونکہ خلافت مدینہ خلافت دین ودنیا تھی برخلاف خلافت نماز کے اور دوسری بحث یہ ہے کہ سابقہ روایت سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ان کا اجماع کیسا اجماع تھا یعنی سعد بن عبادہ اور اس کے تمام اصحاب اس اجماع میں شامل نہ تھے اور ان لوگوں نے مطلقاً ابوبکر کی بیعت نہ کی اور اہلبیت رسالت اور تمام بنی ہاشم نے بھی چھ ماہ تک بیعت نہ کی اور جن لوگوں نے بظاہر بیعت کی تھی ان لوگوں نے بھی بیعت نہ کی تھی جب تک کہ مخالفوں نے خانۂ اہلبیت میں آگ نہیں لگائی اور تلواریں نہیں نکالیں پس جو ظلم کر تسلط پائے اور فاسقوں کا ایک گروہ مال وجاہ کی طمع سے اسکی موافقت کرے ضرور ہے کہ وہ خلیفۂ رسول قرار پائے اور اس کی اطاعت تمام اہل علم وفضل وصلاح پر

لازم و واجب ہو اور معلوم نہیں ہے کہ بخت نصر اور نمرود و شداد و مسیلمہ کذاب کی بیعت بھی اس رسوائی سے واقع ہوئی ہو اور اگر یہ کہیں کہ پہلے اجماع متحقق نہیں ہوا مگر جبکہ چھ ماہ بعد حضرت امیرؑ نے بیعت کی اسوقت اجماع متحقق ہوا ہم یہ جواب دیں گے کہ وہ بھی ممنوع ہے بلکہ ثابت و ظاہر ہے کہ سعد بن عبادہ اور اس کی اولاد اس بیعت میں ہرگز داخل نہ تھے جیسا کہ ابن عبدالبر نے کتاب استیعاب میں ترجمہ ابوبکر کے ضمن میں لکھا ہے کہ لوگوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر کی خلافت پر بیعت کی جس روز کہ حضرت رسالتمآبؐ نے دنیا سے رحلت فرمائی اور دوسرے دن کہ روز سہ شنبہ تھا بیعت عامہ واقع ہوئی مگر سعد بن عبادہ اور خزرج کے ایک گروہ نے اور قریش کے ایک گروہ نے اس کی بیعت سے تخلف کیا نیز ابن عبدالبر نے اپنی کتاب مذکور میں اور ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ میں کہا ہے کہ سعد نے نہ تو ابوبکر کی اور نہ ہی عمر کی بیعت کی اور بیعت کے لئے اس پر دوسروں کی مانند جبر بھی نہ کر سکے کیونکہ قبیلہ خزرج میں اس قوم کے لوگ بہت تھے پس اس کے فتنہ سے اجتناب کیا۔ جب عمر خلیفہ ہوئے ایک روز سعد کو دیکھا کہا اے سعد یا تو تو ہماری بیعت میں داخل ہو جا یا اس شہر سے نکل جا سعد نے کہا جس شہر کا تو امیر ہو وہاں میرا رہنا حرام ہے پس وہ مدینہ سے شام کی طرف گیا اور وہ نواحی دمشق میں بہت قبیلے رکھتا تھا اور ہر ہفتہ ایک جماعت کے پاس رہتا تھا ایک روز ایک قریہ سے دوسرے قریہ کو جاتا تھا کہ کسی نے باغستان سے اچانک ایک تیر مار کر اس کو ہلاک کر دیا اور صاحب روضۃ الصفا کا بیان ہے کہ سعد نے ابوبکر کی بیعت نہ کی اور شام کی طرف چلا گیا پھر ایک مدت کے بعد ایسے شخص کی تحریک سے قتل ہوا جو کہ از جملۂ عظما تھا اور ظاہر ہے کہ اس سے کون شخص مراد ہے اور بلاذری نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے کہ عمر نے خالد بن ولید اور محمد بن مسلمہ انصاری کو سعد کے قتل کرنے کا حکم دیا اور ان میں سے ہر ایک شخص نے اس کو ایک تیر مارا کہ وہ ہلاک ہو گیا پس لوگوں کو گمان میں ڈالا کہ جن نے اس کو قتل کیا ہے اور اس شعر مشہور کو جن کی زبانی وضع کیا اور جو کچھ کہ حضرت امیرؑ نے معاویہ کے جواب میں لکھا تھا وہ صریحاً اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت امیرؑ نے باختیار خود بیعت نہیں کی تیسری بحث بر تقدیریکہ تحقیق بیعت کو چھ ماہ کے بعد تسلیم بھی کر لیں پس تحقیق بیعت سے پہلے اس عرصہ دراز میں بغیر کسی حجت کے مسلمانوں کے نفوس و فروج اور خون و مال میں کیوں تصرف کرتے اور اطراف و نواح میں کیوں لشکروں کو بھیجتے تھے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ مخالفوں نے اجماع کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ اہل اجماع کسی امر پر ایک وقت میں اتفاق کر لیں کیونکہ اگر ایک وقت میں نہ ہو ممکن ہے کہ متقدمین یعنی جنہوں نے پہلے اتفاق کیا ہے پیش از موافقت متاخرین اس رائے سے پھر جائیں پس ابوبکر کا اجماع جو تدریج منعقد ہوا ہے کیا فائدہ دیتا ہے اور بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ مخالفوں کے اکثر متاخرین جیسا کہ ملا سعد الدین

نے مقاصد میں اور صاحب مواقف و سید شریف نے جب دیکھا کہ ایسے اجماع سے متمسک ہونا باعث فضیحت ہے اجماع سے دست بردار ہوئے اور کہتے ہیں کہ جب باختیار و بیعت امامت کا حاصل ہونا ثابت ہو چکا تمام اہل حل و عقد کے اجماع کا محتاج نہیں ہے کیونکہ عقل و نقل سے کوئی دلیل اس پر قائم نہیں ہوتی ہے بلکہ اہل حل و عقد سے ایک یا دو شخصوں کی بیعت ثبوت امامت اور اہل اسلام پر امام کی متابعت واجب ہونے کے لئے کافی ہے اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ نے باوجود اس صلابت کے جو دین میں رکھتے تھے امامت کے بارے میں اسی پر اکتفا کیا ہے جیسا کہ عمر کا ابوبکر کو اور عبدالرحمان کا عثمان کو مقرر کرنا اور اس مقرر کرنے میں ان لوگوں کے اجماع کی بھی شرط نہیں ہے جو کہ مدینہ میں موجود ہوں چہ جائیکہ تمام امت اور ہر ایک شہر کے عالموں کے اجماع کا کیا ذکر ہے اور اس امر میں کسی نے ان کے قول کا انکار نہیں کیا بلکہ انصار نے اس کے بعد اس وقت تک اسی پر اتفاق کیا ہے اور ملا سعد الدین نے شرح مقاصد میں کہا کہ ابوبکر کی خلافت کی کئی دلیلیں ہیں پہلی دلیل تو یہ ہے کہ اہل حل و عقد کا اجماع ہے اگرچہ بعضوں سے تردد و توقف کے بعد ہوا ہو جیسا کہ روایت کرتے ہیں کہ انصار نے کہا مِنَّا اَمِیْرٌ وَ مِنْکُمْ اَمِیْرٌ یعنی ہم میں سے ایک امیر اور تم میں سے ایک امیر قرار پائے اور ابوسفیان نے کہا ہے کہ اے فرزندان عبد مناف تم راضی ہو گئے کہ تیم تمہارا والی ہو میں مدینہ کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا اور صحیح بخاری وغیرہ کتب میں مذکور ہے کہ حضرت علیؑ کی بیعت بہت توقف کرنے کے بعد تھی اور ابوبکر کی عمر و عبیدہ کو علیؑ کے پاس بھیجنے میں ایک روایت لطیف ہے جس کو ثقات نے لبند ہائے صحیح ذکر کیا ہے وہ جانبین کی گفتگوئے بسیار اور عمر کی تھوڑی کا سختی و درشتی پر مشتمل ہے اور روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امیر علیہ السلام آئے اور بیعت کی اٹھنے کے وقت کہا کہ اس امر میں تجھ کو برکت دے جس نے کہ مجھے آزردہ کیا اور تمہیں شاد کیا اور یہ جو روایت کرتے ہیں کہ سب لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی اور علیؑ و زبیر و مقدادؓ و سلمانؓ و ابوذرؓ نے تخلف کیا پھر دوسرے روز علیؑ معہ اپنے اصحاب کے آئے اور بیعت کی پس یہ محل نظر ہے اور فخر رازی نہایۃ العقول میں کہتا ہے کہ خلافت ابوبکر پر اس کی حیات میں اجماع منعقد نہیں ہوا بلکہ اس کی وفات کے بعد زمانہ خلافت عمر میں جبکہ سعد بن عبادہ ہلاک ہوا اجماع منعقد ہوا پس اے عاقل دیندار تو بغور و تامل نظر کر کہ شیطان نے مخالفین کے فاضلوں کو کس طرح مسخر کیا ہے کہ فضیحت اجماع سے گزر کے اپنے کو ایک بڑی بلا سے بدہیں گرفتار کرتے ہیں اور جبکہ اجماع متحقق نہ ہوا تو پھر اس بیعت کا حجت ہونا کہاں سے ثابت ہے کیونکہ اخبار سقیفہ سے معلوم ہو چکا کہ اس کی بنا قبیلہ اوس و خزرج کے تعصب و معاندہ پر تھی اور نیز اس توطیہ پر تھی جو ابوبکر و عمر کے درمیان ہوا تھا کہ وہ ابوبکر کو خلیفہ کرے اور ابوبکر اپنے بعد اس کو خلیفہ قرار دے اور جبکہ باعتبار بیعت نہ کرنے اس جماعت کے اجماع متحقق نہ ہو عدم انکار

کیونکہ معلوم ہوسکتا ہے اور جس صورت میں وہ لوگ ایک شخص کی بیعت کافی جانتے تھے پھر باوجود ہزاروں آدمیوں کے بیعت کرنے کے تحقق امامت میں ابوبکر سے کیوں معارضہ کرتے تھے بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ امامت ابوبکر اور اجماع امت کے بیعت ذکانی ہوتے پر اجماع متحقق تھا جیسا کہ ان کی صحاح میں مذکور ہے کہ عرصہ چھ ماہ تک بنی ہاشم میں سے کسی نے بیعت نہ کی اور تمام اہلبیت بھی ان میں تھے حالانکہ اجماع اہلبیت حجت ہے باعتبار اس حدیث متواتر کے اِنّی تَارِکٌ فِیکُمُ الثَّقلَین اور یہ اعتبار اس حدیث مشہور کے مَثَلُ اَھلِ بَیتِی کَمَثَلِ سَفِینَۃِ نُوحٍ اور صاحب کشاف باوجود شدت تعصب کے روایت کرتا ہے کہ حضرت رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ میری روح ہے اور اس کے دونوں فرزند میرے میوۂ دل ہیں اور اس کا شوہر میری آنکھوں کا نور ہے اور اس کی اولاد کے ائمہ میرے پروردگار کے امین ہیں اور وہ ریسمان ہیں جو اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان لٹکے ہوئی ہے کہ جو اس سے متمسک ہوا نجات پاگیا اور جس نے تخلف کیا ہلاک ہوا اور جہنم میں گیا اور ان فاضلوں سے نہایت تعجب ہے جو باوجود دعوے علم و خطانت و دیانت و انصاف کے تحقق ریاست دین و دنیا اور وجوب اطاعت عامہ خلق میں اس پر اکتفا کرتے ہیں کہ ایک شخص کسی کی بیعت کرے اگرچہ تمام اہل فضل و علم و صلاح دوسری طرف ہوں اور اگر یہ ایک شخص گواہی دے کہ زید کا ایک درہم عمرو کے ذمہ ہے اس کی گواہی قبول نہیں کرتے مگر تحقق امامت میں اس کی بیعت پر اکتفا کرتے ہیں اسی لئے یزید پلید اور ولید ملعون کو جس نے کہ قرآن پر تیر لگائے خلیفہ خدا اور واجب الاطاعت خلق تصور کرتے ہیں اور جو شخص یہ چاہے کہ روز قیامت بفحوائے یَومَ نَدعُوا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِم ایسے امام کے ساتھ محشور اور اس کے زمرہ و بال میں شریک ہو وہ اختیار رکھتا ہے چوتھی بحث یہ ہے کہ جس صورت میں کہ احادیث سابقہ اور مشاہیر علمائے عامہ کے اقرار سے ثابت ہوچکا کہ مدت دراز تک جو کم از کم چھ ماہ تھی حضرت امیر علیہ السلام و ابوبکر وعمر کے درمیان خلافت کے بارے میں نزاع تھی اور حضرت امیرؑ ان میں اور ان کی خلافت میں قدح کرتے اور ان کو ظلم و جور سے منسوب فرماتے تھے پس لازم ہے کہ یہ اس کے قائل ہوں کہ ان کی خلافت کی بنا محض باطل و جور و ظلم پر تھی یا اس کے قائل ہوں کہ حضرت امیرؑ اس مدت تک باطل پر تھے اور اپنے امام کے عاق تھے اور تعصب کے سبب امام برحق کی امامت کا انکار کرتے تھے پس لازم ہے کہ ان دونوں میں سے ایک شخص خلافت کی لیاقت و اہلیت نہ رکھتا ہوگا۔ اور مخالفین کے اکثر بڑے بڑے علما نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے کہ حضرت رسولِ خدا نے فرمایا کہ علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ اور حق ادھر جاتا ہے جدھر علیؑ جاتے ہیں اور غزالی نے بھی باوجود اس تعصب کے اپنی کتاب احیاء العلوم میں کہا ہے کہ کسی صاحب البصیرت نے علیؑ کو کسی امر میں خطا سے منسوب نہیں کیا ہے اور مخالفوں نے اپنی تمام صحاح اور

اپنے اصول میں روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ بعد حضرت رسالتمآبؐ اس اُمت کے قاضی و حاکم ہیں جیسا کہ زمخشری نے کہا اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں یحییٰ بن سعید حنبلی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں اسماعیل بن علی حنبلی کے پاس حاضر تھا جو حنابلہ بغداد کا پیشوا تھا پس حنابلہ کا ایک شخص اس کے پاس آیا جو اہل کوفہ کے کسی شخص سے قرض کا مطالبہ رکھتا تھا اسماعیل نے پوچھا کہ اے شخص تو نے اپنے مقروض کے ساتھ کیا کیا آیا تو نے اپنا قرض اس سے وصول کر لیا اس نے جواب دیا میں اپنے قرض سے بیزار ہوا کیونکہ میں روزِ غدیر حضرت امیرؑ کی قبر مطہر کے پاس گیا کہ شاید اس سے اپنا قرض وصول کروں مگر وہاں وہ حالت دیکھی جس سے اپنا قرض فراموش کیا یعنی از قبیل فضیحت و اقوال شنیعہ اور علانیہ بے خوف و دہشت سب صحابہ کرنا کہ اسماعیل نے کہا وہ لوگ کیا گناہ رکھتے ہیں واللہ کہ ان کے لئے یہ راہ نہیں کھولی اور ان فضیحتوں کی جرأت ان کو نہیں دی مگر خود اس صاحب قبر نے اس سے پوچھا کہ وہ صاحب قبر کون ہے کہا علی بن ابیطالب الحاصل شخص نے از روئے تعجب کہا کہ حضرت علیؑ نے ان لوگوں کو اس امر کی جرأت دی ہے اسماعیل نے کہا ہاں واللہ اس شخص نے کہا اگر اس امر میں حضرت علیؑ محق تھے پھر ہم ابوبکر و عمر کی امامت کا اعتقاد کیوں رکھیں اور اگر وہ مبطل تھے پھر ہم ان کو کیوں امام مانیں راوی کہتا ہے کہ جب اسماعیل نے یہ سنا فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور جوتا پہن کر کہا کہ خدا اسماعیل پر لعنت کرے اگر اس مسئلہ کا جواب جانتا ہو اور پھر اپنے گھر میں داخل ہو گیا پانچویں بحث یہ ہے کہ جب معلوم ہو چکا ہے کہ ان کے خلفاءؓ کی خلافت کی دلیل عمدہ و بہتر اجماع ہے پس ہم ان ہی حدیثوں سے جو ان کے اجماع کی دلیلیں ہیں ان کے خلفاء کے شقاق اور عدم استحقاق امامت کو ثابت کرتے ہیں کیونکہ ان کی اور ہماری روایتوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ عمر نے بحکم ابوبکر و اس کی رضامندی کے لیے خانۂ اہلبیت رسالت جلانے کا ارادہ کیا تھا جو مہبط وحی اور محل نزول ملائکہ تھا اور حضرت امیرؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اس گھر میں تھے اور عمر نے ان بزرگواروں کا استخفاف اور ان کو تہدید کی اور ایذا پہنچائی اور ان کو خشم و غضب میں لایا بلکہ روایات مستفیضہ سے بہ قرائن واضح معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؑ کو ڈرایا بلکہ ان کے بازو پہ تازیانہ مارا اور تلوار کی نوک سے ان کو مجروح کیا اور ان کا فرزند سقط ہو گیا اور حضرت فاطمہؑ نے رحلت فرمائی درحالیکہ ان سے آزردہ تھیں صاحب جامع الاصول نے صحیح ترمذی سے بروایت انس روایت کی ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ تمام زنانِ عالم سے تیرے لئے یہ چار عورتیں کافی ہیں۔ مریمؑ دختر عمران۔ خدیجہؑ دختر خویلد۔ فاطمہؑ دختر محمدؐ۔ آسیہ زوجہ فرعون اور بھی صحیح ترمذی سے یہ روایت جمیع بن عمیر روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں عائشہ کے پاس اپنی پھوپھی کے ہمراہ گیا میری پھوپھی نے اس سے پوچھا کہ حضرت رسول خدا کے نزدیک کون عورت سب عورتوں سے زیادہ محبوب تھی کہا فاطمہؑ پھر پوچھا مردوں میں آنحضرتؐ کے نزدیک سب سے محبوب تر شخص کون تھا کہا ان کے شوہر علیؑ بن ابیطالب

اور بریدہ سے بھی اس مضمون کی روایت ہے اور عامہ کی تمام صحاح سے بروایت حذیفہ بن شہاب روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ میرا پارہ تن ہے جو اس کو آزردہ کرتا ہے وہ مجھے آزردہ کرتا ہے جو اس کو آزار پہنچاتا ہے وہ مجھ کو آزار پہنچاتا ہے اور جو اُسے تعب میں ڈالتا ہے وہ مجھے تعب میں ڈالتا ہے۔ اور ترمذی سے روایت کی ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہؑ بہترین زنان بہشت ہے اور عائشہ کی روایت کے مطابق بہترین زنان مومنین یا اس اُمت کی تمام عورتوں سے بہتر ہے نیز بروایت ترمذی عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے فاطمہؑ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا کہ سیرت و رفتار اور اٹھنے بیٹھنے میں حضرت رسولؐ کا شبیہ ہو۔ جب وہ حضرت رسولؐ خدا کے پاس آتی تھیں حضرتؐ کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کو بوسہ دے کر اپنی جگہ بٹھاتے تھے اور جب حضرت ان کے پاس جاتے تھے وہ کھڑی ہوتی تھیں اور حضرتؐ کو بوسہ دیکر اپنی جگہ بٹھاتی تھیں نیز صحیح ترمذی سے بروایت زید بن ارقم روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سے فرمایا کہ میں اس سے جنگ کرنے والا ہوں جو تم سے جنگ کرے اور اُس سے صلح کرنے والا ہوں جو تم سے صلح کرے۔ پھر ترمذی سے بروایت حذیفہ روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے اپنی ماں سے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوں اور نماز مغرب آنحضرتؐ کے ساتھ پڑھوں اور اُن سے استدعا کروں کہ وہ میرے لئے اور تیرے لئے استغفار کریں۔ پس میں حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نماز مغرب و عشاء آنحضرتؐ کے ساتھ پڑھی جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے میں بھی ان کے پیچھے چلا حضرتؐ نے میری آواز سنکر فرمایا کیا تو حذیفہ ہے میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا کیا حاجت ہے۔ خدا تجھے اور تیری ماں کو بخش دے۔ آج ایک فرشتہ مجھ پر نازل ہوا جو اس سے پہلے زمین پر نہیں آیا تھا اور اپنے پروردگار سے اجازت طلب کی تھی کہ میرے پاس آئے اور سلام کرے اور یہ بشارت دے کہ فاطمہؑ بہترین زنانِ اہل بہشت ہے اور حسنؑ و حسینؑ بہترین جوانانِ اہل بہشت ہیں۔ نیز روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ حذیفہ جو حدیث تم لوگوں سے بیان کرے اس کی تصدیق کرو اور ثعلبی نے حضرت رسالتمآبؐ سے روایت کی ہے کہ حسنؑ و حسینؑ عرش الٰہی کے دو گوشوارے ہیں اور صحیح بخاری و مسلم اور ترمذی سے جامع الاصول میں روایت کی ہے کہ براء کہتا تھا کہ میں نے حضرت رسالتمآبؐ کو اپنے کاندھے پر حسنؑ کو سوار کئے دیکھا نیز فرماتے تھے خداوندا میں اس کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی اسکو دوست رکھ اور جمیع صحاح سے روایت کی ہے کہ براء کہتا تھا کہ حضرت رسالتمآبؐ نے حسنؑ و حسینؑ کو دیکھا اور فرمایا خداوندا میں ان کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی ان کو دوست رکھ اور ترمذی سے بروایت انس روایت کی ہے کہ رسول خدا سے لوگوں نے پوچھا آپ کے نزدیک تمام اہلبیت سے کون

لوگ محبوب تر ہیں ارشاد فرمایا حسنؑ و حسینؑ اور حضرت فاطمہؑ سے فرماتے تھے کہ میرے دونوں فرزندوں کو بلاؤ پس ان کا بوسہ لیتے تھے اور گود میں اٹھا لیتے تھے نیز ترمذی سے بروایت ابوہریرہ روایت کی ہے کہ حضرت رسالتمآب نے حضرت حسنؑ کی گردن میں اپنا ہاتھ ڈال کر فرمایا خداوندا میں اس کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی اس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور بخاری و مسلم سے بھی اسی مضمون کی روایت کی ہے نیز ترمذی سے بروایت اُسامہ روایت کی ہے کہ حضرت رسول حسنؑ و حسینؑ کو اپنے زانوؤں پر بٹھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ دونوں میرے فرزند اور میری دختر کے فرزند ہیں خداوندا میں انکو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی ان کو دوست رکھ جو ان کو دوست رکھے نیز یعلی بن مرہ سے ترمذی نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا فرماتے تھے کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں خداوندا تو اس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور حسینؑ ایک سبط ہے اسباط سے نیز ترمذی سے بروایت ابوسعید خدری روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ دو سید و مہتر جوانان اہل بہشت ہیں بخاری و مسلم و ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت رسالتمآب نے فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ دنیا میں میرے دو ریحان ہیں ان بزرگواروں کی احادیث فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ اس رسالہ میں جمع ہو سکیں اور حدیث متواترہ میں وارد ہوا ہے کہ حضرت علیؑ کو ایذا دینا حضرت رسولؐ کو ایذا دینا ہے اور حضرت رسولؐ کو ایذا دینا حق تعالے کو ایذا دینا ہے اور حق تعالے فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا کو اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر خدا نے دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے۔ اور ذلیل و خوار کرنے والا ایک عذاب ان کے لئے مہیا کیا ہے پس معلوم ہوا جن لوگوں نے ان بزرگواروں کو یہ اذیتیں پہنچائی ہیں وہ خدا و رسول سے جنگ کرنے والے اور دنیا و آخرت میں مطرود ہیں اور اہل شقاق سے ہیں پس وہ صلاحیت و استحقاق امامت کیونکر رکھتے ہوں گے۔

چوتھا طعن وہ مصیبت عظمیٰ اور داہیۂ کبریٰ ہے جو حضرت ابوبکر و عمر سے غصب فدک اہلبیت رسالت پر واقع ہوئی۔

پس پہلے ہم اس کو بطریق شیعہ مختصراً بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد مخالفین کی کتب معتبرہ سے اسکی تائید میں روایتیں بیان کریں گے تاکہ ثابت و ظاہر و معلوم ہو جائے کہ اس واقع کے مضامین متفق علیہ فریقین ہیں اور مجملاً اس کی کیفیت یہ ہے کہ جب ابوبکر نے حضرت امیرؑ کی خلافت غصب کی اور مہاجرین و انصار سے بجبر بیعت لے کر اپنا کام مستحکم کیا اسوقت اہلبیت سے فدک چھین لینے کی طمع کی اس خوف سے کہ مبادا لوگ طمع مال کے سبب اہلبیت کی طرف رجوع کریں درحالیکہ قرابت و فضیلت و نص خدا و رسولؐ اہلبیت کے ساتھ ہو۔ پس وہ چیز جس کے سبب منافقوں کا دل سے منحرف ہوتا اور

ان ظالموں کی طرف میل کرنا ممکن ہے وہ یہی ہے کہ ان بزرگواروں کا ہاتھ مال دنیا سے خالی رہے تاکہ وہ لوگ جو دنیا پرست ہیں ان سے منحرف ہو جائیں ممکن ہے اگر ان کے پاس تھوڑا مال دنیا بھی ہو تو بعض لوگ ان کی طرف مائل ہوں اور ان کی خلافت باطل درہم برہم ہو جائے پس اسی لیے ابتدا میں جب اس صحیفۂ ملعونہ کو لکھتے تھے اس جھوٹی حدیث کو وضع کیا تھا کہ ہم گروہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے اور جو کچھ کہ ہمارے بعد باقی رہتا ہے وہ صدقہ ہے اور فدک ان شہروں میں سے تھا جو بغیر کسی جنگ کے حضرت رسول خداؐ کے تصرف میں آتے تھے کیونکہ جب فتح خیبر حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ سے ظاہر و جاری ہوئی اس وقت اہل فدک اور اس کے اطراف کے تمام قریوں کے رہنے والوں نے جانا کہ وہ حضرت رسولِ خدا سے طاقت مقابلہ نہیں رکھتے اس لئے بغیر جنگ کے وہ شہر غزوۂ آنحضرتؐ کے سپرد کر دیئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ چونکہ اس کو بغیر جنگ کے لیا ہے یہ حضرت رسولؐ کا مال ہے اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ یعنی اپنے عزیز و قرابت دار کو اس کا حق دیدو حضرت رسولؐ خدا نے جبرائیل سے پوچھا کہ ذا القربیٰ سے کون مراد ہے اور حق اس کا کیا ہے جبرائیل نے کہا کہ ذا القربیٰ فاطمہؑ اور حق اس کا فدک ہے پس بحکم خدا حضرت رسالتمآبؐ نے فدک فاطمہؑ کو دیدیا کہ وہ ان کا اور ان کے فرزندوں کا مال قیامت تک رہے پس جب حضرت ابوبکر کو خلافت غصبی حاصل ہوئی اس نے اپنے لوگ بھیجے اور حضرت فاطمہؑ کے کارپردازان کو فدک سے نکال باہر کیا ابن بابویہ و شیخ طبرسی وغیرہ نے بسندہائے معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکر نے اپنا کام مستحکم کیا اور اکثر مہاجرین و انصار سے اپنی بیعت لی اسوقت کسی کو بھیجا کہ اس نے حضرت فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا حضرت فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئیں اور کہا کہ تو میرے پدر بزرگوار کی میراث سے مجھے کیوں روکتا ہے اور میرے وکیل کو فدک سے کیوں نکال دیا حالانکہ بحکم خدا حضرت رسول خدا نے مجھے فدک دیا تھا ابوبکر نے کہا تم اپنے دعوے کے ثبوت میں گواہ لاؤ پس حضرت فاطمہؑ ام ایمنؓ کو لائیں اور ام ایمنؓ نے کہا اے ابوبکر میں گواہی نہیں دیتی ہوں تاوقتیکہ اس چیز کے سبب تجھ پر حجت تمام نہ کر لوں جو رسول خدا نے میرے حق میں فرمایا ہے میں تجھے قسم دیکر پوچھتی ہوں کہ کیا تو نہیں جانتا کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے کہ ام ایمنؓ ایک عورت اہل بہشت سے ہے ابوبکر نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ ام ایمنؓ نے کہا پس میں گواہی دیتی ہوں کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول پر وحی نازل فرمائی کہ ذا القربیٰ کو اس کا حق دیدو پس حضرت رسول خدا نے بحکم خدا فدک حضرت فاطمہؑ کے اخراجات کے لیے اس کو دیدیا پھر حضرت امیرؑ نے بھی آکر اسی طرح گواہی دی اور بروایت دیگر امام حسنؑ و حسینؑ نے بھی یہی گواہی دی پس ابوبکر نے فدک کے باب میں ایک نامہ یعنی قبالہ لکھ کر حضرت فاطمہؑ کو دیا عمر وہاں آیا اور پوچھا یہ نامہ کیسا ہے حضرت ابوبکر نے کہا کہ فاطمہؑ نے فدک کا دعوے کیا اور ام ایمنؓ اور علیؑ نے

ان کی گواہی دی اس لئے میں نے یہ نامہ لکھ دیا ہے پس حضرت عمر بن خطاب نے ——— وہ نامہ
فاطمہؑ کے ہاتھ سے چھین کر چاک چاک کر ڈالا یہاں تک کہ فاطمہؑ گریہ و زاری کرتی ہوئیں باہر تشریف لے گئیں۔ دوسرے
روز حضرت امیرؑ جناب ابوبکر کے پاس آئے جبکہ مہاجرین و انصار اُس کے گرد جمع تھے اور فرمایا اے ابوبکر تو نے حضرت
فاطمہؑ کی وہ میراث کیوں چھین لی جو رسول خدا نے ان کو دی تھی حالانکہ وہ حالت حیات حضرت رسالتمآبؐ میں اسکی
مالک و متصرف ہو چکی تھیں ابوبکر نے کہا وہ تمام مسلمانوں کا حق ہے اگر فاطمہؑ گواہوں سے ثابت کریں کہ رسولِ خداؐ
نے ان کو دیا ہے اور ان کے لئے مخصوص کیا ہے البتہ اس وقت ان کو دوں گا ورنہ اُس میں ان کا کوئی حق نہیں
ہے حضرت امیرؑ نے کہا اے ابوبکر کیا تو ہمارے حق میں اس حکم خدا کے خلاف کرتا ہے جو کہ تمام مسلمانوں کے
لئے ہے۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ نہیں حضرت امیر علیہ السلام نے کہا اب یہ کہ اگر کوئی چیز مسلمانوں کے قبضہ
میں ہو جس پر کہ وہ لوگ مالک و متصرف ہوں اور بعد اُس کے میں اگر یہ دعوے کروں کہ وہ چیز میری ہے پس
اس وقت تو کس سے گواہ طلب کرے گا کیونکہ حضرت رسولِ خدا کی حیات میں اور اُن کے بعد بھی وہ ان کے
قبضہ میں تھا اور وہ اس پر مالک و متصرف تھیں اور تو نے مسلمانوں سے کیوں نہ گواہ طلب کیا جیسا کہ اس مسئلہ فرضی
میں مجھ سے طلب کیا ہے پس یہ سنکر حضرت ابوبکر ساکت ہو گئے مگر عمر نے کہا تم ایسی باتوں کو چھوڑو ہم
تمہارے ساتھ حجت و دلیل کی طاقت نہیں رکھتے اگر گواہان عادل لاتے ہو تو دیتے ہیں ورنہ تمہارا اور فاطمہؑ
کا اس میں کوئی حق نہیں ہے حضرت نے پوچھا اے ابوبکر تو نے قرآن پاک پڑھا ہے کہا ہاں فرمایا مجھے خبر
دو کہ یہ قولِ خدا ہمارے حق میں نازل ہوا ہے یا کسی اور کے حق میں اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ
اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ ابوبکر نے کہا تمہارے حق میں نازل ہوا ہے پس حضرت نے فرمایا اگر تیرے
سامنے گواہ یہ گواہی دیں کہ العیاذ باللہ حضرت فاطمہؑ زنا کی مرتکب ہوئی ہے تو کیا کرے گا۔ ابوبکر نے
کہا فاطمہؑ پر حد جاری کروں گا جیسا کہ تمام لوگوں پر جاری کرتا ہوں۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا اگر تو ایسا کریگا اسلام
سے خارج قرار پائے گا پوچھا کیوں فرمایا اس لئے کہ تو نے خدا کی گواہی ان کی طہارت کے باب میں رد کی ہے۔
اور لوگوں کی گواہی قبول کی ہے اور تو نے حکم خدا و حکم رسول کو کہ فدک حضرت فاطمہؑ کو دیا تھا اور ان کے تصرف
میں تھا رد کر دیا اور ایسے اعرابی کی گواہی قبول کی جو اپنے پاشنہ پا پر پیشاب کرتا ہے اور اُس نے یہ گواہی دی
کہ پیغمبر کی میراث باقی نہیں رہتی پس تو نے فدک حضرت فاطمہؑ سے لیا کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے اور
تحقیق کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے کہ گواہ مدعی پر ہے اور قسم مدعا علیہ پر ہے مگر تو نے قولِ رسولِ خداؐ کو
رد کر کے اس کے برعکس کیا جب گفتگو یہاں تک پہنچی لوگ گریہ کرنے لگے اور آوازیں بلند ہوئیں اور اکثر لوگوں
نے حضرت امیرؑ کے قول کی تائید و تصدیق کی پس حضرت امیرؑ واپس اپنے گھر آئے اور حضرت فاطمہؑ نے

مسجد میں اگر اپنے پدر بزرگوار کی قبر کا طواف کیا اور شکایت روزگار جفا سے ...... میں چند ایسے شعر پڑھے کہ در و دیوار سے رونے کی صدا بلند ہوئی پس حضرت ابوبکر و عمر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ حضرت ابوبکر نے عمر کو بلا کر کہا دیکھا حضرت امیرؑ نے آج ہمارے ساتھ کیا کیا۔ اگر وہ پھر کسی اور مجلس میں ہمارے ساتھ اسی طرح معارضہ کریں گے ہمارا کام درہم برہم کر دیں گے پس کیا کوئی تدبیر تیری ذہن میں آتی ہے۔ حضرت عمر نے کہا اب یہی تدبیر ہے کہ ان کے قتل کا حکم دیں حضرت ابوبکر نے کہا کہ یہ کام کون کر سکتا ہے عمر نے کہا خالد بن ولید یہ کام کر سکتا ہے۔ پس خالد کو بلایا اور کہا کہ ہمیں تم سے ایک کار عظیم لینا ہے۔ خالد نے کہا فرمایئے وہ کونسا کام ہے تاکہ انجام دوں انہوں نے کہا کہ قتل امیرؑ۔ خالد نے کہا کس وقت قتل کروں۔ ابوبکر نے کہا کہ وقت نماز جب وہ مسجد میں آئیں تو ان کے پہلو میں کھڑا ہو جا اور جب میں سلام نماز سے فارغ ہوں تو اٹھ کر انہیں قتل کر دے۔ خالد نے کہا ایسا ہی ہوگا۔ اسماء بنت عمیس جو اس وقت ابوبکر کی زوجہ تھی اور اس سے پہلے جعفر طیار کی زوجہ اور شیعان حیدر کرار سے تھی اس نے یہ باتیں سنیں۔ مگر اعلانیہ حضرت کے پاس یہ خبر نہ بھیج سکی اس لئے اپنی کنیز سے کہا کہ تو خانۂ علیؑ و فاطمہؑ میں جا کر میرا سلام ان سے کہہ اور اثنائے گذر میں یہ آیت پڑھ جو کہ مومن آلِ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو پیام دیا تھا کہ ان الملاء یاتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من الناصحین۔ یعنی اشراف قوم فرعون تمہارے باب میں مشورہ کرتے ہیں کہ تم کو قتل کریں پس یہاں سے نکل جاؤ بدرستیکہ میں تمہارے لئے خیر خواہوں سے ہوں۔ پھر اسماء نے کہا کہ اگر وہ اس کو نہ سمجھیں تو مکرر یہی آیت پڑھنا۔ پس وہ کنیز آئی اور سلام پہنچا کر وہاں سے پھری اور یہ آیت پڑھی حضرت نے فرمایا کہ اپنی خاتون سے بعد سلام کہنا کہ حق تعالےٰ نے ان کا ارادہ پورا نہ ہونے دے گا اور بروایت دیگر اگر یہ لوگ مجھے قتل کریں گے تو پھر ناکسوں اور قاسطوں اور مارقوں سے کون جنگ کریگا پس حضرت امیرؑ مسجد میں تشریف لائے اور نماز تنہا پڑھتے تھے۔ خالد بھی تلوار لیئے حضرت امیرؑ کے پہلو میں کھڑا ہوگیا اور جب حضرت ابوبکر تشہد کے واسطے بیٹھے اپنے اس ارادہ سے پشیمان ہوئے اور ڈرے کہ کہیں فتنہ برپا نہ ہو۔ علاوہ ازیں حضرت امیرؑ کی شجاعت سے بھی آگاہ تھے اس لئے فکرمند ہوئے اور تشہد مکرر پڑھتے تھے اور خوف کی وجہ سے سلام نہ کہتے تھے تا اینکہ لوگوں نے گمان کیا کہ نماز میں سہو کیا ہے پس حضرت ابوبکر خالد کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے خالد وہ کام نہ کرجس کا میں نے تجھے حکم دیا تھا اور بروایت دیگر یہ کلام تین بار دہرایا اور بعد اس کے نماز کا سلام کہا حضرت امیرؑ نے پوچھا اے خالد وہ ایسا کون سا کام تھا جس کے لئے تجھے مامور کیا تھا خالد نے کہا ابوبکر نے مجھے آپ کے قتل کا حکم دیا تھا حضرت امیرؑ نے فرمایا کیا تو ایسا کرے گا خالد نے کہا ہاں قسم بخدا اگر سلام کہنے سے پہلے مجھے منع نہ

کرتے میں ضرور آپ کو قتل کرتا۔ پس حضرت امیرؑ نے اُس کو اٹھا کر زمین پر دے مارا عمر نے کہا قسم بخدا حضرت امیر خالد کو قتل کرتے ہیں پس بہت لوگ جمع ہو گئے اور حضرت کو صاحب قبر کی قسم دی پس حضرت امیرؑ اُس وقت اس سے دست بردار ہوئے اور عمر سے کہا اگر وصیت حضرت رسولِ خدا اور تقدیر الٰہی نہ ہوتی ہر آئینہ تجھے معلوم ہو جاتا کہ ہم میں سے کون شخص زیادہ تر کم یاور و کم تعداد ہے پھر اپنے دولت سرا میں تشریف لے گئے اور بروایت دیگر یہ معاملہ بوقت نماز صبح واقع ہوا اور ابوبکر نے تشہد کو اس قدر طول دیا اور غور و فکر کیا کہ قریب تھا کہ آفتاب طلوع ہو اور بروایت ابوذر حضرت امیرؑ نے خالد کو اپنی انگشت شہادت و وسطیٰ سے پکڑ کر ایسا دبایا کہ اس نے ایک نعرہ مارا اور قریب تھا کہ اس کی روح نکل جائے اور اُس کا زیر جامہ نجس ہو گیا وہ ہاتھ پاؤں مارتا تھا مگر قوت گویائی نہ تھی پس ابوبکر نے عمر سے کہا کہ یہ تیری مشورت شوم کے سبب ہے اور میں اس حال سے آگاہ تھا اور خدا کا شکر کر کہ وہ ہماری طرف متوجہ نہ ہوئے اور جو قریب جاتا تھا کہ خالد کو چھڑا لے حضرت ایک نگاہ اس پر ڈالتے تھے اور وہ خوف سے پھر آتا تھا۔ پس ابوبکر نے عباس کو بلایا کہ شفاعت کریں۔ عباس حضرت کے پاس آئے اور صاحب قبر اور حسنؑ و حسینؑ اور ان کی مادر محترمہ کی قسم دی پس اسوقت حضرت امیر خالد سے دست بردار ہوئے۔ پس حضرت امیر کی پیشانی نورانی کا عباس نے بوسہ لیا۔ اور کتب معتبرہ میں مذکور ہے کہ بعد غصب فدک حضرت امیرؑ نے ابوبکر کو ایک نامہ نہایت شدت و حدت کے ساتھ لکھا اور بہت تہدید وعید اس میں درج کئے وہ نامہ پڑھ کر حضرت ابوبکر بہت خوف زدہ ہوئے اور چاہا کہ خلافت اور فدک دونوں چھوڑ دے مگر حضرت عمر نے کہا اے ابوبکر میں نے آب زلال خلافت کو تیرے لئے پاک و صاف کیا ہے۔ کہ تو اس کو پیئے مگر تو تشنہ ہی رہنا چاہتا ہے میں نے گردن کشان عرب کی گردنیں تیرے لئے ذلیل کی ہیں لیکن تجھے قدر نہیں اور یہ علی ابن ابیطالب ہیں کہ جنہوں نے بزرگان قریش کو قتل اور خاندان کو برباد کیا ہے تو ان کی تہدید کی پرواہ نہ کر کہ میں تدبیر سے رام کرتا ہوں ابوبکر نے کہا اے عمر میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ان افسانوں سے دست بردار ہو اور قسم بخدا اگر وہ ہمارے اور تمہارے قتل کا ارادہ کرے تو بائیں ہاتھ سے دونوں کا کام تمام کر سکتا ہے بغیر اس کے کہ دائیں ہاتھ کو حرکت دے اور ہم کو اس سے نجات نہیں دلا سکتی مگر تین خصلتوں نے پہلی یہ کہ وہ تنہا اور بے یار و مددگار ہے دوسری یہ کہ وہ وصیت حضرت رسول خدا کی رعایت کرتے ہیں کہ ان کو حکم دیا ہے کہ تلوار نہ اٹھائیں۔ تیسری یہ کہ عرب کے تمام قبیلے اُن کا کینہ اپنے دلوں میں رکھتے ہیں اگر یہ تینوں امر نہ ہوتے اسی وقت خلافت ان کی طرف منتقل ہو جاتی کیا تو جنگ احد کو بھول گیا ہے کہ ہم سب لوگ بھاگ گئے تھے اور تنہا انہوں نے تلوار کھینچ کر علمداران و دلیران قریش کو ہلاک کیا پس تو خالد کے فریب میں نہ آ۔ اور جب تک وہ ہمارے متعرض نہ ہو تو بھی اُن کا متعرض نہ ہو

اس مقام پر مولف فرماتے ہیں کہ اگرچہ اہلسنت چاہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر نے حضرت امیر کے قتل کا جو حکم دیا تھا اس کو چھپائیں اس لئے اپنی کتابوں میں اس کو صریحاً ذکر نہیں کیا مگر حضرت ابوبکر کا نماز میں سلام سے پہلے گفتگو کرنا اور خالد سے مخاطب ہونا بیان کیا ہے اور یہ اس کا قرینہ واضح ہے کہ شیعہ کی روایت اس بارے میں راست و درست ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے اپنے استاد ابو جعفر نقیب سے پوچھا کہ آیا خالد کا قصد اور حضرت ابوبکر کا قتل علیؑ کے لئے حکم دینا حق و راست ہے ابو جعفر نے کہا کہ سادات علوی کا ایک گروہ اس کی روایت کرتا ہے۔ نیز روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص زفر بن ہذیل شاگرد ابو حنیفہ کے پاس آیا اور اس امر کا سوال کیا جو کہ ابو حنیفہ کہتا ہے کہ بغیر سلام کے نماز سے فارغ ہونا جائز ہے مثل سلام کرنے اور فعل کثیر اور حدث صادر ہونے کے زفر نے کہا ہاں جائز ہے جیسا کہ ابوبکر نے تشہد میں کہا جو کچھ کہا اس شخص نے پوچھا ابوبکر نے کیا کہا تھا زفر نے کہا تجھے لازم نہ ہے کہ یہ سوال کرے جب اس نے مکرر پوچھا زفر نے کہا اس کو باہر نکالو کہ یہ اصحاب ابو الخطاب سے ہوگا اور ابن ابی الحدید نے نقیب سے پوچھا کہ تو اس باب میں کیا کہتا ہے اس نے تقیہ کیا اور کہا کہ میں بعید جانتا ہوں مگر امامیہ اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ فضل بن شاذان نے کتاب الفصاح میں اس قصہ کو جیسا کہ مذکور ہوا سفیان بن عیینہ و حسن بن صالح بن حی و ابوبکر بن عیاش و شریک بن عبد اللہ اور ان کے علاوہ اور دوسرے فقہائے عامہ سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ سفیان و ابن حی و وکیع سے لوگوں نے پوچھا کہ تم اس باب میں کیا کہتے ہو جو ابوبکر نے کہا ان سب نے کہا کہ امر یہ تھا مگر اس کو تمام نہیں کیا اور اہل مدینہ کے دوسرے گروہ نے کہا ہے کہ ابوبکر کا کوئی قصور نہیں ہے اگر صلاح امت کے لئے متفرق نہ ہو جائیں کسی شخص کو قتل کرے چونکہ حضرت امیر لوگوں کو ابوبکر کی بیعت سے منع کرتے تھے اس نے بھی انکے قتل کا حکم دیا۔ اور بعضوں نے بدنامی کے خوف سے اس فعل کی علت بیان نہیں کی ہے مگر اصل تمہید جو ابوبکر نے خالد سے کی تھی کہ جب میں سلام کہوں تو فلاں کام کر اور پھر اس کا پشیمان ہونا اور سلام سے پہلے یہ کہنا کہ اے خالد وہ نہ کرنا جو میں نے تم سے کہا تھا یہ سب بیان کرتے ہیں اور اس کے اس فعل کو سلام سے پہلے کلام کرنا جائز ہونے کی دلیل قرار دیتے ہیں اور اس کے بعد کہتا ہے کہ کسی نے ابو یوسف قاضی بغداد شاگرد ابو حنیفہ سے پوچھا کہ ابوبکر نے خالد کو کونسا امر سپرد کیا تھا ابو یوسف نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ کہا کہ تو خاموش رہ تجھے اس سے کیا واسطہ واللہ کہ اگر حضرت علیؑ ابوبکر کی بیعت سے راضی تھے اور اس کے مطیع تھے۔

اور وہ اس کے تمام اصحاب گواہی دیتے ہیں کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے کہ علیؑ اہل جنت سے ہیں پس روئے زمین پر کوئی ظلم و جور اس سے زیادہ نہیں ہے کہ علیؑ کے قتل کا حکم دے اور اگر اس کی بیعت سے راضی نہ تھے یہ عین مذہب شیعہ ہے کہ جناب ابوبکر نے بہ جبر و تعدی حضرت علیؑ پر تقدم حاصل کیا تھا یہاں تک فضل

بن شاذان کا کلام تھا اور وجود باطلہ سے جو اکن اشقیا نے اس کے عذر میں کہا ہے اور تمام جماعت سے اس کلام سچہ کی ملت مخفی رکھنے سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے کہ اس کا سبب کوئی امر شنیع تھا جس کو بسبب خوف۔ رسوائی وفضیحت ظاہر نہ کر سکتے تھے اور مسلمانوں میں سے کون شخص یہ تجویز کر سکتا ہے کہ جو شخص ایسے بزرگوار کے قتل کا ارادہ کرے وہ امامت وخلافت کی قابلیت رکھتا ہے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ ۔ ولیکن وہ احادیث جو بطریق اہل سنت عامہ غصب فدک میں وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک حضرت فاطمہ کا خطبہ مشہور ہے کہ اصل خطبہ اس کے حق ہونے کی گواہی دیتا ہے اور سوائے ائمہ طاہرین کے جو معدن وحی والہام ہیں ایسا کلام کسی دوسرے سے صادر نہیں ہو سکتا اور ابن ابی الحدید جو مخالفین کا بڑا عالم ہے شرح نہج البلاغہ میں اس نامہ کی شرح کے ضمن میں کہتا ہے جو کہ حضرت امیرؑ نے عثمان بن حنیف کو لکھا تھا اور اس میں کئی فصلیں ہیں پہلی فصل جو کچھ کہ اخبار وسیر میں وارد ہوا ہے وہ اہل حدیث کی زبانوں سے ان کی کتابوں سے نقل کرتا ہوں نہ کہ شیعہ کی کتابوں اور ان کے راویوں سے اور جو کچھ کہ اس فصل میں ذکر کرتا ہوں وہ کتاب سقیفۂ ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری کا ہے اور یہ ابوبکر جوہری ایک شخص عالم ومحدث کثیر الادب ثقہ صاحب ورع ہے جس کی تمام محدثوں نے ثنا وصفت کی ہے اور ان سے اس کی تصانیف اور غیر تصانیف کی روایت کرتے ہیں پس اس نے تین سندوں کے ساتھ زینب دختر امیرالمومنین اور حضرت امام محمد باقرؑ اور عبداللہ بن حسن سے اس خطبہ کی روایت کی ہے اور صاحب کشف الغمہ نے بھی کتاب جوہری سے روایت کی ہے اور مسعودی نے بھی کتاب مروج الذہب میں جو نہایت معتبر تاریخ ہے اس خطبہ کا اشارہ کیا ہے۔ اور سید مرتضےؒ نے کتاب شافی میں بسند عامہ عائشہ سے روایت کی ہے اور سید ابن طاؤسؒ نے بھی بطریق عامہ روایت کی ہے اور سید احمد بن ابی طاہر نے کتاب بلاغات النساء میں بسند ہائے بسیار روایت کی ہے اور ابن اثیر نے نہایہ میں اسکے اکثر لفظوں کی روایت کی ہے اور کوئی شخص اس خطبہ کا انکار باوجود اس شہرت کے نہیں کر سکتا اور یہ خطبہ بہت طولانی دو جزوں کے قریب ہے۔ اس لئے اس رسالہ میں اس تمام خطبہ کی گنجائش نہ ہے اور میں اس میں سے تھوڑا جو احتجاج فدک سے متعلق ہے بیان کرتا ہوں روایت کرتے ہیں کہ جب ابوبکر نے فدک کو حضرت فاطمہؑ سے چھین لینے کا ارادہ کیا اور یہ خبر حضرت فاطمہؑ کو پہنچی اپنے سر پر مقنعہ باندھ کر اور چادر عصمت اوڑھ کر اپنے عزیزوں کی عورتوں اور اپنی خدمتگاروں کے ایک گروہ کے ساتھ روانہ ہوئیں کہ حضرتؑ کی چادر شرم وحیا کے باعث آپؑ کے قدموں سے الجھتی تھی اور انکی رفتار میں اور حضرت رسولؐ خدا کی رفتار میں کوئی شخص فرق نہ کر سکتا تھا تا اینکہ آپ ابوبکر کے پاس مسجد میں آئیں جبکہ وہ مہاجرین وانصار کے ایک گروہ میں بیٹھے تھے پس حضرت فاطمہؑ کے آگے ایک پردۂ سفید کھینچ دیا اور حضرت فاطمہؑ نے اس پردہ کے پیچھے

بیٹھ کر ایک ایسا نالۂ جانسوز کیا کہ لوگوں سے گریہ وزاری کی صدا بلند ہوئی پھر تھوڑی دیر صبر کیا کہ لوگوں کی آوازیں موقوف ہوئیں اس وقت یہ خطبہ شروع کیا اور خدا کی حمد وثنا اس طرح ادا کی کہ تمام لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔ پھر حضرت رسول خدا پر درود بھیج کر حضرتؐ کے حقوق نعمت لوگوں سے بیان کئے تا اینکہ فرمایا حق تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی روح مقدس کو از روئے راحت و رحمت و رغبت قبض کیا کیونکہ ان کے لئے دار آخرت کو پسند فرمایا دنیا کے تعب سے ان کو راحت عطا کی اور ان کو ملائکہ ابرار اور خوشنودی پروردگار غفار اور مجاورت خداوند جبار کے ساتھ محفوف کیا خداوند میرے پدر بزرگوار پر صلوٰۃ بھیجے کہ وہ اس کے پیغمبر اور اس کی وحی پر اس کے امین اور تمام خلق سے اس کے برگزیدہ ہیں اور خدا کا سلام و رحمت و برکات ان پر ہو اس کے بعد اہل مجلس سے خطاب کیا اور فرمایا کہ اے بندگان خدا تم لوگ محل اوامر و نواہی خدا اور دین کے اور وحی کے حامل ہو جو تمہارے سامنے پڑھی گئی ہے۔ اور خدا نے تم کو امین قرار دیا ہے کہ خود اپنے دین پر عمل کرو اور دوسروں سے بھی بیان کرو۔ اور تم لوگ خود کو بھی ایسا ہی جانتے ہو اور خدا کا ایک عہد تمہارے درمیان ہے۔ یعنی قرآن پاک اور اس نے اپنے پیغمبرؐ کا ایک بقیہ بھی تمہارے درمیان چھوڑا ہے یعنی اہلبیت آنحضرتؐ۔ پھر قرآن پاک کے فضائل اور اوامر و نواہی حق تعالیٰ کی علتیں بالغ وجوہ بیان کرنیکے بعد فرمایا اے لوگو آگاہ ہو کہ میں فاطمہؑ ہوں اور میرے باپ محمدؐ ہیں۔ جو کہتی ہوں غلط نہیں کہتی ہوں اور جو کچھ کرتی ہوں اس میں حد تجاوز اور حق سے عدول نہیں کرتی ہوں پھر یہ آیت پڑھی لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ یعنی تحقیق ایک رسولؐ تمہاری قوم میں سے تمہاری طرف مبعوث ہوا ہے۔ جس پر تمہاری فریاد دشوار و ناگوار تھی۔ اور وہ تمہاری ہدایت پر حریص تھا اور مومنوں پر مہربان و رحیم تھا۔ اگر اس پیغمبر بزرگوار کا نسب ذکر کروگے وہ میرے پدر ہیں نہ کہ تمہارے پدر اور میں ان کی دختر ہوں نہ کہ تمہاری عورتیں اور ان کا بھائی میرا ابن عم ہے نہ کہ تمہارے مرد اور وہ کس قدر نیک کردار و بزرگوار ہیں جن کے ساتھ مجھے یہ نسبتیں ہیں پس آنحضرتؐ نے خدا کی رسالت تم تک پہنچائی اور اپنی نبوت ظاہر کی مشرکوں سے معارضہ کا طریقہ جاری رکھا اور ان کی پیشانیوں پر تلوار ماری۔ ان کے بتوں کو توڑ ڈالا ان کے سرگروہوں کے سروں کو شمشیر آبدار سے سرنگوں کیا حکمت و موعظۂ نیک سے راہ حجت ان پر بند کر دی ان کی جمعیت کو پریشان کیا اور ان کے دلیروں کو بھگا دیا۔ کہ صبح صادق دین ظلمت شب کفر و ضلالت سے ساطع ہوئی اور چہرۂ زیبائی حق حجابات و بطالت سے نکل آیا۔ اور اہل دین مسند ہدایت پر بیٹھے اعوان شیاطین اور اہل زبان دین گونگے ہو گئے۔ منافقوں کے ارادے باطل ہوئے اور کفر و شقاق کے عقدے کھل گئے۔ کلمۂ اخلاص تمام اور دین اسلام عام ہوا تم لوگ بسبب کفر و شرک کے عذاب جہنم کے کنارے اور اہل عالم کے ذلیل و خوار تھے۔ ہر شخص تم پر غالب ہونے کی طمع رکھتا تھا۔ اور تمہارے تکبر کے سر پر پائے ترفع رکھ کر تمہارے ہلاک واسطے ان کو پانی کے پینے اور آگ کے بجھ جانے سے بھی زیادہ سہل و آسان جانتا تھا تم لوگ اونٹوں کا پیشاب اور مینگنیں ملا ہوا بدبودار پانی پیتے تھے۔ بکری کی کھال اور درخت کے پتوں کو اپنی قوت قرار دیتے تھے۔ اور نہایت ذلت و خواری سے بسر کرتے اور ڈرتے رہتے تھے۔ کہ کہیں دوسرے دشمن تم پر حملہ کر کے اٹھا نہ لے جائیں۔ پس حق تعالیٰ نے تم کو ان مہلک اور دشمنوں سے بہ برکت محمد مصطفےٰ نجات دی اس کے بعد تم نے بہت آزار کھینچے اور بڑی اور چھوٹی آفتوں میں مبتلا ہوئے۔ اور بعد اس کے تم لوگ گرفتار شجاعان و گرگان و وزدان عرب اور سرکشان اہل کتاب ہوئے مگر ہر بار جبکہ اس گروہ نے آتش حرب روشن کی حق تعالیٰ نے آب لطف سے ان کی آگ سرد کر دی اور ہر مرتبہ جب شیطان کی ایک شاخ ظاہر ہوئی یا مشرکوں کے کسی فتنہ عظیم نے منہ کھولا اس وقت آنحضرتؐ نے اپنے بھائی علیؑ بن ابیطالب کو اس کے حلق میں ڈال دیا اور انہوں نے

جنگ سے منہ نہیں موڑتا تھا بلکہ اس گروہ کے فرقِ جرأت کو اپنے قدمِ شجاعت سے پامال کیا اور ان کے سروں کو اپنے زیرِ قدم دیکھا اور ان کے فتنہ کی آگ اپنی تلوار کے پانی سے بجھا دی اور چشمۂ دینِ خدا کو بلند کرنے کے لئے خود کو تعب میں ڈالتے اور امرِ خدا میں اہتمام کرتے تھے۔ رسولِ خدا کے نزدیک رہتے تھے اور کسی حال میں ان سے جدا نہ ہوتے تھے۔ اولیائے خدا کے سردار تھے اور اطاعتِ خدا کے لئے اپنا دامن کمر پر باندھے ہوئے تھے۔ خلق کے خیرخواہ تھے اور رضائے الٰہی کے لئے خود کو تعب و مشقت میں ڈالتے تھے۔ اور ان احوال و اوقات میں تم لوگ عیش و آرام سے رہتے اور ہمارے لئے بلاؤں اور آفتوں کے منتظر رہتے۔ اور جب کوئی لڑائی پیش آتی تم لوگ پہلوتہی کرتے اور وقتِ جنگ دشمن کی طرف پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تھے۔ پس جب حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے لئے اپنے پیغمبروں کا مقام آخرت میں اختیار کیا اور ان کو اپنے برگزیدوں کی آرامگاہ میں لے گیا۔ اس وقت تمہارے سینوں میں خارِ کفر و شقاق ظاہر اور معصیت و نفاق کے آثار تم میں ہویدا ہوئے۔ جامۂ دین کہنہ ہو گیا اور وہ گمراہ گویا ہوئے جو شمشیر کے خوف سے اپنے منہ بند رکھتے تھے۔ اور چند ایسے گمنام ظاہر ہوئے جو سب سے زیادہ ذلیل و خوار تھے۔ اہلِ بطلان کا اونٹ آواز دینے اور تمہارے میدانوں میں جولان کرنے لگا۔ شیطان نے اپنے جھکائے سر کو پھر بلند کیا اور تم کو آواز دی اور دیکھا کہ تم سب نے اس کا قول قبول کیا۔ اور عزتِ دنیا کی طمع کی اس نے تم سے کہا اٹھو پس تم بہت جلد کھڑے ہو گئے۔ پھر تم کو اہلِ حق پر غضبناک کیا اور دیکھا کہ تم لوگ غضبناک ہو۔ پس تم نے دوسرے کے اونٹ پر اپنی ملکیت کا دعوےٰ کر دیا یعنی خلافت کو جو کہ حق دوسرے کا تھا اپنے نام قرار دیا اور دوسرے کے حق کو اپنے گھر میں لے گئے حالانکہ ابھی وفاتِ پیغمبر کو تھوڑا عرصہ بھی نہ گزرا تھا۔ اور ان کی مصیبت کی جراحت مندمل نہ ہوئی تھی۔ اور اس وقت تک ان کے جسدِ مطہر کو قبر میں نہ رکھا تھا پس تم نے یہ بہانہ کیا کہ ہم لوگ فتنہ برپا ہونے سے ڈرے مگر عین فتنہ میں گر پڑے اور بیشک جہنم کافروں کا احاطہ کرنے والا ہے۔ ہیہات تدبیرِ امورِ امت تم سے کس قدر دور ہے اور امرِ ملت تم سے کیونکر درست ہو گا۔ شیطان تم کو کس طرف لے جا رہا ہے۔ حالانکہ کتابِ خدا تمہارے درمیان ہے۔ اور اس کے امور ظاہر اور اس کے احکام واضح اور اس کے نشان نمایاں اور اس کے اوامر و نواہی ہویدا ہیں۔ مگر اس کو تم نے پسِ پشت ڈال دیا آیا قرآن کی طرف رغبت نہیں رکھتے ہو یا اس کے سوا اور حاکم چاہتے ہو جو حکم کہ اس کے مخالف ہو وہ ظالموں کے لئے بہت برا عوض و بدل ہے۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص اسلام کے سوا اور کوئی دین طلب کرے پس وہ قبول نہیں کیا جاتا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے پس تم لوگوں نے اس قدر صبر کیا کہ اپنی خلافتِ باطل کو بزور و جبر محکم کر لیا اس وقت فتنوں کی آگ بھڑکانا اور بدعتیں پیدا کرنا شروع کیا۔ شیطان گمراہ کی جو صدا تمہارے درمیان بلند ہوئی اس کو تم نے قبول کر لیا۔ دینِ جلی کے انوار کو بجھا دیا اور پیغمبرِ برگزیدہ کی سنتوں کو محو کیا اور چاہتے ہو تا کہ دین کو محو اور جاہلیت کی بدعتوں کو شائع کریں۔ اور حضرت رسولِ خدا اور ان کی اہلبیت کے کینوں کے ظاہر کرنے کا سامان مہیا کریں۔ اور ہم تمہارے ضرر و آزار پر صبر کرتے ہیں اس شخص کی مانند کہ جس کو نیزہ و کارد سے پارہ پارہ کریں۔ اور وہ کوئی چارہ نہ رکھتا ہو۔ اور منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں اپنے باپ کی میراث نہیں پا سکتی ہوں پھر وہ آیت پڑھی جس کا مضمون یہ ہے کہ آیا حکمِ جاہلیت کو طلب کرتے ہو اور حکم کرنے میں کون شخص خدا سے زیادہ نیک و بہتر ہے۔ اس گروہ کے لئے جو صاحبِ یقین ہیں کیا تم میری حقیقت کو نہیں جانتے بلکہ دانستہ طور پر چھپاتے ہو اور میرا حق مثلِ روشنی آفتاب تم پر ظاہر ہے اے گروہ مہاجرین مجھ پر لوگ

میرے باپ کی میراث میں غلبہ کریں اور تم ان کی معاونت کرو۔ اے فرزند ابی قحافہ کیا کتاب خدا میں ہے کہ تو اپنے باپ کی میراث پائے اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں۔ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا فَرِيًّا تم نے خدا پر افترا و بہتان کیا ہے۔ کیا کتاب خدا پر عمداً عمل کرنا ترک کرتے ہو اور اس کو پس پشت ڈالتے ہو۔ حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ یعنی سلیمانؑ نے داؤدؑ سے میراث پائی اور قصہ یحییٰؑ بن زکریاؑ میں فرمایا ہے رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ یعنی خداوندا مجھے ایک ولد عطا کر جو مجھ سے اور آل یعقوب سے میراث لے اور فرمایا ہے وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ یعنی خویشان رحمی۔ ان میں سے بعض بہ نسبت بعضوں کے اولیٰ ہیں بیگانوں سے کتاب خدا میں پھر حضرت فاطمہؑ نے میراث کی آیتیں پڑھیں جن کو حق تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کے لئے بیان فرمایا ہے اس کے بعد فرمایا تم لوگ کہتے ہو کہ میرے لئے میرے باپ سے کوئی میراث و حصہ نہیں ہے اور میرے اور میرے پدر بزرگوار کے درمیان کوئی رحم و خویشی بھی نہیں ہے آیا خدا نے آیات میراث کے ساتھ تم کو مخصوص اور مجھے اور میرے باپ کو ان سے خارج کیا ہے یا یہ کہتے ہو کہ میں اور میرے پدر بزرگوار دونوں ایک ملت و مذہب نہیں ہیں اس لئے میں اُن سے میراث نہیں پا سکتی یا تم لوگ میرے باپ اور میرے ابن عم سے زیادہ عام و خاص قرآن پاک کے جاننے والے ہو پس جب حضرت فاطمہؑ نے دیکھا کہ ان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا اس وقت حضرت ابوبکر سے خطاب کیا کہ آج فدک کو بغیر کسی معاوضہ و نزاع کرنے والے کے لے تاکہ روز محشر تجھ سے ملاقات کرے اور تمام حساب میں تجھ سے سوال کریں حق تعالیٰ بہت نیک و بہتر حکم کرنے والا ہے۔ اور حضرت محمدؐ کے حق کا طلب کرنے والا ہے۔ اور قیامت وعدہ گاہ ہے کہ قیامت کے دن تم کو ندامت و پشیمانی کوئی فائدہ نہ دے گی ہر ایک چیز کی ایک قرار گاہ ہے اور تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس شخص کی طرف ذلیل و خوار کرنے والا عذاب آتا ہے اور عذاب ابدی اس میں حلول کرتا ہے۔ پھر انصار سے خطاب کیا اور فرمایا اے گروہ شجاعان تم لوگ اپنے کو یاور ان ملت جانتے ہو پس یہ کیسی سستی ہے جو تم میرا حق لینے میں کرتے ہو اور جو ظلم و ستم مجھ پر ہو رہا ہے اس میں یہ کیا تغافل ہے آیا میرے پدر بزرگوار نے جو رسول خدا ہیں یہ نہ فرمایا ہے کہ لازم ہے ہر شخص کی حرمت کی رعایت اس کے فرزندوں میں کریں اور تم نے بہت جلد اپنے پیغمبر کی ملت کی حمایت سے ہاتھ اٹھا لیا۔ حالانکہ جو چیز کہ میں تم سے طلب کرتی ہوں اس کی طاقت رکھتی ہوں اور میری امداد کرنے کی قوت تم میں ہے اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ حضرت رسالت مآبؐ نے جو رحلت کی ہے یہ وہ مصیبت تھی جس کا اثر آسمان و زمین اور کوہ و دشت و صحرا میں ظاہر ہوا اور اس کے سبب ستارے تیرہ و تاریک ہوئے۔ اور حرمتیں ضائع ہو گئیں اور کوئی مصیبت اس سے عظیم تر نہیں ہے۔ مگر یہ امر اس کا باعث نہیں ہو سکتا کہ تم دین سے پھر جاؤ۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے اور نہیں ہے محمدؐ مگر ایک رسول کہ اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں آیا اگر وہ رحلت کرے یا قتل ہو تم لوگ دین سے پھر جاؤ گے اور جو دین سے پھر جائے وہ خدا کو کوئی ضرر نہیں پہنچاتا اور خدا بہت جلد شکر کرنے والوں کو جزا دے گا

اے فرزندان قبیلہ آیا ظلم و ستم سے میرے پدر بزرگوار کی میراث چھین لیں اور تم دیکھتے و سنتے رہو جبکہ لوگ مجتمع ہوں اور کافی سامان اسلحہ جنگ اور قوت و شوکت بھی رکھتے ہو ایسے حال میں تم کو میں اپنی نصرت کے لئے بلاؤں اور تم اسے قبول نہ کرو میرا نالہ سنو مگر میری فریاد رسی نہ کرو۔ حالانکہ تم لوگ شجاعت و مردانگی کے ساتھ موصوف اور صلاح و فرزانگی میں معروف و مشہور تھے۔ تم نے عرب

کے تیغوں سے لڑائیاں کیں، اور معرکوں میں تعب و مشقت برداشت کی ہم جو حکم دیتے تھے تم اُس کی اطاعت کرتے تھے اور ہمارے قدم سے آگے قدم نہ اٹھاتے تھے۔ تا اینکہ حق تعالیٰ ہماری برکت سے آسیائے اسلام کو گردش میں لایا۔ خیرات ایام جاری ہوئے اور کفر کی آگ بجھ گئی۔ دین کا انتظام محکم ہوا۔ پھر کیوں اب بیان کے بعد حیران اور ایمان کے بعد مشرک ہوئے اور اس کے بعد یہ آیت پڑھی کہ جس کا مضمون یہ ہے آیا اس گروہ سے جنگ نہیں کرتے ہو کہ جنہوں نے عہد توڑ دیا اور دین سے پھر گئے اور رسولؐ کو خارج کرنا چاہا اور اول اُن ہی لوگوں نے تم سے جنگ کرنے کی ابتداء کی ہے آیا اُن سے ڈرتے ہو پس حق تعالیٰ زیادہ سزاوار ہے کہ اس سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو پس جب حضرت فاطمہؑ نے دیکھا کہ ان لوگوں میں کچھ اثر نہ کیا فرمایا میں دیکھتی ہوں کہ تم لوگ راحت و نعم کی طرف مائل ہوئے ہو اور جو شخص کہ خلافت کا زیادہ مستحق تھا اس کو تم نے دور کر دیا اور شدت رفاہیت کی طرف مائل ہوئے ہو جو کچھ کہ علم و دین سے تمہارے حلق میں داخل کیا گیا تھا۔ اس کو تم نے باہر کر دیا پس تم لوگ اور جو کوئی کہ روئے زمین پر ہے سب کافر ہو جائیں حق تعالیٰ اہل عالم سے بے نیاز ہے۔ اور میں جانتی ہوں کہ تم لوگ عذر و مکر کرو گے اور میری مدد نہ کرو گے مگر جو درد و الم کہ سینہ میں جمع ہو گئے تھے میں نے ان کو ظاہر کر دیا۔ میں چاہا کہ تم پر حجت تمام کروں کہ بروز قیامت کوئی عذر نہ کر سکو پس ابدی عار و ننگ اور غضب خدا و عذاب روز جزا کے ساتھ میرا حق چھین لو اور لے جاؤ۔ خدا ان چیزوں کو دیکھتا اور جانتا ہے۔ جو تم لوگ کرتے ہو اور جن لوگوں نے ظلم و ستم کیا ہے وہ بہت جلد آگاہ ہو جائیں گے کہ ان کی بازگشت کہاں ہو گی میں اس بزرگوار کی دختر ہوں جو تمہیں عذاب شدید سے ڈراتا تھا پس تم جو چاہو کرو اور ہم وہی کرتے ہیں کہ جس کو حق جانتے ہیں تم منتظر رہو اور ہم بھی منتظر ہیں۔ اُس دن کے کہ جس دن حق و باطل ظاہر ہو گا پس ابوبکر نے کہا اے دختر رسولِ خدا آپ کے پدر بزرگوار مومنوں پر مشفق و مہربان تھے اور کافروں پر عذاب الیم و عتاب عظیم تھے اور وہ بزرگوار جب سے ہم ان امور کی نسبت دیتے ہیں آپ کے باپ تھے نہ کہ دوسری عورتوں کے اور آپ کے شوہر کے بھائی تھے نہ کہ اور دوستوں کے آپ کے شوہر کو ہر ایک خویش و عزیز پر اختیار کیا تھا۔ اور آپ کے شوہر نے ہر ایک امر عظیم میں ان کی مدد کی آپ لوگوں کو ہر سعادت مند دوست رکھتا ہے۔ اور بدبخت دشمن پس آپ لوگ عترت پاکیزہ رسولؐ ہو اور نیک کردار و برگزیدہ اور خیر و سعادت و جنت کی طرف ہمارے راہنما ہیں۔ اور اے فاطمہؑ آپ برگزیدہ زنان اور دختر بہترین پیغمبران اور اپنی گفتار میں راست گو ہو اور اپنی وفور عقل کے سبب سبھوں پر سبقت رکھتی ہو۔ تمہارے حق سے کوئی بھی شخص تم کو باز نہیں رکھتا اور قسم خدا میں نے حضرت رسالت مآبؐ کی رائے سے تجاوز نہیں کیا اور جو کچھ کہ کیا ہے اُن کے اذن سے کیا ہے اور میں خدا کو گواہ قرار دیتا ہوں کہ میں نے آپ کے پدر بزرگوار سے سنا فرماتے تھے کہ ہم گروہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے نہ سونا نہ چاندی نہ گھر نہ زمین۔ اور ہم گروہ انبیاء کی میراث نہیں ہوتی مگر حکمت و علم و پیغمبری اور جو کچھ ہمارا طعمہ ہے اس میں وہ شخص اپنے حکم کے مطابق حکم کرتا ہے جو ہمارے بعد والی امر خلافت ہو اور میں نے یہ حکم دیا ہے کہ جس چیز کو تم ہم سے طلب کرتی ہو وہ گھوڑوں اور ہتھیاروں کے صرف میں آئی کہ اہل اسلام کافروں سے جہاد کریں اور یہ امر میں نے مسلمانوں کے اتفاق سے کیا ہے۔ اور میں اس میں منفرد و تنہا نہیں ہوں۔ مجھے اپنا مال تم سے عزیز نہیں

اس میں سے جو چاہو لے لو کیونکہ تم اپنے باپ کی امت کی سیدہ و خاتون اور اپنے فرزندوں کے لئے شجرۂ طیبہ ہو تمہارے فضل کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا ۔ اور تمہارا حکم میرے اموال میں نافذ و جاری ہے ۔ مگر میں مسلمانوں کے مال میں تمہارے پدر بزرگوار کے قول کی مخالفت نہیں کر سکتا ۔ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا سبحان اللہ میرے پدر بزرگوار کتاب اللہ کے احکام کی ہرگز ہرگز مخالفت نہ کرتے تھے ۔ اور ہمیشہ قرآن کی آیتوں اور سورتوں کی پیروی فرماتے تھے ۔ آیا جو مکر کرتے ہو اس کے ساتھ میرے پدر بزرگوار پر افترا بھی کرتے ہو ۔ یہ کتاب خدا ہمارے اور تمہارے درمیان ایک حاکم عادل ہے ۔ یحییٰؑ و سلیمانؑ کی میراث قرآن میں مذکور ہے اور مردوں اور عورتوں کے درمیان میراثوں کا تقسیم پانا کتاب خدا سے صاف و صریح ہے بلکہ تمہارے نفسوں نے تمہارے لئے ایک امر کی زینت دی ہے ۔ پس میں صبر کرتی ہوں ۔ صبر نیک ہی بہتر ہے اور خدا سے مدد طلب کرتی ہوں اس چیز پر جس کو تم بیان کرتے ہو ۔ ابوبکر نے کہا خدا نے اور خدا کے رسولؐ نے راست فرمایا ہے اور تم بھی کہ دختران کی ہو راست کہتی ہو ۔ تم معدن حکمت ، محل ہدایت و رحمت اور رکن دین اور عین حجت ہو میں تمہاری صدق گفتار کو بعید نہیں جانتا ۔ اور تمہارے خطاب کا انکار نہیں کرتا ۔ یہ تمام اہل اسلام میرے اور تمہارے درمیان حاضر ہیں انہوں نے خلافت کو میری گردن پر رکھا ہے ۔ اور ان کے اتفاق سے میں نے لیا ہے نہ کہ اپنی رائے سے اور یہی لوگ میرے گواہ ہیں پس حضرت فاطمہؑ نے دوبارہ لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا اے وہ گروہ جو بہت جلد قول باطل کی طرف دوڑتے ہو اور کردار قبیح سے چشم پوشی کرتے ہو آیا قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا تمہارے دلوں پر قفل لگے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ تمہارے اعمال نے راہ حق کو تمہارے دلوں پر مسدود اور تمہارے کانوں اور آنکھوں کو بند کیا ہے ۔ تم نے بہت بڑی تاویل کی ہے ۔ اور بدترین امور کی طرف راغب ہوگئے ہو تم نے ضلالت کو ہدایت کے عوض اختیار کیا ہے ۔ اور بہت جلد اس کے بار کو گراں اور اس کی عاقبت کو بہت پر خسران پاؤ گے جبکہ تمام پردے کھل جائیں گے اور وہ خانۂ غیب میں پوشیدہ عذاب تمہارے سامنے ظاہر ہوں گے اور ایسی ایسی چیزیں تمہارے لئے ظاہر و ہویدا ہوں گی جن کا تم گمان بھی نہ رکھتے ہو گے اور اس وقت اہل بطالت و ضلالت زیاں کار ہوں گے پھر حضرت رسولؐ خدا کی مرقد منور کی طرف منہ کر کے بدر دو یاس چند شعر پڑھے کہ مضمون جن کا یہ ہے ۔ کہ آپ کی رحلت کے بعد بہت سے فتنہ و آشوب ظاہر ہوئے ۔ کہ اگر آپ زندہ ہوتے ہرگز وہ فتنے ظاہر نہ ہوتے ہم آپ کے بغیر گلستان بے باراں میں تمام پتے اور گل نہال جفا کاروں کے سموم سے مرجھا گئے ہیں ۔ ہمارے حال کے گواہ رہیئے اور خار تغافل سے ہمارا دل مجروح نہ کیجئے ۔ ہمارے سوا ہر ایک پیغمبرؐ کی اہلبیت کے لئے امت کے نزدیک ایک قرب و منزلت تھی چند لوگوں نے اپنے پوشیدہ کینوں کو ظاہر کیا ایک گروہ نے جبکہ آپ تشریف لے گئے اور زیر خاک پنہاں ہوگئے ہم سے اپنے منہ ترش کر لئے ہیں ۔ اور جب انہوں نے آپ کو نہ پایا ہمارے حق کو سبک جانا اور زمین کو ہم پر تنگ کر دیا ۔ آپ وہ ماہ تاباں اور نور درخشاں تھے جس سے ہم لوگ روشنی پاتے تھے ۔ اور خدا کی طرف سے آپ پر کتابیں نازل ہوتی تھیں ۔ اور آیات قرآن کے ساتھ جبرائیل ہمارے مونس تھے جوں ہی آپ ناپید ہوئے تمام نیکیاں پنہاں ہوگئیں ۔ کاش آپ سے پہلے ہماری موت آجاتی ہم ایسی چند بلاؤں میں مبتلا ہوئے ہیں کہ تمام خلق سے کوئی اندوہناک اس طرح کی بلاؤں میں مبتلا نہ ہوا تھا نہ عجم سے اور نہ عرب سے ۔ پس اس کے بعد حضرت فاطمہؑ اپنے گھر کی طرف پھر گئیں ۔

اور حضرت امیرؑ ان کے پھر نے کے منتظر تھے جب حضرت فاطمہؑ اپنے دولت سرا میں بیٹھیں از روئے مصلحت حضرت امیرؑ سے اس طرح مخاطب ہوئیں کہ آپ مثل اس جنین کے جو رحم مادر میں ہو پردہ نشین ہوئے ہو اور خائنوں کی مانند گھر میں بھاگ آئے ہو جبکہ زمانہ کے دلیروں کو آپ نے خاک ہلاکت پر گرایا ہے۔ ان نامردوں سے مغلوب ہوئے ہو یہ فرزند ابی قحافہ بظلم و جبر میرے باپ کے ہبہ و عطا اور میرے فرزندوں کی معیشت مجھ سے چھینتا ہے اور با آواز بلند مجھ سے مخاصمہ کرتا ہے مہاجرین کنارہ کرتے ہیں اور انصار میری یاری نہیں کرتے ہیں ہر ایک نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں۔ نہ میں کوئی منع کرنے والا رکھتی ہوں اور نہ کوئی منع کرنے والا۔ نہ کوئی مدد کرنے والا رکھتی ہوں نہ شفاعت کرنے والا میں گھر سے خشمناک باہر آئی اور غمناک پھر آئی اور آپ نے خود کو اسی روز ذلیل و خوار کیا جس روز اپنی شجاعت و بہادری سے دست بردار ہوئے یہ گرگ شکار کرتے اور لے جاتے ہیں اور آپ اپنی جگہ سے حرکت تک نہیں کرتے کاش کہ میں اس ذلت و خواری سے پہلے ہی مرگئی ہوتی وائے ہو مجھ پر کہ وہ بزرگوار جو ہر صبح و شام میرا محل اعتماد تھا دنیا سے اٹھ گیا اور میرا نصیبہ سست ہو گیا میری شکایت میرے باپ کی طرف اور میرا مخاصمہ میرے پروردگار کے سامنے ہے یا خداوندا تیری حول و قوت سب سے زیادہ اور تیرا عقاب و نکال سب سے شدید تر ہے۔ پس حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا ویل و عذاب تم پر نہیں ہے بلکہ تمہارے دشمنوں پر ہے۔ صبر کرو اور اپنے حزن و غم کی آگ کو سرد کرو۔ اے دختر برگزیدہ اہل عالم اور اے باقی ماندۂ ذریت پیغمبرؐ میں نے امر دین میں سستی نہیں کی اور میں حق تعالیٰ کی طرف سے جس چیز پر مامور تھا اُس کو عمل میں لایا ہوں اور حتی المقدور اپنا حق طلب کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ تمہارے اور تمہاری اولاد کے روزینے کا خدا ضامن ہے اور جو تمہارے امور کا کفیل ہے وہی تمہاری امیدگاہ ہے۔ اور آخرت میں جو کچھ حق تعالیٰ نے تمہارے لئے مہیا کیا ہے وہ اس چیز سے بدرجہا بہتر ہے۔ جو اشقیا نے تم سے منقطع کیا ہے۔ پس خدا سے اجر طلب کرو اور صبر کرو حضرت فاطمہؑ نے کہا میرے لئے کافی ہے اور وہی میرا نیک وبہتر وکیل ہے۔ اور یہ کہہ کر خاموش ہو گئیں۔ اس مقام پر مؤلف فرماتے ہیں کہ یہاں پر بعض امور کی تحقیق ضروری ہے۔ پہلا امر ان چند شبہوں کا دفع کرنا جن کا خاطر میں خطور کرنا ممکن ہے پس اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے باوجود ان دو بزرگواروں کی عصمت کے حضرت فاطمہؑ کا اعتراض کیا معنی رکھتا ہے تو ہم یہ جواب دیں گے کہ یہ معارضہ مصلحت پر محمول ہے اس لئے کہ وہ آگاہ ہو کہ حضرت امیرالمومنین نے اپنی خواہش و رضامندی سے خلافت ترک نہیں کی اور غصب فدک سے راضی نہ تھے، اور حضرت رسول اللہ پر قرآن پاک میں اکثر جگہ عتاب ہوا ہے مگر اُس سے دوسروں کی تہدید و تادیب مراد ہے۔ اسی طرح جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صادر ہوا جبکہ اپنی قوم کی طرف پھرے اور اُن لوگوں نے گوسالہ پرستی اختیار کی تھی۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے الواح کو پھینک دیا اور ہارون کے سر و داڑھی کو پکڑ کر کھینچا حالانکہ معلوم تھا کہ ہارون کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ مگر اس سے غرض یہ تھی کہ قوم پر ان کے عمل کی شناخت و قباحت ظاہر ہو جائے۔ اور مثل اُس عتاب کے جو حق تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ پر کرے گا کہ آیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا جانو حالانکہ حق تعالیٰ جانتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے ایسا نہیں کہا ہے اور اسی طرح کی اور دوسری مثالیں ہیں اور اگر یہ کہیں کہ حضرت فاطمہؑ کا دعوئے فدک میں اس قدر مبالغہ کرنا اور مجمع میں آنا اور خطبہ پڑھنا ان کے تقدس

و تنزہ اور زہد و ترک دنیا و کمال معرفت سے منافات رکھتا ہے۔ پس اس کا جواب دو وجہوں سے دیا جا سکتا ہے۔ پہلی وجہ یہ حق مخصوص حضرت فاطمہؑ کا نہ تھا جس سے درگذر کریں۔ اور اس کو ظالموں کے لئے چھوڑ دیں بلکہ تمام ائمہ ہدیٰ اور اولاد کرام آنحضرتؐ اس میں تا قیامت شریک تھے پس ایسے امر میں مسامحہ کرنا اُن سب کا حق ضائع کرنے کا باعث ہوتا اس لئے حضرت فاطمہؑ پر واجب تھا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اُن سب کا حق ضائع ہونے سے بچائیں اور دوسری وجہ حضرت فاطمہؑ کی غرض محض استرداد فدک نہ تھی بلکہ عمدہ و بہترین غرض اُن لوگوں کا باطن ظاہر کرنا تھا۔ تاکہ لوگ انہیں پہچانیں اور اُن کے بہکانے سے فریب میں نہ آئیں۔ اور ہر حاضر و غائب شخص پر حجت تمام ہو جائے۔ جیسا کہ خود حضرت فاطمہؑ نے اس خطبہ کے آخر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ اگرچہ میں جانتی تھی تم میری مدد نہ کرو گے مگر میں نے جو کچھ کہا اس لئے کہا ہے کہ حجت تمام کروں اسی طرح حضرت امیر المومنین کا ان لوگوں سے نزاع کرنا اور اپنی تمام عمر اظہار ظلم و شکایت فرمانا جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہوا وہ بسبب محبت دنیا اور حب جاہ و ریاست نہ تھا بلکہ اُس گروہ کے ظلم و ستم کا ظاہر کرنا مقصود تھا تاکہ اہل عالم پر حجت تمام ہو جائے۔ دوسرا امر۔ ابوبکر و عمر کے عناد و نفاق کا بیان اُن اخبار سے جو اس واقعہ میں وارد ہوئیں اور اس کی کئی وجہیں ہو سکتی ہیں پہلی وجہ اخبار خاصہ و عامہ سے معلوم ہو چکا کہ ابوبکر و عمر کو حضرت فاطمہؑ اور حضرت امیرؑ اس معاملہ میں ظالم و غاصب و عاصی جانتے تھے اور وہ لوگ بھی ان دونوں بزرگواروں کو کاذب اور مدعی خلاف حق اور رعایا و امام تصور کرتے تھے اور لازم ہے کہ ان دونوں فرقوں میں سے ایک حق پر ہو باوجود یکہ مخالفین نے اپنی صحاح میں بطریق بسیار روایت کی ہے۔ کہ جو امام کی اطاعت سے خارج ہو جائے وہ جاہلیت کی موت پر مرتا ہے۔ اور جو کوئی مرے اس حال میں کہ کسی امام کی بیعت اس کی گردن پر نہ ہو پس وہ جاہلیت کی موت سے مرا۔ اور ثابت و ظاہر ہے کہ ابوبکر سے حضرت فاطمہؑ راضی نہ ہوئیں اور اس کو ضلالت و بطالت پر جانتی تھیں یہاں تک کہ وفات پا گئیں۔ پس جو شخص ابوبکر کی امامت کا قائل ہو اس کو اس امر کا قائل ہونا لازم ہے کہ سیدہ زنان عالم جن کو حق تعالیٰ نے ہر ایک رجس و گناہ سے پاک کیا تھا۔ وہ جاہلیت و کفر و ضلالت کی موت پر دنیا سے اٹھیں ہوں مگر کوئی ملحد و زندیق اس قول کا قائل نہیں ہو سکتا جامع الاصول میں صحیح بخاری و مسلم صحیح ابوداؤد سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا کہ ان کے لئے ان کی میراث کو جو حضرت رسول خدا سے باقی رہی ہے تقسیم کر دے اور اُس چیز کو بھی جو خدا نے از قبیل انفال ان کی طرف راجع کی ہے۔ ابوبکر نے کہا حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا ہے کہ ہم میراث نہیں رکھتے ہیں۔ جو کچھ ہم سے باقی رہتا ہے وہ صدقہ ہے پس حضرت فاطمہؑ غضبناک ہوئیں اور اس سے ہجرت کی اور تا وفات اسی طرح رہیں۔ اور وہ حضرت رسول خدا کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں اور فاطمہؑ ہمیشہ اپنا حصہ طلب کرتی تھیں اُن چیزوں سے کہ جو حق تعالیٰ نے حضرت رسالتمآبؐ کو دی تھیں یعنی خیبر و فدک اور صدقۂ رسول خدا جو کہ مدینہ میں تھا مگر جناب ابوبکر نے قبول نہ کیا اور نہ ہی دیا اور عمر نے بھی ایسا ہی کیا لیکن صدقۂ مدینہ حضرت علیؑ و عباس کو دیا اور خیبر و فدک اپنے پاس رکھ لیا۔ اور نہ دیا اور صحیح بخاری سے بھی ان میں سے بعض مضمونوں کی روایت کی ہے اور کتاب سقیفہ سے ابن ابی الحدید روایت کرتا ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ سے ابوبکر نے فدک چھین لیا اور ان کو جواب دیا فاطمہؑ نے فرمایا قسم بخدا میں ہرگز تجھ سے کلام نہ کروں

گی۔ ابوبکر نے کہا واللہ میں ہرگز تم سے دوری اختیار نہ کروں گا۔ فاطمہؑ نے کہا واللہ میں خدا کے حضور تجھ پر نفرین کروں گی۔ ابوبکر نے کہا واللہ میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔ پس جب حضرت فاطمہؑ کی وفات کا وقت قریب آیا وصیت فرمائی کہ ان کے جنازہ پر ابوبکر نماز نہ پڑھے۔ اس لئے بوقت شب ان کو دفن کیا۔ اور عباس نے ان کے جنازہ پر نماز پڑھی اور ان کی وفات اور ان کے پدر بزرگوار کی وفات کے درمیان بہتر راتوں کا فاصلہ تھا۔ اور عامہ کی صحاح میں ہے کہ حضرت علیؑ اور بنی ہاشم کے کسی شخص نے حیات فاطمہؑ میں ابوبکر کی بیعت نہ کی۔ پس لازم ہے کہ خلافت ابوبکر باطل تھی اور فدک چھین لینے میں وہ غاصب تھا۔ اور حضرت رسولؐ کی حدیث روایت کرنے میں راست نہ تھا۔ یا یہ کہ حضرت امیرؑ باوجود عصمت و طہارت اور حق سے جدا نہ رہنے کے عاصی و ظالم اور اپنے امام کے عاق تھے۔ اور عداوت امیرؑ کفر و نفاق کی علامت ہے اور کون سی عداوت اس سے شدید تر ہوگی۔ جو اس گروہ نے اس موقع میں اور نیز دوسرے واقعات میں آنحضرتؑ کی نسبت کی ہے۔ تا اینکہ سقیفہ جوہری سے ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا خطبہ مبارک سن کر ابوبکر بالائے منبر گئے اور کہا اے لوگو یہ کیا ہر ایک کلام کا سننا ہے۔ عہد رسول اللہ میں یہ تمنائیں کیوں نہ تھیں اور یہ قصہ مثل اس روباہ کے ہے کہ اس کی دُم اس کی گواہ تھی وہی تمام فتنوں کا باعث ہے اور چاہتا ہے کہ اس مردہ فتنہ کو زندہ کرے۔ کمزوری سے مدد طلب کرتا ہے۔ اور عورتوں کی مدد ڈھونڈھتا ہے۔ مثل ام طحال کے کہ اس کے نزدیک اہل سے وہی عورت زیادہ تر دوست تھی جو زناکار تھی اگر چاہوں کر سکتا ہوں اور کہوں تو ظاہر کروں گا۔ جب تک میرے حال پر مجھے چھوڑ دیں گے میں ساکت ہوں پھر کہا اے گروہ انصار تمہارے نادانوں کا قول مجھ تک پہنچا ہے۔ اور میں اپنا ہاتھ و زبان اس وقت تک نہیں کھولتا جب تک کوئی اس کا مستحق نہ ہو۔ جب حضرت فاطمہؑ نے یہ کلمات سُنے اپنے گھر کی طرف پھر گئیں ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے اپنے استاد سے کہا کہ ابوبکر کا یہ اشارہ کس کی طرف تھا۔ میرے نقیب یعنی استاد نے کہا یہ اشارہ نہیں بلکہ صریح ہے۔ کہ اس کی مراد علی بن ابی طالب تھی۔ میں نے تعجب کیا اور کہا کہ وہ ایسا کلام حضرت امیرؑ کی نسبت کہتا تھا۔ نقیب نے کہا ہاں وہ بادشاہ تھا۔ جو چاہتا تھا کہتا تھا اور کرتا تھا اور جب اس نے دیکھا کہ انصار کی طبیعت بدل گئی ہے خوف زدہ ہوا کہ وہ لوگ حضرت علیؑ کی اعانت کریں گے پس ان کو بہ تہدید ساکت و ساکن کیا اور نقیب نے مزید کہا کہ ام طحال ایک عورت زناکار ایام جاہلیت میں تھی۔ اور اس سے زنا کی شکل دیا کرتے تھے اس مقام پر مؤلف فرماتے ہیں کہ اے طالب حق اس خبر میں غور و تامل کر اور بنظر انصاف دیکھ کہ جو شخص سید اوصیا اور ابن عم و برادر رسولؐ اور ان مناقب و فضائل رکھنے والے۔ نسبت جن کو کہ دوست و دشمن روایت کرتے ہیں اور دختر رسولؐ خدا و سیدہ زنان اہل عالم کی نسبت اس طرح کے کلمات کہے وہ خلافت کی لیاقت یا اسلام سے کوئی حصہ و بہرہ رکھتا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ کہ حضرت فاطمہؑ کی تکذیب باوجود ثبوت عصمت فاطمہؑ کے قول خدا اور رسولؐ کا رد کرنا ہے جیسا کہ تحقیق آیہ تطہیر میں معلوم ہو چکا۔ بطریق ہائے خاصہ و عامہ متواتر ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ فاطمہؑ میرا پارہ تن ہے۔ پس جو اس کو غضبناک کرتا ہے مجھے غضب میں لاتا ہے اور جو اس کو آزار پہنچائے وہ مجھے آزار پہنچاتا ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا ہے۔ اور یہ حضرت فاطمہؑ کے عصمت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر ان سے معصیت کا صادر ہونا ممکن ہو پس ان کی

ایذا بلکہ حد و تعزیر کا ان پر جاری کرنا لازم ہوگا۔ اور اس معصیت میں ان کی رضا جوئی موجب رضاء خدا اور رسول نہ ہوگی۔ اور یا اگر یہ کہیں کہ از روئے ظلم و ستم ان کو آزار پہنچانا باعث ایذائے رسول ہے۔ اور طاعت میں ان کو خوشحال کرنا موجب خوشحالی حضرت ہے۔ ہم یہ جواب دیں گے کہ تخصیص خلاف اصل ہے اور حدیث عام ہے نیز اگر یہ مراد ہو تو ان میں اور تمام مسلمانوں میں کوئی فرق نہ ہوگا اور اس کلام میں کوئی مدح اور بزرگی ان کے لئے ثابت نہ ہوگی حالانکہ باتفاق یہ کلام مدح و اختصاص کے مقام میں وارد ہوا ہے۔ نیز اس کی تفریع آنحضرتؐ کے پارۂ تن ہونے پر بے فائدہ ہوگی۔ کیونکہ دوسرے لوگ بھی اس امر میں ان کے شریک ہیں نیز وہ حدیثیں جو عامہ کی صحاح میں وارد ہوئی ہیں کہ میں دو بزرگ چیزیں تمہارے درمیان چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا اور دوسری میری اہلبیتؑ اگر ان کی متابعت کروگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور ابوذرؓ سے مشکوٰۃ وغیرہ میں روایت ہے۔ کہ حضرت رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری اہلبیتؑ مثل کشتی نوحؑ ہے۔ کہ جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا وہ ہلاک ہوا اور ان کی صحاح کی بہت سی حدیثوں میں مذکور ہوا ہے۔ کہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اہلبیت آنحضرتؐ ہیں اور جب ان کی متابعت باعث نجات اور ان کی مخالفت موجب ہلاکت ہو پس لازم ہے کہ ان کی گفتار حق اور ان کا کردار صحیح ہو جس کی پیروی کی جائے اور یہ گناہوں سے قولاً و فعلاً معصوم ہوں اور ان کا مخالف ہالک و گمراہ و ملعون قرار پائے۔ تیسری وجہ یہ دعوے جو ابوبکر نے کیا کہ پیغمبروں کی میراث نہیں ہوتی اس کا یہ کہنا محض کذب و افترا تھا۔ اور اس کی کئی وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ آیات قرآنی کے خلاف ہے۔ در باب میراث یعنے حضرت یحییٰؑ کے حضرت زکریاؑ سے اور اگر یہ کہیں کہ میراث سے علم و پیغمبری مراد ہے ہم جواب دیں گے کہ کئی وجہوں سے باطل ہے۔ پہلی بحسب لغت و عرف و شرع جب مطلق میراث کہتے ہیں۔ اس سے میراث مال مراد ہوتی ہے۔ خصوصاً جبکہ آیت میں میراث مال مراد ہونے کا قرینہ موجود ہے۔ کیونکہ یہ شرط کہ اس کو راضی و پسندیدہ و صالح قرار دے اور ظاہر ہے کہ پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں۔ پس یہ شرط بے فائدہ ہے۔ نیز عزیزوں اور موالی کا خوف مال سے مناسبت رکھتا ہے۔ نہ کہ پیغمبری و علم سے اور حضرت زکریاؑ اس امر سے کیوں ڈریں گے اور کیوں مضائقہ کریں گے کہ حق تعالیٰ اُن کے عزیزوں میں سے انبیاء و علماء قرار دے مگر مال میں ممکن ہے کیونکہ جانتے ہیں کہ مال ان کے فسق و فساد کا قوت دینے والا ہے۔ اس لئے مضائقہ کرتے ہیں۔ اور اسی طرح داؤدؑ سے سلیمانؑ کی میراث پانے کے مخالف ہے۔ اُن ہی وجہوں سے جو مذکور ہوئیں۔ ایضاً مخالف آیات میراث ہے۔ اور یہ امر کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ نبوت ان کی میراث سے ان کے عزیزوں کے محروم ہونے کا باعث ہو اور عامہ کی کتب مشہورہ میں کتاب فرائض میں اس کا ذکر ہوا ہے۔ دوسری ابوبکر نے اس روایت پر جو شہادت دی ہے وہ متضمن تحصیل نفع ہے۔ اور کئی سبب سے اس باب میں متہم ہے۔ پہلی وہ چاہتا تھا کہ یہ اموال اس کے تصرف میں رہیں کہ جسے چاہے دے جسے چاہے نہ دے جیسا کہ جامع الاصول میں ابی طفیل سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر سے اپنے باپ کی میراث طلب کی ابوبکر نے کہا میں نے سنا ہے۔ کہ حضرت رسول خداؐ فرماتے تھے کہ جب خدا کسی پیغمبر کو کوئی طعمہ دیتا ہے وہ اس شخص کا مال ہے۔ جو اس کے بعد امر خلافت پر قیام کرے

دوسرے قرینوں سے یہ گمان بلکہ یقین ہوتا تھا کہ وہ اہلبیت کو ضعیف کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ لوگ ان کی طرف مائل نہ ہوں۔ اور وہ خلافت میں اس سے نزاع نہ کر سکیں۔ اور تہمت کے لئے یہ امر ہی کافی ہے۔ بلکہ یہ اُس جہت سے قوی تر ہے۔ کہ ابوبکر نے تہمت تحصیل نفع کے سبب حضرت علی علیہ السلام کی گواہی رد کی۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ اس کی تصدیق چند دوسرے لوگوں نے بھی کی پس وہ سب لوگ اُس صدقہ میں اس کے شریک اور عداوت اہلبیتؑ میں مشہور و معروف تھے۔ اور ان میں بھی تہمت ظاہر تھی۔ تیسری اخبار مستفیضہ سے ثابت و ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ اس خبر کو موضوع و باطل جانتے تھے۔ جیسا کہ مسلم نے اپنی صحیح میں مالک بن اوس سے روایت کی ہے۔ کہ عمر نے حضرت علیؑ و عباس سے کہا کہ ابوبکر نے کہا کہ رسولؐ اللہ فرماتے تھے۔ کہ ہم میراث نہیں رکھتے۔ اور ہم سے جو کچھ باقی رہتا ہے۔ وہ صدقہ ہے پس تم نے اس کو دروغ گو مکار اور خائن جانا حالانکہ حق تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ راست گو اور نیک کردار اور تابع حق تھا۔ اور اس کی وفات کے بعد میں نے کہا کہ میں رسولؐ اللہ اور ابوبکر کا ولی ہوں۔ پس تم نے مجھے بھی دروغ گو اور مکار اور خائن تصور کیا حالانکہ حق تعالیٰ جانتا ہے۔ کہ میں راست گو اور نیک کردار اور تابع حق ہوں۔ اور صحیح بخاری میں بھی اسی کی مثل روایت ہے۔ اور ابن ابی الحدید نے بھی کتاب سقیفہ سے بسند ہائے بسیار اس مضمون کی روایت کی ہے۔ اور احادیث صحیحہ مستفیضہ میں مذکور ہو چکا ہے۔ کہ حضرت علیؑ حق سے جدا نہیں ہوتے اور نیز آیہ تطہیر و حدیث ثقلین و سفینہ وغیرہ جو عنقریب مذکور ہوئی ہیں۔ اور حضرت فاطمہؑ کا اس حدیث کے حق ہونے سے انکار کرنا یہ سب امور اس حدیث کے باطل ہونے کی حجت قاطعہ ہیں چوتھی اگر یہ حدیث حق ہوتی ضرور تھا کہ حضرت فاطمہؑ کو رسولؐ اللہ یہ حکم تعلیم فرماتے کہ وہ ناحق دعویٰ نہ کریں۔ اور حضرت علیؑ کو بھی جو اُن کے وصی اور ان کے علوم کے معدن تھے یہ سمجھا دیتے کہ وہ حضرت فاطمہؑ کو ناحق دعوے نہ کرنے دیں۔

اور کوئی عاقل یہ تجویز نہیں کرتا کہ حضرت فاطمہؑ نے یہ حکم اپنے پدر بزرگوار سے سُنا ہو اور اس باب میں اس قدر مبالغہ کریں اور انصار و مہاجرین کے مجمع میں آئیں اور اس شخص کے ساتھ جو تمہارے زعم میں مسلمانوں کا امام ہے وہ تمام خطاب کریں۔ اور ظلم و ستم کی نسبت اُس سے دیں اور لوگوں کو اُس کے ساتھ جنگ و جدل کرنے کی ترغیب و تحریص کریں۔ اور یہ امر اس کا باعث ہو کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کثیر کو غاصب و ظالم جانے اور اگر حضرت علیؑ یہ جانتے کہ اس میں فاطمہؑ کا کوئی حق نہیں ہے اور ابوبکر حق پر ہے۔ وہ کب ان امور کو جائز رکھتے اور حضرت فاطمہؑ کی وفات کے بعد عباس سے میراث میں کیوں نزاع کرتے یہ سب امور اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت رسالتمآب نے یہ حکم اہلبیتؑ سے بیان نہیں فرمایا ہے۔ کہ کوئی شخص یہ تجویز کرتا ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے اس طرح کا تغافل اور سہل انگاری اور دین و تبلیغ الٰہی میں کی ہو خصوصاً بہ نسبت اپنی اہلبیتؑ اور اپنے بھائی اور اپنی پارۂ تن کے۔ پس یہ اس امر کی دلیل قاطع ہے کہ یہ حدیث محض کذب و افترا تھی۔ پانچویں اس حدیث کے آثار کذب سے یہ بھی ہے کہ لوگوں کی عادت اور طریقہ اس طرح جاری ہوا ہے کہ جو امر خلاف عادت اور برخلاف اُس کے ہو جو لوگوں میں مشہور و معروف ہو اس کو بکثرت روایت کرتے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ سنت میراث تمام زمانوں میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک جاری رہی ہے۔ اور ہر زمانہ میں انبیاء کا ایک گروہ رہا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ لوگ انبیاء کے سیر و احوال

اور ان کی اولاد کے حالات جمع کرنے میں بہت اہتمام رکھتے ہیں۔ خصوصاً ایسے چند امور جو اُن کے لئے مخصوص ہیں پس اس کی وجہ کیا ہے کہ ایسا امر عظیم وخلاف عادت ہے انبیاء کی کسی کتاب میں اور ان کی کسی تاریخ میں مذکور نہیں ہوا۔ اور صرف ابوبکر یا اور دو تین خاص لوگوں کے علاوہ اس امر غریب سے اور کوئی شخص مطلع نہ ہوا اور اگلے زمانوں میں کسی وقت ایک بار بھی اس باب میں کوئی نزاع واقع نہیں ہوئی کہ جس کے سبب گذشتہ امتوں کی تاریخوں میں یہ حال درج کریں۔ اور کسی شخص نے یہ بیان نہیں کیا ہے کہ عصائے موسٰےؑ [۲] یا خاتم سلیمانؑ یا فلاں پیغمبر کا سلکہ کو بطریق صدقہ فلاں شخص کو دیا ہے یا یہ کہ وہ فخر کرے کہ مجھے فلاں پیغمبر کا لباس ملا ہے پس جو تھوڑا سا بھی شعور رکھتا ہوگا وہ جانتا ہے کہ اس حدیث کو وضع کیا گیا ہے۔ اور اس کے انجام کار میں غور وفکر نہ کرکے بے تدبیری کے ساتھ یہ افترا کیا ہے اور ان کی صحاح سے جو کچھ کہ ظاہر ہوتا ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے وہ یہ ہے کہ سوائے ابوبکر کے یہ حدیث کسی اور نے نقل نہیں کی ہے بعض کہتے ہیں کہ اوس بن مالک نے بھی اس کی تصدیق کی ہے مگر اس قول کو نادر جانتے ہیں۔ اور کتب اصول میں اس پر استدلال کیا ہے کہ ایک صحابی کی روایت پر عمل نہیں کر سکتے باوجودیکہ اس حدیث میں تنہا ابوبکر کی روایت پر عمل کرتے ہیں ولیکن روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام وعباس نے عمر کے زمانہ میں اس کے پاس میراث کے باب میں مخاصمہ کیا اور اس نے سعد بن ابی وقاص طلحہ وزبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف سے گواہی طلب کی اور ان لوگوں نے بسبب خوف گواہی دی۔ چھٹی منجملہ ان امور کے جو ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؑ اور ان کے اہلبیتؑ کے حق میں حکم خدا اور رسول اللہ کے خلاف کیا تھا یہ بھی تھا کہ حق ذوالقربےٰ کو اُن سے باز رکھا جو بہ نص قرآن اُن کے لئے تھا جب کہ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں۔ کہ ابوبکر سے حضرت فاطمہ کی نزاع دو امور میں تھی۔ یعنی میراث میں اور ہبہ وبخشش میں اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تیسرے امر میں بھی اس سے نزاع کی مگر ابوبکر نے ان کو نہ دیا اور وہ سہم ذوالقربےٰ تھا جب کہ انس سے کتاب سقیفہ میں روایت ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا تو جانتا ہے کہ صدقہ اہلبیت پر خدا نے حرام کیا ہے اور ہمارے لئے اموال غنیمت میں سہم ذوالقربےٰ قرار دیا ہے۔ آیت خمس میں ابوبکر نے جواب دیا ہاں میں نے یہ آیت پڑھی ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ آیا تمام سہم تمہارے لئے ہے۔ حضرت فاطمہؑ نے پوچھا کیا وہ تیرے اور تیرے اقربا کی جاگیر ہے جواب دیا نہیں بلکہ میں اس میں سے تھوڑا سا تم کو دیتا ہوں اور باقی کو مسلمانوں کی مصلحتوں میں صرف کروں گا۔ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا حکم خدا یہ نہیں ہے ابوبکر نے کہا حکم خدا یہ ہے اگر حضرت رسول اللہ نے تم سے کوئی عہد اس بارے میں کیا ہو بیان کر دیں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور وہ مال تمہارے اور تمہاری اہلبیت کے لئے چھوڑ دیتا ہوں۔ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے مخصوص اس باب میں کچھ نہیں فرمایا ہے مگر میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی فرمایا اے آل محمدؐ تم کو بشارت ہو کہ تمہاری طرف خوشحالی آئی ہے ابوبکر نے کہا میں اس آیت سے یہ نہیں سمجھتا کہ وہ تمام تمہیں کو دوں مگر جس قدر تم کو کافی ہو میں دیتا ہوں اور عمر نے بھی اس باب میں اس کی تصدیق کی اور اس مضمون کی دوسری حدیثوں کو بھی نقل کیا ہے۔ اور بسند ہائے بسیار ابن عباس وغیرہ سے جامع الاصول میں روایت کی ہے کہ سہم ذوالقربےٰ کو حضرت رسالتمآبؐ اپنے عزیز و اقارب میں تقسیم فرماتے تھے۔ مگر ابوبکر وعمر نے اس کو کم کیا اور وہ سب ان کو نہ دیا اور حضرت

وامام محمد باقرؑ وامام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ خداوند تعالیٰ نے خمس کا ایک حصہ آلِ محمدؐ کے لئے فرض کیا تھا۔ مگر اس امر سے بسبب حسد و عداوت حضرت ابوبکر نے انکار کیا کہ ان کا حصہ اُن کو دے۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو اس کے مطابق حکم نہ کرے جو خدا نے نازل کیا ہے پس یہ لوگ فاسق ہیں اور بطریق اہلبیتؑ اس باب میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ اور آیہ کریمہ کا ظاہر مضمون یہ ہے کہ حصہ میں تمام اصناف مساوی ہوں جیسا کہ فقہائے عامہ وخاصہ اقارب و وصایا کے باب میں کہتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ نے ذوی القربےٰ میں فقر و مسکنت کی شرط نہیں کی ہے۔ پس اس نے جو کچھ کیا وہ آیت کے خلاف کیا ہے۔ اور جو قرآن کے خلاف حکم کرے بر نص قرآن ظالم و فاسق ہے ساتویں منجملہ اُن طعنوں کے جو ابوبکر پر اس واقع میں وارد کرتے ہیں یہ بھی ہے کہ باتفاق اُس نے ازواج حضرت رسولِ خدا کو اپنے اپنے حجروں پر متصرف ہونے کا اختیار دیا اور یہ نہ کہا کہ وہ صدقہ ہیں۔ پس یہ اُس حکم کا نقیض ہے جو اُس نے حضرت فاطمہؑ کے حق میں در باب فدک و میراث رسولؐ کے کیا تھا۔ کیونکہ حجروں کا ان کی طرف منتقل ہوتا یا تو میراث کے سبب تھا یا بخشش کے سبب پہلا امر اس حدیث موضوعی کے خلاف ہے۔ جس کی روایت اس نے کی ہے۔ اور دوسرا امر ثبوت کا محتاج تھا مگر حضرت ابوبکر نے ان سے کوئی گواہ طلب نہیں کیا جیسا کہ حضرت فاطمہؑ سے طلب کیا تھا پس ثابت و معلوم ہوا کہ اُسے ان امور میں بجز ضرر رسانی اہلبیت کے اور کوئی غرض نہ تھی۔ اور اس مقام میں ابن ابی الحدید ایک کلام لطیف و ظریف نقل کرتا ہے کہتا ہے کہ میں نے علی فارقی سے جو مدرسہ غربیہ بغداد کا مدرس تھا یہ پوچھا کہ کیا حضرت فاطمہؑ اپنے دعوے میں صادق تھیں اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا پھر حضرت ابوبکر نے ان کو فدک کیوں نہ دیا؟ وہ مسکرایا اور کہا کہ اگر آج وہ فدک کو ان کے دعوے کرنے کے سبب ان کو دے دیتا اور وہ کل آ کر اپنے شوہر کے لئے خلافت کا دعوےٰ کرتیں پس اُس وقت ممکن نہ تھا کہ عذر کرے اور اس دعوے کو رد کرے کیونکہ پہلے خود اس نے بغیر دلیل و گواہ کے اُن کے صدق پر حکم کیا تھا۔ پس ابن ابی الحدید کہتا ہے اگرچہ اُس نے یہ کلام بطریق شوخی و خوش طبعی کہا تھا۔ مگر کہتا وہ درست تھا۔ اس مقام میں کلام اگرچہ بہت طولانی ہے مگر اس رسالہ میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں اور ہم نے اس کو تفصیل کتاب بحار الانوار میں بیان کیا ہے۔

پانچواں طعن:۔ عامہ کی تمام کتب کلامیہ و احادیث ولغات میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایام جاہلیت میں بالائے منبر کہا کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وقی اللّٰہ المسلمین شرھا فمن عاد الی مثلھا فاقتلوہ یعنی ابوبکر کی بیعت بغیر کسی تدبیر و مشورہ و مصلحت واقع ہوئی اور حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ پس جو اس قسم کی بیعت کی طرف عود کرے اسے قتل کرو پس جو کوئی تھوڑی سی عقل و شعور بھی رکھتا ہو گا۔ وہ جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر کے خلاف اور اس کی خلافت کے بطلان میں اس سے زیادہ کوئی کلام واضح نہیں کہہ سکتے۔ اور اگر اس نے راست کہا ہے تو حضرت ابوبکر اہلیت خلافت سے بہت دور اور مستحق شر مسلمین ہے۔ اور اگر اس نے دروغ کہا ہے پس وہ خود قابل خلافت نہیں ہے اور اگر یہ کہا جائے حضرت عمر کی خلافت کی بنا حضرت ابوبکر کی خلافت پر تھی اس لئے کیسے ہو

سکتا ہے۔ کہ وہ اس میں مداخلت کرے ہم یہ جواب دیں گے کہ چونکہ اس کی خلافت و سلطنت قائم اور ہیبت دلوں میں جاگزین ہو چکی تھی۔ اس کو یقین تھا۔ کہ ایسے کلمات سے اس کی خلافت درہم برہم نہیں ہو سکتی۔ اور کسی شخص کو اس پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں البتہ نیز یہ ڈرتا تھا۔ کہ مبادا اس کے بعد حضرت علیؑ کو خلافت ملے۔ اس لئے ایسا کلام کہا جس سے وہ راہ مسدود اور اس کی تدبیر شوریٰ جاری ہو۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید نے جاحظ سے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت عمرؓ نے سُنا کہ عمارؓ کہتا ہے کہ اگر حضرت عمرؓ مارے جائیں میں علیؑ کی بیعت کروں گا۔ اسی لئے عمرؓ نے یہ کلام کہا اور بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے کہ عمرؓ نے اپنے خطبہ میں کہا مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ کوئی شخص کہتا ہے اگر میں مارا جاؤں تو فلاں شخص کی بیعت کروں گا۔ پس تمہیں اس امر پر مغرور نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ بیعت ابوبکرؓ ناگہاں بے خبر و بے تدبیر اور بغیر مشورہ واقع ہوئی اور وہ بیعت ایسی ہی تھی مگر خدا نے اس کے شر سے محفوظ رکھا پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ کی عداوت نے اس کو بیتاب کیا کہ اس کی زبان سے یہ کلام جاری ہوا اور اس سے اس کی غرض یہ تھی کہ وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے قتل کا اسباب جمع کرے جیسا کہ شوریٰ میں بھی کیا تھا۔

چھٹا طعن:۔ ابوبکرؓ نے اپنی خلافت قائم و مستقر ہونے کے بعد خالد بن ولید کو قبیلہ بنی یربوع کی طرف بھیجا۔ کہ وہ اُن سے اُن کے اموال کی زکوٰۃ وصول کرے۔ کیونکہ مالک بن نویرہ کو حضرت رسالتمآبؐ نے ان کی زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ مگر حضرت رسالتمآبؐ کی وفات کی خبر سُن کر وہ زکوٰۃ لینے سے دست بردار ہوا اور اُن لوگوں سے کہا کہ اپنے ہاتھ روک لو جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ امر خلافت کس شخص پر قرار پاتا ہے اور شیعہ روایات کے مطابق اس کی وجہ یہ تھی کہ مالک نے حضرت رسالتمآبؐ سے حقیقت ایمان کو دریافت کیا تھا۔ اور آپؐ نے بیان اصول دین کے ضمن میں علیؑ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ میرا وصی ہے۔ اور جب آنحضرتؐ نے وفات پائی مالک بنی تمیم کے قبیلہ کے ساتھ مدینہ میں آیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ کو منبر رسولؐ پر دیکھا پس آگے بڑھ کر کہا کہ اے ابوبکرؓ تجھے کس نے منبر رسولؐ پر چڑھایا ہے جبکہ حضرت رسولِ خدا نے علیؑ کو اپنا وصی مقرر فرمایا ہے اور اُن کے موالات کا حکم مجھے دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اس کو مسجد سے نکال دو پس غلام قنفذ اور خالد نے اس کو مسجد سے باہر نکال دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے خالد کو بھیجا۔ اور کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ اُس نے کیا کہا ہے اور میں اس امر سے ایمن نہیں ہوں۔ کہ وہ ہمارے کام میں ایسا رخنہ ڈالے جس کی اصلاح ممکن نہ ہو۔ اس لئے تو اس کو قتل کر پس خالد گیا اور مالک کو قتل کرنے کے بعد اُسی شب اُس کی زوجہ سے زنا بھی کیا اور عامہ کے اصحاب تواریخ مثل ابن اثیر کے کامل میں اور اس کے علاوہ دوسروں نے بھی روایت کی ہے کہ جب خالد بن ولید قبیلہ مالک میں پہنچا اہل قبیلہ نے اذان کی اور نماز پڑھی اور اطاعت و انقیاد کا اظہار کیا جب رات ہوئی غدر و مکر کے آثار خالد سے ظاہر ہوئے اس لئے ان لوگوں نے احتیاطاً ہتھیار لگائے۔ اصحاب خالد نے کہا کہ جب ہم لوگ بھی مسلمان ہیں تو پھر کس وجہ سے ہتھیار باندھ رہے ہو انہوں نے کہا کہ اگر ہم بھی مسلمان ہیں تو پھر تمہارا ہتھیار باندھنا کس وجہ سے ہے۔ اصحاب خالد نے کہا کہ تم اپنے ہتھیار کھول دو کہ ہم

کل اپنے ہتھیار کھلوا دیتے ہیں۔ جونہی ان لوگوں نے اپنے ہتھیار کھولے خالد کے لشکر نے ان کو قید کرلیا اور ان کے ہاتھ باندھ کر خالد
کے پاس لائے۔ ابوقتادہ نے جو اس لشکر کے ساتھ تھا خالد سے کہا کہ اس گروہ نے اظہار اسلام کیا ہے۔ اور تم نے ان کو امان بھی
دی ہے۔ مگر خالد نے اس کے کہنے پر کوئی توجہ نہ دی بوجہ اس عداوت کے جو کہ زمانہ جاہلیت میں ان سے رکھتا تھا پس خالد نے ان
کے مردوں کے قتل کا حکم دیا اور ان کی عورتوں اور لڑکوں کو قید کرکے اپنے لشکر کے درمیان تقسیم کیا اور زوجہ مالک کو اپنے حصہ میں لیا
اور اس کے ساتھ اسی شب زنا کیا پس ابوقتادہ نے قسم کھائی کہ وہ ہرگز اس لشکر میں نہ جائے گا جس کا خالد امیر ہو۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار
ہوکر حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور اسے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ سنا انکار شدید کیا اور ابوبکر سے بہت سے کلمات
کہے اور کہا کہ خالد پر قصاص واجب ہے۔ جب خالد واپس مدینہ میں بہیئت اہل حرب کے ساتھ داخل ہوا درحالیکہ اس کے عمامہ میں
تیر نصب تھے۔ عمر نے تیروں کو اس کے سر سے کھینچ کر توڑ ڈالا۔ اور کہا اے دشمن خدا تو نے ایک مرد مسلمان کو قتل اور اس کی زوجہ سے
زنا کیا ہے۔ واللہ تجھے سنگسار کروں گا۔ خالد خاموش تھا اور اسے یہ گمان تھا۔ کہ حضرت ابوبکر بھی اس کی خطا کے حکم میں عمر کے شریک
ہیں۔ مگر جب خالد نے ابوبکر کے پاس جاکر عذر ہائے نامعقول بیان کئے اور حضرت ابوبکر نے بسبب دیگر وجوہ وہ عذر قبول کئے وہاں
سے خوش خوش باہر نکلا۔ اور عمر سے چند کنایہ کہہ کر چلا گیا۔ اور عامہ کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ اس لشکر میں شامل لوگ
اس امر کی گواہی دیتے تھے۔ کہ اس قوم کے لوگ اذان کہتے اور نماز پڑھتے تھے مالک کا بھائی عمر کو اپنا شفیع قرار دے کر ابوبکر کے پاس گیا
اور خالد کی شکایات کی عمر نے بھی کہا کہ اس سے قصاص لینا چاہیے مگر حضرت ابوبکر نے کہا کہ ہم اپنے مصاحب کو ایک اعرابی کے لئے قتل نہیں
کرسکتے اور بروایت دیگر جس کو صاحب نہایہ نے ذکر کیا ہے۔ یہ کہا کہ خالد خدا کی تلوار ہے۔ اور میں اس تلوار کو میان میں نہیں رکھتا جس
کو حق تعالیٰ نے مشرکوں پر کھینچا ہے۔ پس عمرؓ نے قسم کھائی کہ اگر مجھے قدرت حاصل ہوئی میں خالد کو مالک کے قصاص میں قتل کروں گا۔ اور
وہ حصہ جو اس مال غنیمت سے اس کے لئے جدا کیا تھا تصرف میں نہ لایا بلکہ اس کو جمع رکھا اور جب وہ خود خلیفہ ہوئے اپنا حصہ اور جس
قدر عورتیں لڑکیاں اور لڑکے علاوہ ان لوگوں کے پاس اس قوم کا باقی تھا وہ سب لے کر ان کے مردوں اور مالکوں کو دیا اور انہیں
مرخص کیا حالانکہ اکثر عورتیں اور لڑکیاں حاملہ تھیں۔ اور چونکہ خالد اس کے وعدہ قتل کے سبب ڈرتا اور اس سے گریزاں رہتا تھا عمر
کے پاس آکر کہنے لگا کہ مالک کے قتل کے عوض اب میں سعد بن عبادہ کو قتل کرتا ہوں پس گیا اور سعد بن عبادہ کو قتل کیا جیسا کہ
پیشتر مذکور ہوا پس اس وقت حضرت عمر اس سے راضی ہوئے اور اپنے پاس بلا کر اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور جب مالک کے بھائی نے
آکر عمر سے کہا کہ اب اپنا وعدہ پورا کرو اور خالد کو قتل کرو۔ عمر نے کہا کہ میں اس کے خلاف نہیں کرتا جو حضرت رسولؐ خدا نے کیا ہے۔ اور
شیعہ روایتوں میں ہے کہ وہ قیدی جب ابوبکر کے پاس لائے گئے کہ محمد بن حنیفہ کی ماں بھی ان میں تھی جونہی ان کی نظر قبر مقدس
حضرت رسولؐ اللہ پر پڑی آہ وزاری کی آوازیں بلند ہوئیں اور کہا اسلام و علیک یا رسول اللہ خدا آپ پر اور آپ کی اہلبیت پر صلوٰۃ
بھیجے یہ لوگ آپ کی امت میں ہمیں قتل کا تاوان تو یہ دو ظلم کے اسیر کیا ہے۔ قسم بخدا ہمارا اس کے سوا اور کوئی گناہ نہیں ہے
مگر یہ کہ آپ کے اہلبیت کی محبت کا تخم اپنے سینہ میں بویا تھا اور ان کی فضیلت کا اقرار کرتے تھے۔ پس ان لوگوں نے ان کی

کو بدی اور بدی کو نیکی تصور کیا آپؐ ہمارا انتقام ان سے لیجئے۔ پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا تم نے ہم کو کیوں اسیر کیا ہے۔ جب کہ ہم خدا کی وحدانیت اور اس کے رسولؐ کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں۔ کہنے لگے تم نے زکوٰۃ نہ دی تھی۔ انہوں نے کہا اگر تم سچ کہتے ہو تو ہمارے مردوں نے زکوٰۃ نہ دی تھی مگر ہمارا گناہ اس میں کیا ہے۔ بعد اس کے خالد و طلحہ نے چاہا کہ اُن کو اپنے حصہ میں لیں۔ انہوں نے کہا۔ نہیں واللہ کوئی شخص میرا مالک نہیں ہو سکتا اور میرا شوہر نہیں ہے مگر وہ جو مجھے خبر دے کہ میری ولادت کے وقت مجھ پر کیا گذری۔ پس اس وقت حضرت امیر علیہ السلام تشریف لائے۔ اور فرمایا میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ جب تیری ماں کے وضع حمل کا وقت قریب آیا۔ اس نے کہا خداوندا اس وضع حمل کو مجھ پر آسان کر اور بعد اس کے اگر تجھے منظور ہو اس اولاد کو زندہ رکھ اور اگر منظور نہ ہو اٹھا لے اور جب تو پیدا ہوئی اس وقت تو نے زبان کھولی اور شہادتیں پڑھنے کے بعد اپنی ماں سے کہا کہ تو میرے ہلاک ہونے پر کیوں راضی تھی۔ وہ وقت عنقریب آئے گا کہ ایک سید و سردار اولاد آدم مجھ سے نکاح کرے گا۔ اور ایک سید مجھ سے پیدا ہو گا پس جب یہ باتیں تیری ماں نے سنیں کہا کہ ان کلمات کو ایک تانبے کے ٹکڑے پر لکھ کر زمین میں دفن کریں۔ اور جب تجھے اسیر کرتے تھے تو نے اس نوشتہ کو زمین سے نکال کر اپنے بازو پر باندھ لیا حضرت عثمان اور دوسروں کے مبالغہ کرنے کے سبب وہ لوح اس کے بازو سے کھولی دیکھا اس لوح پر وہی عبارت نقش تھی جو حضرت امیر علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ پس حضرت امیرؑ نے اس کو لے کر اسماء بنت عمیس کے گھر بھیجا تا اینکہ اس کا بھائی آیا اور اس نے حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ اس کا عقد کیا اور عامہ کی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مالک کے قتل کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ خالد مالک کی بیوی پر عاشق ہو گیا تھا جیسا کہ مؤلف روضۃ الاحباب لکھتا ہے۔ کہ جب مالک کو قتل کرنے کے لئے لائے تو ام تمیم دختر منہال زوجہ مالک جو کہ اپنے عہد میں تمام عورتوں سے زیادہ حسین و خوبصورت تھی۔ وہاں آئی اور خود کو مالک پر گرا دیا۔ مالک نے کہا دور ہو کہ میں تیری ہی وجہ سے قتل کیا جا رہا ہوں۔ اور زمخشری نے اساس البلاغہ میں اور ابن اثیر نے نہایہ میں لغت افکل کے ضمن میں اس مضمون کی روایت کی ہے۔ اب جب کہ مخالف و موالف کی بعض روایتیں اس واقعہ میں معلوم ہو چکیں تو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت ابوبکر نے اس واقعہ میں کئی عیبوں سے خطا کی ہے۔ اور بعضوں میں حضرت عمر بھی اس کے شریک تھے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے بغیر کسی گناہ و تقصیر شرعی کے مسلمانوں کے ایک قبیلہ پر لشکر بھیجا اور مسلمانوں کے اس گروہ کے قتل و غارت گری سے راضی ہوئے اور اس عمل قبیح کا جو عذر بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے مرتد ہو گئے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ خالد کے تمام لشکر نے گواہی دی کہ ان لوگوں نے شہادتیں کہہ کر اذان دی اور نماز ادا کی حالانکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص شہادتین کہے اور نماز پڑھے وہ مسلمان ہے اور انہوں نے تو زکوٰۃ دینے سے انکار نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ تو یہ کہتے تھے کہ ہم حضرت ابوبکر کو نہیں دیتے۔ بلکہ وصی پیغمبر خدا کو دیں گے یا پھر ہم خود فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم کریں گے۔ اور طبری اپنی تاریخ میں روایت کرتا ہے کہ مالک نے اپنی قوم کو زکوٰۃ نہ دینے پر اجماع کرنے سے منع کیا۔ اور ان کو متفرق کر دیا۔ اور ان سے یہ کہا۔ کہ والیان اسلام سے نزاع نہیں کرنا چاہیئے۔ اور جب وہ لوگ متفرق ہو گئے۔ خالد آیا اور اس کو رد

عذر سے جیسا کہ بیان ہوا ان کو گرفتار کر لیا۔ باوجود دیکہ صاحب منہاج نے خطابی سے نقل کی ہے۔ کہ مانعان زکوٰۃ جبکہ اصل دین کے قائل ہوں کافر نہیں ہیں اور ردّت کا اطلاق معنی لغوی کے ساتھ ان پر کیا ہے۔ پس ان پر اور اُن کی اولاد پر اور عورتوں پر کافروں کا حکم جاری نہیں ہے۔ نیز شارح وجیز نے باغیوں کی بحث میں کہا ہے۔ کہ ان سے جنگ کی ابتدا نہیں کرنی چاہیئے۔ جب تک وہ خود ابتدا نہ کریں۔ اور لازم ہے کہ امام کسی امین و ناصح کو بھیجے کہ اُن کی مخالفت کی وجہ معلوم کرے۔ پس اگر وجہ کوئی ایسا ظلم ہو جو ان پر ہوا ہے۔ وہ اس ظلم کو ان سے دور کرے۔ اور اگر کوئی شبہ رکھتے ہوں۔ اس شبہ کو دور کرے اگر ان میں سے کوئی امر نہ ہو۔ تو پھر ان کو وعظ و نصیحت کرے۔ اگر اس پر بھی وہ لوگ اصرار کریں تو پھر ان کو آگاہ کر دے کہ ہم تم سے جنگ کریں گے۔ اور کسی روایت میں وارد نہیں ہوا ہے۔ کہ خالد نے ان امور میں سے کسی ایک امر پر بھی عمل کیا ہو۔ اور اس گروہ سے سوائے اظہار اطاعت و انقیاد اور کوئی چیز ظاہر نہیں ہوئی اور اگر تعصب و عناد نہیں ہے پھر ابوبکر وغیرہ جنہوں نے باخبار متواترہ خدا کے عہدوں کو توڑ دیا۔ اور حضرت رسولؐ خدا کے نصوص کی مخالفت کر کے حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت فاطمہؑ کا حق غصب کیا اور خدا کی اور حضرت رسولؐ کی گواہی کو اہلبیت نبوت کی طہارت و عصمت میں رد کیا اور ان بزرگواروں پر ظلم و جور کرنے کی بنا قائم کی اور نیز عائشہ و معاویہ اور ان کے اعوان و انصار جنہوں نے حضرت امیر علیہ السلام سے جنگ و جدال کئے۔ اور اس قدر اہلبیت طاہرین و ذریت طیبہ اور باقی تمام مسلمانوں کو شہید کیا باوجود احادیث متواترہ سلمک سلمی و حربک حربی اور اس کے امثال کی حد تشیں جو مذکور ہو چکیں کیوں نہیں ہیں بلکہ یہی لوگ خدا اور رسولؐ کے خلیفہ اور مسلمانوں کے امام ہیں۔ اور ان کی اطاعت فرض اور ان کی مخالفت کفر ہے۔ مالک بن نویرہ صرف اتنا کہنے کی وجہ سے کہ ابوبکر خلیفہ نہیں ہے یا یہ کہ حضرت رسالت مآبؐ نے اس کو زکوٰۃ دینے کا حکم نہیں فرمایا۔ اس لئے اس کو نہیں دیتے مستحق قتل قرار پائے اور خالد باوجود ان اعمال قبیحہ کے ایک زجر و ملامت کا بھی مستحق نہ سمجھا جائے۔ بلکہ ضرور ہے کہ اس کی مدح کریں اور اس کو سیف اللہ کہیں۔ اور مخالفین میں سے بعض نے جب یہ دیکھا کہ یہ عذر بے معنی ہے ایک دوسرا عذر اس کے لئے پیدا کیا وہ کہتے ہیں کہ اثنائے گفتگو میں خالد نے حضرت رسولِ خدا کا نام لیا۔ مالک نے کہا تمہارے صاحب نے ایسا ہی کہا۔ خالد نے کہا آنحضرتؐ ہمارے صاحب ہیں اور تمہارے صاحب نہیں ہیں۔ اسی لئے اس کے ارتداد کا حکم دیا۔ اور اس کو قتل کیا۔ مگر اس کا باطل ہونا پہلی وجہ سے بھی زیادہ ظاہر ہے۔ کیونکہ کسی بھی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے۔ نیز اگر یہ امر واقعی تھا لازم تھا کہ عمر کے سامنے خالد یہ عذر بیان کرتا اور حضرت ابوبکر بھی عمر کو یہی جواب دیتے۔ جبکہ وہ خالد سے قصاص لینے کے بارے میں مبالغہ و اصرار کرتا تھا۔ باوجودیکہ بر تقدیر واقعی ہونے کے بھی یہ عبارت صریحاً ارتداد پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ اور دفع حدود کے لئے محض شبہ کافی ہے۔ اور بر تقدیریکہ مالک مرتد ہو گیا ہو تمام قبیلے کا کیا گناہ تھا۔ اور عورتوں اور ان کے معصوم بچوں کا کیا گناہ تھا۔ جو ابھی حد بلوغ کو بھی نہ پہنچ پائے تھے۔ اور ان کے باپ بھی کافر اصلی نہ تھے۔ کہ ان کی اولاد پر بھی شمول اُن کے کفر کا حکم جاری ہوا اور کس جرم میں

ان کو قتل کافروں کے اسیر کر کے اہل اسلام کو دیا۔ کہ انہوں نے بغیر تزویج و نکاح کے اس قوم کی عورتوں اور لڑکیوں سے جماع کیا۔ اور ان سے اولاد پیدا ہوئی۔ دوسری وجہ یہ حال دو صورتوں سے خارج نہیں ہے۔ یا یہ لوگ سب کے سب فی الواقع مرتد اور قتل و غارت و اسیری کے مستحق نہ تھے پھر ابوبکرؓ نے مسلمانوں کی اس جماعت کثیر کو کیوں بے گناہ قتل و اسیر کر کے بندگی میں مبتلا کیا۔ اور اہل اسلام کی ہتک حرمت اور زنائے کثیر کا سبب اور بہت سی اولاد زنا کا باعث ہوا۔ پس اس صورت میں لازم ہے کہ وہ ظالم قرار پائے کیونکہ حکم الٰہی کے خلاف حکم دیا ہے۔ اور اگر یہ تمام لوگ مرتد اور ان عقوبتوں کے مستحق تھے۔ پھر کس لئے حضرت عمرؓ نے ان کی عورتوں اور لڑکیوں اور فرزندوں کو جو اہل اسلام کے بندہ و کنیز ہو چکی تھیں نیز مسلمانوں کی اولاد کو جو ان سے پیدا ہوئی تھی اور نیز ان کے اموال کو پھیر کر مسترد کیا اس صورت میں لازم ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں پر ظلم کیا اور اپنے امام کی مخالفت کی اور اس کو خطا سے منسوب کیا۔ غرضیکہ یہ ظلم اور فسق ان دونوں اماموں میں سے ایک پر ضرور لازم آتا ہے۔ اور اس کی خلافت باطل ہوتی ہے۔ اور اگر ان میں سے ایک کی خلافت باطل ہو تو پھر تینوں کی خلافت باجماع مرکب باطل ہو جاتی ہے۔ تیسری وجہ حضرت ابوبکرؓ نے چند حدود الٰہی کو اس واقع میں ضائع کیا پہلے خالد کو مالک کے عوض قصاص نہ کیا۔ دوسرے خالد نے مالک کی زوجہ سے جو زنا کیا تھا اس پر زنا کی حد جاری نہ کی تیسرے تمام مقتولین کے خون کو اور ان کے قصاص و دیت کو ضائع کیا اور ان کاموں میں حضرت عمرؓ بھی اس کے شریک تھے۔ بلکہ خالد سے عمرؓ قصاص نہ لینے میں دو وجہوں سے شریک غالب ہے۔ ایک وجہ یہ کہ اس نے قسم کھائی تھی کہ خالد کو قتل کرے پھر اپنی قسم کے خلاف کیا۔ دوسری وجہ خالد سے سعد بن عبادہ کے قتل کے سبب راضی ہوا اور اس نے قتل کو مالک کے قتل کے عوض قبول کر لیا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ عمرؓ نے جو انکار کیا تھا۔ وہ لئے دینداری نہ تھا۔ بلکہ محض اس لئے تھا کہ وہ ایام جاہلیت میں اس کا اشنا ہو چکا تھا۔ ورنہ لازم تھا۔ کہ اس دینداری کا دعویٰ جناب حضرت فاطمہؑ اور تمام اہلبیت پر ظلم وارد ہونے کے باب میں صرف کرے اور بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ ملا علی قوشجی نے زنائے خالد کی تشنیع رفع کرنے کے لئے یہ کہا ہے۔ کہ مالک کی زوجہ مطلقہ تھی۔ اور اس کی عدہ کی مدت بھی منقضی ہو چکی تھی۔ مگر اس کے سوا کسی دوسرے نے اس پر زنا افترا کو بیان نہیں کیا ہے۔ اور نہ کسی روایت میں ایسا مذکور ہے۔ اگر ایسا ہوتا لازم تھا کہ جب عمرؓ نے خالد بن ولید کو سنگسار کرنے کی تہدید کی تھی خالد وہ عذر بیان کرتا۔

ساتواں طعن:- اخبار مستفیضہ بلکہ متواترہ میں بطریقہائے عامہ وارد ہوا ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ مکرر خلافت سے استعفاء و اقالہ کرتے تھے۔ جیسا کہ طبری نے اپنی تاریخ میں اور بلاذری نے انساب میں اور سمعانی نے فضائل میں اور ابو عبیدہ وغیرہ نے بھی روایت کی ہے۔ کہ ابوبکرؓ اپنی خلافت کے عہد میں منبر پر کہتے تھے۔ اَقِیْلُوْنِیْ فَلَسْتُ بِخَیْرِکُمْ وَعَلِیٌّ فِیْکُمْ۔ یعنی تم لوگ میری خلافت و بیعت سے دست بردار ہو میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ حالانکہ علیؑ تمہارے درمیان موجود ہیں۔ اور حضرت امیر علیہ السلام نے خطبہ شقشقیہ میں جس کی روایت عامہ و خاصہ نے کی ہے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے یہ بات کس قدر تعجب کی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں بیعت سے اقالہ و پشیمانی کا اظہار کرتا تھا۔ مگر اس نے وقت مرگ خلافت

کے نئے دوسرے کو مقرر کیا۔ اور بروایت دیگر ابوبکر نے یہ کہا تھا۔ کہ میں تمہارا والی ہوا ہوں۔ مگر تم سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر راہ راست پر چلوں تو میری متابعت کرو۔ اور کجی روی اختیار کروں تو مجھے راہ راست پر لاؤ۔ بدرستیکہ میرا ایک شیطان ہے جو میرے غضب کے وقت مجھے عارض ہوتا ہے۔ جب مجھے غضبناک پاؤ مجھ سے اجتناب کرو۔ کہ میں تمہارے بالوں اور پوستوں میں تاثیر نہ کروں اور یہ امور اس پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ خود کو امامت کے قابل نہ سمجھتا تھا۔ اور حضرت علیؑ کو اپنے سے افضل جانتا تھا۔ اور مفضول کی امامت قبیح ہے نیز یہ امر اتفاقی ہے کہ عقل و عدالت دونوں امامت کے لئے شرط ہیں اگر یہ شیطان جو اس کو عارض ہوتا تھا اس کو عقل و تکلیف سے خارج کر دیتا اور وہ مدروج ہو جاتا تھا۔ پس پہلی شرط یعنی عقل مفقود تھی۔ اور اگر خارج نہیں کرتا تھا اور اپنے کو ضبط کر سکتا تھا پس وہ .... تھا۔ اور دوسری شرط یعنی عدالت مفقود ہے۔ نیز اقالہ امام جائز ہے یا جائز نہیں ہے۔ اگر جائز نہیں ہے پھر ابوبکر نے کیوں کیا اور اگر جائز ہے حضرت عثمان نے باوجود اضطرار کے کیوں نہ کیا! یہاں تک کہ قتل ہو گئے اور حضرت عثمان یہ کہتے تھے کہ میں اس پیراہن کو نہیں اتاروں گا جو خدا نے مجھے پہنایا ہے۔ حالانکہ بلا اختلاف بوقت ضرورت کلمہ شرک کا اظہار اور گوشت خوک و مردار کا کھانا جائز ہے پس معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے لئے ان چیزوں سے بھی بدتر تھا۔ غرض کہ ان ہر دو خلیفوں میں سے ایک کی قدح لازم آتی ہے۔ اور جو تھوڑی بھی عقل و شعور کا مالک ہے اس پر یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ یہ سب محض فریب اور توطیہ تھا جو ان دونوں نے باہم کیا تھا۔ تاکہ لوگوں کو اس امر باطل میں اور محکم تر کریں۔ جب کہ خطبہ شقشقیہ کا وہ فقرہ اس کا گواہ عادل ہے۔

سٹھواں طعن:۔ حضرت ابوبکر بہت سے مقاموں میں اکثر احکام دین اور الفاظ قرآن پاک کی تفسیر نہ جانتے تھے۔ حالانکہ اکثر صحابہ جانتے تھے پس یہ طعن کئی طعنوں پر مشتمل ہے۔ مگر اس جگہ ہم صرف بعض کا ہی ذکر کریں گے۔ پہلے لوگوں نے اس سے کلالہ کے معنی پوچھے مگر وہ نہ جانتے تھے۔ کلالہ ماں باپ کی اولاد کو کہتے ہیں۔ جو برادران پدری و مادری یا تنہا پدری یا تنہا مادری ہوں۔ اور یہ اہلبیت کی روایتوں کے مطابق ہے۔ جیسا کہ سورۃ نساء کی آیتوں سے بھی ظاہر و معلوم ہوتا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں۔ کہ ماسوائے والد و ولد ہے عامہ و خاصہ نے روایت کی ہے کہ ابوبکر سے لوگوں نے کلالہ کے معنی پوچھے مگر اسے معلوم نہ تھے۔ اور بعد اس کے جیسا کہ صاحب کشاف نے روایت کی ہے یہ کہا کہ میں اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر نیک و بہتر ہے خدا کی جانب سے ہے اور اگر خطا و غلط ہے تو میرے اور شیطان کی جانب سے ہے اور خدا اس سے بری ہے۔ کلالہ ماسوائے والد و ولد کے ہے۔ اس نے یہ بہت خوب کیا کہ خود کو شیطان کا قرین قرار دیا چنانچہ آخرت میں بھی اس کا قرین ہوگا۔ اور دوسری خطا یہ ہے۔ کہ اعتراف جہل کے بعد قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی۔ اور بغوی نے مصابیح میں اور اس کے علاوہ عامہ کے دوسرے عالموں نے بھی بطریق فقہائے لیبار روایت کی ہے کہ جو قرآن میں اپنی رائے سے کلام کرے وہ آتش جہنم میں اپنی جگہ مہیا و آمادہ جانے اور بروایت دیگر اگرچہ نیک و صواب کہے

خطا کی ہے۔ اور بروایت دیگر حضرت رسولؐ خدا نے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتا تھا۔ فرمایا تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے کتاب خدا کو درہم و برہم کیا۔ جب لوگ کتاب خدا میں اپنی رائے سے کلام کریں اختلاف ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص کی رائے مختلف ہے۔ مگر حکم خدا میں کوئی خلاف نہیں ہے۔ بلکہ سب باہم موافق ہیں۔ جس کا علم ہو اسے بیان کرو اور جس کا علم نہیں رکھتے۔ اس کو ایسے شخص سے پوچھو جو جانتا ہو۔ کیونکہ نہ جاننے کی دوا پوچھنا ہے۔ یہ سب عامہ کی روائتیں ہیں۔ اور فخر رازی نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ کہتے تھے۔ کہ کلالہ ماسوائے ولد ہے اور روایت کی ہے۔ کہ جب اس کو خنجر مارا۔ اس نے کہا میں ایسا جانتا ہوں کہ کلالہ وہ شخص ہے جو فرزند نہ رکھتا ہو اور میں ابوبکر کی مخالفت سے شرم کرتا ہوں فاضل مؤلف اس مقام پر فرماتے ہیں کہ بڑا تعجب ہے اس شخص سے ہے جو حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو شرم نہ کرے اور ان کے کلام کو ہذیان سے نسبت دیوے مگر حضرت ابوبکر سے شرم کرے۔ اس کی رعایت کے سبب اپنی رائے سے پھر جائے۔ اگر پہلا قول بغیر کسی مستند کے تھا۔ وائے ہو اس پر جو بغیر کسی مستند کے کلام خدا کی تفسیر کرے اور اگر کوئی مستند رکھتا تھا وائے ہو اس پر جو وقت مرگ حضرت ابوبکر کی رعایت کے سبب اس سے پھر جائے۔ نیز روایت کرتے ہیں کہ وہ مرنے کے وقت کہتا تھا کہ تین چیزیں ایسی ہیں اگر ان کو حضرت رسالتمآبؐ ہم سے بیان فرماتے وہ میرے نزدیک دنیا وما فیہا سے بہتر تھیں۔ یعنی کلالہ و خلافت و ریاست۔ پس ظاہر و معلوم ہوا کہ کلالہ کے جو معنی کہتے تھے۔ وہ بغیر کسی مستند کے اپنی رائے و خواہش نفس کے مطابق کہتے تھے۔ اور اس طرح اسے حضرت ابوبکر کی خلافت میں بھی شک تھا۔ اور صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ان کے تمام کاموں کی بنا خواہش ہائے باطل و مصالح دنیوی پر تھی۔ اور کسی دلیل و حجت سے مستند نہ تھی۔ اور ابوبکر کی علمی قابلیت کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ باوجودیکہ اس کو سابق الاسلام اور از جملہ مخصوصان آنحضرتؐ و مصاحب غار جانتے ہیں۔ مگر اس نے مدت بعثت آنحضرتؐ میں ایک سو بیالیس حدیثوں سے زیادہ کی روایت نہیں کی ہے۔ حالانکہ یہ ثابت و ظاہر ہے کہ ان میں بھی بہت سی احادیث موضوع ہیں۔ مانند حدیث میراث انبیاؑ اور اس کی مثل دوسری اور ابو ہریرہ نے مختصر سی مدت میں کئی ہزار احادیث کی روایت کی ہے دوسرے یہ کہ اب کو جو یعنی گیاہ و چراگاہ حیوانات ہے۔ اور ہر ایک نادان بھی اس کو جانتا ہے وہ نہیں جانتا تھا جیسا کہ صاحب کشاف نے روایت کی ہے کہ لوگوں نے اب کے معنی اس سے پوچھے کہا کہ کون سی زمین مجھے اٹھاتی ہے اور کون سا آسمان میرے سر پر سایہ کرتا ہے۔ اگر میں کتاب خدا میں نادانستہ کلام کروں تیسرے ایک چور کی بابت یہ حکم دیا کہ اس کا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ کے عوض کاٹیں اور فخر رازی کہتا ہے۔ کہ پہلی چوری میں بائیں ہاتھ کا کاٹنا خلاف اجماع اہل اسلام ہے۔ چوتھے یہ کہ ایک عورت نے اپنی میراث اپنے پوتے سے چاہی۔ تو اس نے کہا کہ میں خدا اور رسول کے کلام میں دادی کا حصہ نہیں پاتا ہوں پس مغیرہ و محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول خدا نے دادی کا چھٹا حصہ دیا ہے۔ اس وقت اس نے چھٹے حصہ کا حکم دیا۔ پانچویں فجاءہ سلمی کو کہ جس نے اس کی اطاعت نہ کی تھی اس کو آگ میں جلا دیا باوجودیکہ اس

نے توبہ کی تھی ۔ اور بعض کہتے ہیں ۔ کہ وہ آگ کے درمیان بآواز بلند شہادتیں کہتا تھا ۔ یہاں تک کہ جل کر خاکستر ہو گیا ۔ پس توبہ قبول نہ کرنا اور آگ سے عذاب کرنا یہ دونوں امر دینِ خدا میں بدعت تھے اور صاحب موقف نے بھی نقل کیا ہے کہ اس نے اسلام کا دعوے کیا تھا ۔ اور بعض لوگ جو یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ وہ زندیق تھا اور بعض علما کا قول ہے کہ زندیق کی توبہ قبول نہیں ہوتی ۔ اس کی کوئی اصل نہ ہے کیونکہ روایتوں میں اس کے سوا اور کچھ وارد نہ ہوا ہے ۔ کہ اس نے اہل اسلام کے ایک گروہ کو غارت کیا تھا ۔ اور یہ امر زندیق ہونے کا باعث نہیں ہوتا اور وہ روایت کہ جس میں آگ سے عذاب کرنے کی نہی و ممانعت ہے وہ عامہ کے نزدیک روایت صحیحہ ہے ۔ اور ابن ابی الحدید نے بھی روایت کی ہے اور ابو ہریرہ و ابن عباس سے صحیح بخاری میں بھی روایت ہے ۔

نواں طعن : جب حضرت ابوبکر نے خود کو قریب مرگ دیکھا ۔ وہ عہد وفا کرنا چاہا جو اس نے حضرت عمر سے کیا تھا ۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ کوئی بھی شخص ماسوائے عمر کے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے حق کا مانع نہیں ہو سکتا ۔ پس عمر کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنے کا ارادہ کیا ۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے ۔ کہ ابوبکر نے عثمانؓ کو اپنی جان کنی کے وقت بلایا اور کہا کہ میری وصیت لکھ ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ وہ عہد ہے جو عبد اللہ بن عثمان مسلمانوں سے کرتا ہے ۔ اما بعد اس کو کہا اور بے ہوش ہو گئے ۔ پس عثمان نے لکھا تحقیق میں نے فرزند خطاب کو تمہارا خلیفہ مقرر کیا ہے ۔ اور جب ہوش آیا کہا کہ پڑھ جب عثمان نے پڑھا کہا اللہ اکبر کیا تجھے یہ ڈر تھا کہ اگر میں اسی حالت میں مر جاؤں تو لوگ خلافت عمر میں اختلاف کریں گے ۔ عثمان نے کہا ہاں حضرت ابوبکر نے کہا کہ خدا تجھے اسلام سے اور اہل اسلام سے جزائے خیر دے ۔ پھر اس عہد کو تمام کیا اور حکم دیا کہ اس کو لوگوں کے سامنے پڑھیں اس کے بعد حضرت عمر سے وصیتیں کیں پس طلحہ داخل ہوا اور ابوبکر سے کہا خدا سے ڈر اور عمر کو لوگوں پر مسلط نہ کر اے طلحہ تو مجھے خدا سے ڈراتا ہے پس اگر خدا مجھ سے پوچھے گا میں جواب دوں گا کہ میں نے بہترین امت کو امت کا خلیفہ مقرر کیا ہے ۔ اور عمر کو خلیفہ مقرر کرنے میں حضرت ابوبکر نے کئی خطائیں کی ہیں پہلی خطا یہ کہ اس کو کیا سزاوار تھا کہ وہ لوگوں کا امام و خلیفہ مقرر کرے ۔ بلکہ اس نے رسولِ خدا کی مخالفت کی کیونکہ ان کے اعتقاد کے مطابق حضرت رسالتمآبؐ نے اپنا خلیفہ معین نہیں کیا تھا ۔ اور حضرت رسولِ خدا کی پیروی بہ نص قرآن واجب ہے ۔ دوسری خطا اس نے یہ کی کہ حضرت عمر کو بہترین امت قرار دیا ۔ جبکہ حضرت علیؑ امت میں موجود تھے ۔ اور احادیث متواترہ سے ثابت و ظاہر ہے کہ وہ بہترین تھے جیسا کہ پیشتر ازیں مذکور ہوا اور اس نے خود کہا تھا لستُ بخیرکم وعلیٌّ فیکم تیسری خطا یہ کہ عثمان کو کب لازم تھا کہ ابوبکر کی اجازت کے بغیر ایسے امرِ عظیم کے لئے ایسے درشت خو و تند مزاج شخص کو معین کرے ۔ اور ابوبکر کو لازم تھا کہ وہ عثمان کو منع و تہدید کرے کہ تو نے ایسا کیوں کیا نہ کہ اس کی تحسین کرے اور اسلام و اہل اسلام کی جانب سے اس کو جزائے خیر دے ۔ حضرت رسولِ خدا اس وجہ سے کئی روز تک وحیِ خدا کے منتظر رہتے تھے اور اپنی رائے کامل سے کوئی کلام نہ کہتے تھے کہاں یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے بھی زیادہ افضل واکمل تھے۔ کہ ایسے امر عظیم کو اپنی رائے سے معین کرتے تھے اور تعیین کے مستحق ہوتے تھے پس ایسی صورت میں لازم ہے کہ ان دونوں کی شفقت امت پر حضرت رسولِ خدا سے بھی زیادہ ہو جو کہ رحمت اللعالمین تھے کیونکہ آپؐ نے خلیفہ مقرر نہیں کیا اور انہوں نے کیا پس ہر ایک عقلمند انسان ان اظہار و اقوال سے جو باہم تناقض و تباین رکھتے دریافت کر سکتا ہے۔ کہ ان کا مقصد ہر حالت میں بچہ بقرِ معہودہ کا جاری کرنا اور خلافت سے اہلبیت رسالتؑ کو محروم کرنا تھا۔

اور وہ افعال و اقوال جو کہ اس حال میں اس سے ظاہر و صادر ہوئے اور خاصہ و عامہ نے بیان کیا ہے بہت ہیں اور وہ اس کی خلافت کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں اس مختصر رسالہ میں ان کے ذکر کی گنجائش نہ ہے۔

مطلب دوم

بیان مطاعن حضرت عمر بن خطاب

جاننا چاہئے کہ حضرت عمر کے مطاعن و مثالب اگرچہ بہت زیادہ ہیں اور یہ مختصر رسالہ اس امر کی گنجائش نہیں رکھتا کہ اس میں ان کا احصار ہو سکے۔ نیز وہ حضرت ابوبکر کے تمام مطاعن میں شریک تھے بلکہ حضرت ابوبکر کی خلافت انکے فتنوں کا ایک شعبہ تھی۔ بدیں وجہ اس رسالہ میں اُن کے مطاعن مخصوصہ بہت ہی کم بیان کئے جاتے ہیں۔

پہلا طعن حدیث قرطاس اور اس کے امثال کا بیان اور یہ طعن کئی طعنوں پر مشتمل ہے۔

محمد شہرستانی اور غزالی وغیرہ علمائے عامہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ یہ پہلا فتنہ و اختلاف ہے جو اسلام میں ظاہر ہوا اور اس اختلاف کا سبب حضرت عمر تھے۔ کتاب الملل والنحل میں شہرستانی لکھتا ہے کہ سب سے پہلے جو مخالفت عالم میں واقع ہوئی وہ حکم خدا سے شیطان کی مخالفت بجود آدمؑ میں تھی اور اسلام میں جو سب سے پہلے اختلاف واقع ہوا وہ حضرت عمر کا کاغذ و قلم سے منع کرنا تھا اور یہ واقعہ جملہ متواترات سے ہے جس کی عامہ و خاصہ نے روایت کی ہے اور کسی نے ان کا انکار نہیں کیا ہے۔ اور باوجود تعصب کے بخاری نے اس کو اپنی صحیح میں سات مقامات پر تھوڑے بہت تفاوت کے ساتھ اور مسلم وغیرہ تمام محدثین نے بھی بطرق بہائے بسیار اس کی روایت کی ہے اور اُن سب کا مشترک مضمون یہ ہے کہ ابن عباس کہتے تھے کہ روز پنج شنبہ اور کونسا پنجشنبہ پھر اس قدر گریہ کیا کہ سنگ ریزے ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے اور بروایت دیگر ان کے دونوں رخساروں پر آنسوؤں کے قطرے جاری تھے لوگوں نے ابن عباس سے پوچھا کہ کونسا روز پنجشنبہ کہا کہ جب حضرت رسالت مآبؐ کا مرض سنگین و شدید ہوا فرمایا کہ ایک شانہ گوسفند لاؤ۔

اور بروایت دیگر ایک شانہ اور ایک دوات یا ایک لوح و دوات لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایسا نامہ لکھ دوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو پس حضرت عمر نے کہا اِنَّ الرَّجُلَ لَيَهْجُرُ یعنی یہ شخص ہذیان کہتا ہے اور بروایت دیگر حضرت رسول اللہ ہذیان کہتے ہیں اور بروایت دیگر انکو کیا ہو گیا ہے کہ یہ ہذیان کہتے ہیں تم ان کی سنو اور سمجھو کیا کہتے ہیں اور دوسری روایت کے مطابق کہا کہ ان پر درد و بیماری غالب ہوئی ہے اور ہمارے لئے کتاب خدا جو ہمارے پاس ہے کافی ہے ابن عباس کہتے ہیں پس لوگوں نے اختلاف و نزاع کی حالانکہ پیغمبر کے پاس نزاع کرنا سزاوار نہیں ہے وہ آوازیں بلند ہوئیں بعضوں نے کہا کہ قول قول رسول خدا ہے دوات و قلم حاضر کرو اور بعضوں نے کہا کہ قول قول عمر ہے۔ دوات و قلم لانا نہیں چاہئے۔ پھر اس بارے میں بہت نزاع ہوئی پس حضرت رسالت مآب نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور باہر چلے جاؤ، میرے نزدیک نزاع کرنا سزاوار نہیں ہے۔ پس ابن عباس کہتے ہیں کہ مصیبت بلکہ تمام مصیبت اس وقت تھی جب لوگ حضرت رسول کے اس نامہ کو جسے وہ لکھنا چاہتے تھے۔ بغرض اختلاف حائل ہوئے اور آوازیں بلند کیں۔ یہ حدیث جامع الاصول میں بھی اسی طرح بلکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم سے زیادہ روایت کی ہے اور کتاب شفا میں قاضی عیاض نے جو ان کا عالم مشہور ہے اس سے بھی مبسوط تر اور شنیع تر روایت کی ہے اور دانشمند حق پسند پر مخفی نہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اس فرصت قلیل اور وقت تنگ میں جس امر کو ایک شانہ پر لکھنا چاہا تھا وہ تمام شرائع دین نہ ہونگے اور لازم ہے کہ کوئی ایسا امر مجمل رہا ہوگا جو قیامت تک مصالح جمیع امّت پر مشتمل رہتا اور وہ اس کے سوا نہیں ہے کہ ایسے خلیفہ و جانشین عالم و عادل و معصوم کو معین فرمائیں جو جمیع مصلحت ہائے امّت اور عموم مسائل دین کا عالم ہو اور خطا کا اس سے صادر ہونا جائز نہ ہو۔ وہ تمام امّت کو ایک طریقہ پر رکھے اور قرآن پاک کو جس طرح نازل ہوا ہے از روئے لفظ و معنی کے ان سے بیان کرے تاکہ ان سے جہالت و گمراہی کا طریقہ بالکل مسدود ہو جائے جیسا کہ حدیث ثقلین میں فرمایا ہے کہ میں تمہارے درمیان کتاب خدا اور اہلبیت کو چھوڑتا ہوں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے اور روز غدیر خلیفہ متعین فرمایا مگر چونکہ آنحضرت صلعم جانتے تھے کہ وہ لوگ باوجود تمام حجت کے ان چیزوں کو ناشنیدہ تصور کرینگے اس لئے چاہا تھا کہ اس وقت میں حجت کی تاکید کریں اور ایک نوشتہ صاف و صریح ان کے درمیان چھوڑ جائیں جس کا انکار نہ کر سکیں۔ حضرت عمر اس امر کو سمجھ گئے اور چونکہ یہ اس تمہید کے خلاف تھا جو اس نے اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ اس باب میں کی تھی اس لئے لوگوں کو اس شبہ میں ڈالا کہ حضرتؐ پر مرض غالب ہوا ہے اور ہذیان کہہ رہے ہیں پس جب حضرت رسول خدا نے دیکھا کہ عمر ان کی حیات میں ہی ان کے قول کا انکار کرتا ہے اور وہ لوگ بھی اس کی موافقت کرتے ہیں تو حضرت کو یقین ہو گیا کہ اگر کوئی نامہ لکھا بھی جائے۔

تب بھی عمر یہی کہے گا کہ حضرت نے ہذیان کہا ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے حضرت نے ان نصوص پر اکتفا
فرمایا جو کہ سبب پیشتر ان پر حجت تمام کی تھی اور اُن کو اپنے حجرہ سے باہر نکال دیا تھا نیز جب حضرت رسول خدا
نے ان کی منازعت اپنے سامنے مشاہدہ فرمائی اس امر سے ڈرے کہ شاید نامہ لکھنے کے بعد نزاع مزید شدید
ہو جائے اور نوبت بجنگ و جدال پہنچے اور منافقین کو اسلام کے منہدم کرنے کا ایک ذریعہ ہاتھ آ جائے
اور اسلام بالکل مفقود ہو جائے جیسا کہ حضرت علی بن ابی طالب کو لوگوں سے جنگ کرنے کو اسی وجہ سے منع
فرمایا اور یاور و انصار نہ ہونے کے سبب ان سے مدارا و سبیل انکاری کا حکم دیا نیز ثابت و ظاہر ہے کہ جو عہد اور وصیت
اُس وقت اور اُس حالت کے مناسب ہے وہ وصی کا معین فرمانا اور اس سے باقی ماندہ لوگوں کے حق میں وصیت
کرنا ہے۔ پس جمیع اُمت باقی ماندگان آنحضرتؐ سے بھی اس لئے کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان کے اطفال کو مہمل چھوڑ دیں
اور کوئی وصی اُن کے لئے معین نہ فرما دیں حالانکہ خود آنحضرتؐ نے تمام اُمت کو وصیت کا حکم دیا تھا چنانچہ
حضرت رسالت مآبؐ سے صحیح ترمذی اور ابوداؤد میں روایت کی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عورت یا مرد ساٹھ
برس تک خداوند تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور وقتِ مرگ وصیت میں تقصیر و کوتاہی کرتا ہے اس لئے آتشِ
جہنم اس پر واجب ہو جاتی ہے اور اپنی جمیع صحاح میں روایت کی ہے کہ آدمی کو نہ چاہئے کہ ایک رات یا دو
راتیں اس پر گزریں مگر یہ کہ اس کی وصیت اس کے سرہانے رہے اور جو امر مذکور ہوا اس کی موید یہ روایت ہے
جس کو ابن ابی الحدید نے ابن عباس سے روایت کیا ہے وہ کہتے تھے کہ میں عمر کے ہمراہ راہِ شام میں تھا ایک روز
میں نے دیکھا کہ وہ اونٹ پر سوار تنہا جاتا ہے میں بھی اس کے پیچھے گیا اس نے کہا اے فرزند عباس میں تم سے
تمہارے ابن عم یعنی علیؑ کی شکایت کرتا ہوں میں نے اُن سے کہا کہ میرے ساتھ آؤ مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور میں ہمیشہ
اُن کو اپنی نسبت غضبناک پاتا ہوں تم کیا گمان رکھتے ہو اور ان کے خشم کا سبب کیا ہے میں نے کہا تجھے بھی اس کا
سبب معلوم ہے اس نے کہا میرا خیال ہے کہ ان کا غضب خلافت نہ ملنے کے سبب ہے میں نے کہا ہاں اس کا یہی
سبب ہے اور وہ ایسا جانتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ خلافت ان کے لئے چاہتے تھے اس نے کہا جب خدا نے نہ
چاہا کہ خلافت ان کو ملے۔ حضرت رسولؐ کے چاہنے نے کیا فائدہ کیا حضرت رسولؐ نے ایک امر چاہا تھا مگر خدا نے
اس کے خلاف چاہا کیا حضرت رسول جس امر کو چاہتے تھے وہی ہوتا تھا حضرت رسالت مآبؐ نے چاہا کہ اُن کے
چچا ابوطالب مسلمان ہوں چونکہ خدا نے نہ چاہا نہ ہوئے۔ پھر ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ بروایت دیگر عمر نے کہا کہ حضرت
رسالتمآبؐ نے اپنی مرض موت میں چاہا تھا کہ اُن کی خلافت بیان و ظاہر کریں مگر میں فتنہ برپا ہونے اور اسلام
کے پراگندہ ہو جانے کے خوف سے ان کو مانع ہوا۔ پس حضرت رسالتمآبؐ جو میرے دل میں تھا سمجھ گئے اور
ان کی خلافت بیان نہ کی۔ آخر وہی ہوا جو خدا نے مقدر کیا تھا نیز ابن عباس سے روایت ہے کہ میں اوائل خلافت

عمر میں اُس کے پاس گیا اور اُس کے لئے ایک صاع خرما ایک حصیر پر جمع کیا تھا اور وہ کھا رہا تھا اُس نے مجھے بھی تکلیف دی۔ میں نے ایک دانہ اُٹھا لیا۔ اور اُس نے وہ تمام خرما کھایا پھر پانی پیا اور تکیہ پر ٹیکا دے کر خدا کا شکر ادا کیا پھر مجھ سے پوچھا اے عبداللہ کہاں سے آتے ہو میں نے کہا مسجد سے۔ پوچھا تمہارے ابنِ عم کس حال میں ہیں

.... میں نے سمجھا کہ عبداللہ بن جعفر کو پوچھتے ہیں اس لئے کہا کہ وہ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیلتا ہے۔ عمر نے کہا میرا مطلب اُس سے نہیں بلکہ تم اہلبیتؑ کے بزرگ و سردار کو پوچھتا ہوں کہا کہ وہ نخلستان میں پانی کھینچتے تھے اور تلاوت کرتے تھے اُس نے کہا اے عبداللہ میں تم کو قسم دے کر پوچھتا ہوں اگر چھپاؤ گے اونٹوں کو ذبح کرنا تم پر لازم ہوگا۔ آیا اُن کے نفس میں اب تک ادعائے خلافت سے کوئی چیز باقی ہے میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا نے ان کی خلافت پر نص ظاہر کی ہے۔ میں نے کہا ہاں اِس سے زیادہ میں کہتا ہوں کہ میں نے اپنے باپ سے اس امر کو پوچھا جس کا وہ دعوے کرتے ہیں میرے باپ نے کہا وہ درست کہتے ہیں حضرت عمر نے کہا حضرت رسول خدا سے ایسے کلمات ان کے باب میں صادر ہوتے تھے کہ نہ کسی حجت کو ثابت کرتے تھے اور نہ کسی عذر کو قطع یعنی صریح نہ تھے اور کبھی بسبب اُس محبت کے جو ان سے رکھتے تھے ان کے باب میں حق سے باطل کی طرف میل کرنا چاہتے تھے اور مرض موت میں چاہا تھا کہ اُن کے نام کی تصریح کریں مگر بغرض محافظت اسلام اور اُمت پر شفقت رکھنے کے سبب میں نے ان کو منع کیا بحق خانہ کعبہ کہ قریش اُن پر ہرگز اتفاق نہ کریں گے اور اگر وہ خلافت کو ہیں تو گروہ قریش اطراف زمین میں اُن پر شورش کریں گے۔ پس حضرت رسول خدا نے جانا کہ میں اُن کی دلی بات کو سمجھ گیا ہوں اس لئے ساکت ہو گئے اور اُن کے نام کی تصریح نہ کی اور آخر حق تعالےٰ نے وہی جاری کیا جو کہ مقرر ہوا تھا ختم ہوا کلام ابن ابی الحدید اور اس کی روائتیں۔ پس اِن روائتوں سے ظاہر و معلوم ہو گیا کہ اوّل سے آخر تک حضرت رسول خدا حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خلافت معیّن کرنا چاہتے تھے اور ہمیشہ معین فرماتے تھے مگر حضرت عمر اس کا مانع اور اس کے باطل کرنے میں ساعی تھے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت عمر خود کو خدا و رسول خدا سے بھی زیادہ مصالح اُمت کا جاننے والا جانتے تھے اور اُس نے یہ جو کہا تھا کہ اہلِ عرب حضرت امیر علیہ السلام پر شورش کریں گے اور اُس کے مُریداُس کو اُس کی کرامتوں میں محسوب کرتے ہیں۔ پس یہ بھی اُس کی تدبیر کے سبب تھا کیونکہ اُس نے حضرت رسول خدا کے بعد حق کو جناب امیر علیہ السلام کی طرف راجع نہ ہونے دیا کہ وہ طریق رسول خدا کے مطابق لوگوں کے درمیان سلوک کریں بلکہ اُس نے پچیس برس کی مدّت میں لوگوں کو اس امر کا عادی کیا کہ رئیسوں اور سرگروہوں کو مال کثیر دیں اور ضعیفوں اور زیر دستوں کو ذلیل و خوار کریں جس امر میں دُنیا کی مصلحت جانیں اس پر عمل کریں حکم خدا سے دست بردار ہو جائیں اس لئے جبکہ حق حضرت امیر علیہ السلام

کی طرف راجع تھا اور آنحضرتؐ نے چاہا کہ حکم خدا اور سنتِ رسول کے مطابق عمل کریں اور مال مساوی تقسیم فرماویں اور شریف ووضیع کے ساتھ ایک طریقے سے سلوک کریں لوگ اس کی تاب نہ لائے اور طلحہ و زبیر مرتد ہوگئے اور فتنۂ بصرہ برپا ہوا اور دانستہ حضرت عمر نے معاویہ کو ملک شام میں مقرر کیا تھا اور اس سے یہ تمہید کی تھی کہ اگر حق حضرت امیر علیہ السلام کی طرف راجع ہو وہ ان کی اطاعت نہ کرے کیونکہ اُسے خوب معلوم تھا کہ معاویہ سخت دشمن اہل بیت ہے پس اس تدبیر کے سبب فتنۂ صفین وخوارج برپا ہوا اور شہادت آنحضرت بھی اس کے سبب سے واقع ہوئی۔ نہ کہ خدا اور رسول کی غلطی تدبیر کے سبب۔ خونِ شہدا تمام برگردن او است جب اُس واقعہ کی کیفیت سے اطلاع اور فریقین کی روایات متفق علیہ سے آگاہی ہو چکی پس اب ہم بیان کرتے ہیں کہ اس امر سے اُس کی خطا اور اس کا ...... کئی وجہوں سے لازم آتا ہے۔

پہلی وجہ اُس نے حضرتِ رسولِ خدا سے ہذیان کی نسبت دی۔ حالانکہ باتفاق فریقین آنحضرت اس امر سے معصوم ہیں کہ اُن کے کلام میں کوئی مخالفت واضطراب وخلاف واقع صادر ہو نہ عمداً نہ سہواً نہ حالتِ مرض میں نہ بعنوانِ جد۔ نہ بمزاح نہ حالت رضا میں اور نہ حالت غضب میں جیسا کہ کتاب الشفا میں قاضی عیاض نے اور کرمانی نے شرح صحیح بخاری میں اور نووی نے شرح مسلم میں اس کی تصریح کی ہے اور حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ یعنی حضرتِ رسولؐ اپنی خواہشِ نفس سے کلام نہیں کرتے اور نہیں ہے اُن کا کلام مگر وہ وحی جو خدا کی جانب سے اُن کو پہنچی ہے۔

دوسری وجہ حضرتِ رسالت مآبؐ کی نسبت اس طرح کا کلام نہایت بے ادبی ہے بلکہ ... کا مقام ہے۔ کیونکہ اس طرح کہنا کہ یہ شخص ہذیان کہتا ہے یا اُس کو چھوڑ دو کہ ہذیان کہہ رہا ہے یا اس کو کیا ہو گیا ہے جو ہذیان کہتا ہے پس ظاہر ہے کہ جو تھوڑا ادب واحترام اور تھوڑی سی شرم وحیا بھی رکھتا ہوگا وہ کسی ادنے سے ادنیٰ شخص کی نسبت بھی ایسا کلام نہ کہے گا اور حق تعالےٰ نے قرآن پاک کے تمام مقاموں میں القاب شریفہ کے ساتھ آپؐ کا اسم مبارک ذکر کیا ہے مثل يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ اور يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ کے۔ ایضاً فرمایا ہے لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا یعنی حضرت رسول کے پکارنے کو اپنے درمیان ایسا قرار نہ دو جیسا کہ تم میں سے بعضے بعض کو پکارتے ہیں اور فرمایا کہ تم لوگ اپنی آواز کو آنحضرتؐ کی آواز سے بلند نہ کرو پس ہر عاقل وہوشمند پر ظاہر وعیاں ہے کہ ایسا کلام نہایت بے پروائی اور حضرت رسالت مآبؐ کے ساتھ اس کی محبت نہ رکھنے پر دلالت کرتا ہے کہ ایسے وقت میں بھی وہ محزون وغمگین نہ تھا اور اپنی غرضہائے فاسدہ کے لئے ایسے نزاع وفضیحت خانۂ آنحضرتؐ میں جو محل نزول ملائکہ مقربین ہے برپا کرے۔ بلکہ یہ امر اس کی شادی وسرور وشماتت پر بھی دلالت کرتا ہے کہ اس وقت اس کو فرصت ومہلت ملی ہے کہ جو چاہے سو کہے۔

تیسری وجہ اُس نے خدا کے حکم کو رَد کیا کیونکہ خدا نے قرآن پاک میں کئی مقامات پر ارشاد فرمایا ہے اَطِیْعُوا اللہ وَاَطِیْعُوا الرَّسُول یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اُس کے رسولؐ کی نیز فرمایا ہے وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ یعنی رسولِ خدا جو کچھ تمہارے لئے لائیں اُس کو لو اور قبول کرو اور جس چیز سے تمہیں منع کریں اُس کو ترک کرو نیز فرمایا ہے وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ یعنی کسی مومن مرد اور مومن عورت کو سزاوار نہیں کہ جب خدا اور رسولِ خدا کسی امر میں حکم کریں پھر اُن کا کوئی اختیار اُن کے کاموں میں ہو اور کسی بھی جگہ خدا نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ حضرتؐ کی صحت و بیماری کے درمیان کوئی فرق ہے یا یہ کہ حضرت رسالت مآبؐ بیماری میں رسالت سے معزول ہیں اور نہ ہی یہ ارشاد فرمایا ہے کہ حالتِ مرض میں حضرتؐ کی اطاعت نہ کرو اور اُن کا کہنا نہ سنو۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے کہ اور جو کوئی کہ اس کے مطابق حکم نہ کرے جو کہ خدا نے نازل کیا ہے پس یہ لوگ فاسق و ظالم و کافر ہیں۔

چوتھی وجہ جیسا کہ روایت ابن ابی الحدید میں ذکر ہوا ہے کہ اُس نے خود اعتراف کیا تھا کہ مرضِ موت میں رسولِ خدا نے حضرت علیؑ کے نام کی تصریح کرنا چاہی تھی مگر میں مانع ہوا اُس کا یہ امر آنحضرت صلعم کے ساتھ عِلانیہ عداوت و معارضہ و جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی تا آخر آیہ یعنی جو کوئی حضرتؐ رسولِ خدا کے ساتھ مشاقہ و معارضہ کرے بعد اس کے کہ حق اُس پر ظاہر ہو چکا ہو اور مومنوں کی راہ کے سوا جو کہ اطاعت رسول ہے۔ دوسری راہ کی مطابقت اختیار کرے ہم اس کو اس کے کردار پر چھوڑ دیتے ہیں اور آخر کو جہنم میں بھیج دیتے ہیں اور جہنم اُن کے لئے بہت بُری جگہ ہے۔

پانچویں وجہ اُس نے حضرت رسالت مآبؐ کو تکلیف پہنچائی اور اس قدر غضبناک کیا کہ باوجودیکہ آنحضرتؐ وہ وسعت خُلق رکھتے تھے کہ حق تعالیٰ نے خُلقِ عظیم کے ساتھ ان کا وصف کیا ہے اور ان کو رحمت عالمیان فرمایا ہے اُن لوگوں سے مُنہ پھیر لیا اور اُن کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا اور دور کیا اور احادیث متواترہ میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ کو آزار و تکلیف پہنچانا خدا کو آزار و تکلیف پہنچاتا ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ یعنی جو لوگ رسولِ خدا کو آزار پہنچاتے ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور پھر فرمایا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا یعنی بدرستی کہ جو لوگ کہ خدا کو اور اُس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں خدا نے دُنیا و آخرت میں اُن پر لعنت کی ہے اور اُن کے لئے ذلیل و خوار کرنے والا عذاب مہیا کیا ہے۔

چھٹی وجہ اُس نے اپنے قول یعنی حسبنا کتاب اللہ کہنے میں کئی خطائیں کی ہیں۔

پہلی خطا۔ حضرتِ رسالت مآبؐ کا جہل یا خطا ثابت کی کیونکہ اگر حضرتؐ یہ نہیں جانتے تھے کہ کتابِ خدا کافی ہے پس آنحضرتؐ کا جہل ظاہر کیا ہے اور اگر جانتے تھے اور پھر وصیت کرنا چاہتے تھے گویا حضرتؐ نے خطا اور فعل لغو کیا ہے

دوسری خطا۔ جن آیات سے استنباط احکام کیا ہے وہ قریباً پانچ صد ہیں اور ظاہر ہے کہ اکثر احکام قرآن سے مستنبط نہیں ہوتے اور جو کچھ کہ مستنبط بھی ہوتے ہیں۔ وہ نہایت اجمال و اشکال و تشابہ میں ہیں اور اُن کے سمجھنے میں اختلافِ عظیم واقع ہوا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ محکم ترین آیات آیت وضو ہے مگر قریب ایک سو تشابہ کے اُس میں ہیں علاوہ ازیں قرآنِ پاک میں ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ اور ظاہر و مأوّل اور عام و خاص اور مطلق و مقید وغیرہ بھی ہیں پس کتابِ خدا اختلاف دفع کرنے کے لئے کب کافی ہوگی نیز اگر کافی ہوتی وہ خود مسائل میں کیوں حیران و پریشان ہوتا اور دوسروں کی طرف رجوع کرتا اور کیوں لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ کیوں کہتا وہ مکرر اپنے جہل کا اقرار کرتا تھا اور کہتا تھا کہ سب لوگ اُس سے عالم تر ہیں حتّیٰ کہ عورتیں حجروں میں اور پردوں کے پیچھے بھی۔

تیسری خطا۔ نیز اگر کتاب ہی کافی ہوتی تو حضرتِ رسالتمآبؐ کتاب کو اپنی اہلبیتؑ سے مقرون نہ کرتے جیساکہ ذکر ہوا ہے اور حدیث ثقلین میں یہ نہ فرماتے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوں گے تا وقتیکہ حوضِ کوثر پہ میرے پاس آئیں۔ پس کتابِ خدا اُس امام کے ساتھ مفسّرِ کتاب ہے کافی ہے نہ کہ تنہا کتاب۔ اس لئے حضرتِ امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں کتاب اللہ ناطق ہوں اور قطب محی الدّین شیرازی نے جو شافعیہ کے علمائے مشہور اور صوفیہ کے اہلِ حال سے ہے اپنے مکاتیب میں کہتا ہے کہ راہ بغیر راہ نما کے طے نہیں کر سکتے اور یہ کہنا کہ درحالیکہ کتابِ خدا اور سنتِ رسولِ خدا ہمارے درمیان موجود ہے پھر مرشد کی کیا حاجت ہے یہ مثل اس لئے ہے کہ کوئی مریض کہے کہ جس حالت میں کہ اطباء کی لکھی ہوئی علم طب کی کتابیں موجود ہیں ہم کو ضروری نہیں ہے کہ طبیبوں کی طرف رجوع کریں اور محض خطا ہے کیونکہ ہر شخص طب کی کتابیں نہیں سمجھ سکتا۔ اور اُس سے استنباط نہیں کر سکتا اس لئے اُن لوگوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جو استنباط کر سکتے ہیں۔ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ کتابِ حقیقی اہلِ علم کے سینے ہیں۔ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ ذکرہ بطون و فناتو جیاکہ حضرتِ امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے۔ إِنِّي كَلَامُ اللَّهِ النَّاطِقُ وَهَٰذَا كَلَامُ اللَّهِ الصَّامِتُ۔ یہاں تک قطب شافعی کا کلام تھا کہ حقتعالےٰ نے حق کو اس کے قلم سے جاری فرمایا ہے۔ اور اُس نے اپنے امام جاہل باطل کی بہت بڑی تردید کی ہے۔

چوتھی خطا۔ کئی مقامات پر اُس نے خود اس قول کی مخالفت کی ہے۔ اوّل۔ روزِ سقیفہ کہ حضرتِ رسالت مآبؐ کے غسل، کفن دفن و نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی وہ اور اُس کا بھائی اور نیز چند دوسرے

منافق سقیفہ کی طرف دوڑے اور غصب خلافت میں مشغول ہوئے اور اُن کے مریدان کی جانب سے جو عذر بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ فتنہ برپا ہونے سے ڈرے۔ پس اگر کتاب خدا اختلاف دفع کرنے کے لئے کافی تھی لازم تھا کہ فتنہ نہ ہوا اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب حضرت رسول خدا خلیفہ نصب معین کرنا چاہیں ان کو ہذیان کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ اور جب خود خلیفہ ناحق کو معین کرتے ہیں اس میں صلاح امّت ہے اور وہ بہت ضرور ہے نیز حضرت ابو بکر نے جب اپنی جان کنی کے وقت حضرت عثمان کو طلب کیا کہ حضرت عمر کی خلافت کی نص ظاہر کردے اور اس کا نام ذکر کرنے سے پہلے ہی غش کھا گئے اور بے ہوش ہو گئے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا حضرت عثمان نے اپنی رائے سے ہی حضرت عمر کا نام اُس نامہ میں لکھا اور جب حضرت ابو بکر ہوش میں آئے اُس کو دکھا دی مگر ہذیان کی نسبت اُس سے کیوں نہ دی؟ باوجودیکہ کئی وجہوں سے وہ ہذیان کے قریب تر تھے اور اُس وقت حسبنا کتاب اللہ کیوں نہ کہا اور جب اُس نے خود شوریٰ قرار دیا۔ یہ کیوں نہ کہا پس ہر ایک دانش مند خبیر اِن احوال و اقوال مختلفہ سے دریافت کر سکتا ہے کہ اوّل سے آخر تک اُن لوگوں کی ایسے اقوال مختلفہ سے یہی منشا تھی کہ اہلبیتؑ رسول خدا کو خلافت سے محروم کریں اور اس کے سوا اور کوئی مطلب نہ تھا اور یہ کار وہ اوّل نہ تھا جو اسلام میں ٹوٹا بلکہ وہ تو ہمیشہ مقامات مختلفہ و متعددہ میں معارضہ و تنازع کرتا تھا اور آنحضرتؐ کے قول و فعل سے راضی نہ تھا جیسا کہ بخاری و مسلم و ابن ابی الحدید اور تمام مورخین و محدثین عامہ نے روایت کی ہے کہ جب صلح نامہ حدیبیہ میں یہ لکھا کہ اہل اسلام سے جو مشرکوں کی طرف جائے اس کو وہ لوگ پھیر دیں اور مشرکوں سے جو اہل اسلام کے پاس آئے یہ لوگ اس کو پھیر دیں۔ حضرت عمر غضب ناک ہو گئے اور حضرت رسالت مآبؐ کے پاس آ کر پوچھا کہ آپ خدا کے رسول ہیں فرمایا ہاں پھر پوچھا کہ ہم مسلمان ہیں اور وہ کافر۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمر نے کہا پھر ہم اس ذلت کو اپنے دین میں کیوں قرار دیں۔ پس حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ مجھے خدا نے جس چیز کا حکم دیا ہے وہ کرتا ہوں اور خدا مجھے ضائع نہ کرے گا۔ بلکہ میری مدد کرے گا۔ حضرت عمر نے کہا کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوں گے اور طواف کریں گے پھر ہم لوگ مکہ میں کیوں داخل نہ ہوئے آپؐ نے فرمایا میں نے یہ نہ کہا تھا کہ اس سال ایسا ہو گا بلکہ اس کے بعد ہو گا پس حضرت عمر غضب ناک اُٹھے اور کہا اگر مجھے یار و مددگار ملتے تو ان لوگوں سے جنگ کرتا پھر حضرت ابو بکر کے پاس آ کر حضرت رسول خدا کی شکایت و مذمت کی اور حضرت ابو بکر نے اُس کو منع کیا اور جس روز مکہ فتح ہوا اور حضرت رسول خدا نے کعبہ کی کنجی لی فرمایا کہ حضرت عمر کو بلاؤ جب وہ آئے آپؐ نے فرمایا یہ وہ چیز ہے کہ جس کا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا تھا اور میں نے جھوٹ نہ کہا تھا اور بروایت دیگر حضرت عمر نے کہا کہ جس دن سے میں مسلمان ہوا ہوں۔

کبھی حضرت کی پیغمبری میں شک نہیں کیا مگر روز حدیبیہ اور یہ روایت صریحاً اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ حضرت رسول
خدا کے فرمانے سے راضی نہ ہوا بلکہ حضرت رسالتمآب کے حکم سے دل تنگ تھا اور حق تعالیٰ فرماتا ہے فلا وربک لا
یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما
یعنی پس نہیں بحق تیرے پروردگار کی قسم ہے کہ وہ لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں جب تک تجھ کو حکم قرار نہ دیں اس نزاع میں
جو کہ ان کے درمیان واقع ہوئی ہیں اس چیز سے جو کہ تو حکم دے اپنے نفسوں میں کوئی حرج و تنگی نہ پائیں اور اس کے
منقاد ہوں از روئے انقیاد کے پس معلوم ہوا کہ وہ مومن نہ تھا اور چونکہ اس نے حضرت کے قول میں شک کیا غرض اس کا یہ تھا کہ یہ کلام
کیوں پورا نہ ہوا۔ حضرت رسول خدا اس سے دل تنگ ہو گئے تھے اور جانتے تھے کہ وہ شک رکھتا ہے اور آپؐ کی
خاطر مبارک اس قدر رنجیدہ ہوئی کہ حضرتؐ اس امر کو اپنے دل میں رکھتے تھے اور اس کے منتظر رہتے تھے کہ حضرت عمر پر
اپنے قول کا صدق ظاہر کریں۔ اس لئے روز فتح مکہ اس کو بلا کر فرمایا کہ جو کچھ میں کہتا تھا وہ یہ ہے اور تو نے مجھے
دروغ سے نسبت دی ہے اور منجملہ ان کے یہ بھی ہے جو صحیح مسلم میں مروی ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی
شرح نہج البلاغہ میں اس کی روایت کی ہے کہ ابوہریرہ کہتا تھا کہ میں ایک روز حضرت رسول خداؐ کو تلاش کرنے
چلا اور میں نے ان کو انصار کے کسی باغ میں پایا۔ آپؐ نے اپنی نعلین مبارک مجھے دیں اور فرمایا کہ یہ نعلین
میری لے جا اور اس باغ کے باہر جس کو دیکھنا کہ وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہے اور اپنے دل میں اس کا
یقین رکھتا ہے۔ پس اس کو بہشت کی بشارت دینا۔ ابوہریرہ کہتا ہے کہ سب سے پہلے جو شخص مجھے ملا وہ حضرت
عمر تھے پوچھا اے ابوہریرہ یہ نعلین کیسی ہیں؟ میں نے کہا حضرت رسالتمآب کی ہیں۔ اور مجھے ان نعلین کے ساتھ
اس لئے بھیجا ہے کہ جس شخص کو دیکھوں اس کو بشارت دوں۔ پس حضرت عمر نے میرے سینے پر ایسا ہاتھ مارا
کہ میں چت گر پڑا اور اس نے کہا اے ابوہریرہ پھر جا۔ پس میں حضرت رسول خداؐ کی طرف پھرا اور بھاگتا تھا
اور روتا تھا اور حضرت عمر میرے پیچھے آ رہے تھے حضرت رسول خدا نے پوچھا اے ابوہریرہ تجھے کیا ہو
گیا ہے۔ پس میں نے ان سے تمام کیفیت بیان کی۔ حضرت رسالتمآبؐ نے حضرت عمر سے پوچھا کہ ایسا
کرنے کا سبب کیا ہے۔ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا آپ نے اپنی نعلین ابوہریرہ کو
دی تھیں کہ وہ لوگوں کو بشارت دے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ یہ کام نہ کیجئے ورنہ لوگ
اسی پر اعتماد کریں گے اور لوگوں کو چھوڑ دیجئے کہ وہ اعمال نیک کریں حضرتؐ نے فرمایا پس چھوڑ دے
کہ وہ لوگ اعمال نیک کریں۔ مؤلف کہتے ہیں کہ اس حدیث کے موضوع ہونے کے آثار اول تا آخر ظاہر و
ہویدا ہیں جیسا کہ دانش مند پر مخفی نہیں ہے۔ لیکن ان کی صحاح کی حدیثوں میں سے ہے اور حضرت عمر
کی بے پروائی بے ادبی و بیباکی پر دلالت کرتی ہے کہ اس نے حضرت رسول خدا کا قول رد کیا اور ایسا کرنا

عین کفر ہے۔ اور ابوہریرہ نے گناہ کو مارا اور ذلیل و خفیف کیا اور آخر حدیث اگر درست ہو پس حضرت نے مصلحت کے سبب اس وقت اس کلام کا اظہار نہ کیا اور شاید کہ مصلحت اس کی بیبا کی و بے ادبی سے معاذ فضہ ترک کرنا ہو۔ نیز بخاری و مسلم دونوں نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ جب عبداللہ ابن ابی منافق فوت ہوا اس کا بیٹا حضرت رسالتمآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے پیراہن کی درخواست کی کہ وہ اس پیراہن کو اپنے باپ کا کفن کرے۔ آپ نے پیراہن عطا کیا پھر اس نے التماس کیا کہ آپؐ اس کے باپ کے جنازہ پر نماز پڑھیں پس حضرت اٹھے کہ اس کے جنازہ پر نماز پڑھیں۔ حضرت عمر نے اٹھ کر حضرت رسالت مآبؐ کا دامن تھام کر کہا کہ آپ اس پر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ آپؐ کے خدا نے اس پر نماز پڑھنے سے آپ کو منع کیا ہے۔ حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا اے عمر پیچھے ہٹ مگر جب اس نے بہت مبالغہ کیا آپؐ نے فرمایا کہ حقتعالٰے نے مجھے مخیر کیا ہے اور فرمایا ہے استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ۔ اور اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ اگر میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا خدا اس کو بخش دے گا پس میں استغفار کو زیادہ کروں گا۔ حضرت عمر نے کہا کہ وہ منافق ہے مگر حضرت رسالت مآبؐ نے اس پر نماز پڑھی اور بعد اس کے آیت ممانعت صلوٰۃ نازل ہوئی حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں اس جرأت سے متعجب ہوا کہ میں نے حضرت رسالت مآبؐ کی نسبت کی تھی اور ابن ابی الحدید کی روایت کے مطابق لوگوں نے حضرت عمر کی جرأت کرنے سے حضرت رسولِ خدا کی نسبت تعجب کیا اور شیعہ کی روایتوں میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ خدا بغرض تالیف قلب فرزند عبداللہ اس کے جنازہ پر تشریف لائے حضرت عمر نے کہا کیا حق تعالٰے نے آپ کو اس کی قبر پر استادہ ہونے سے منع نہیں کیا حضرت نے کچھ جواب نہ دیا حضرت عمر نے پھر اسی کلام کو دُہرایا حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا تجھ پر وائے ہو تو کیا جانتا ہے کہ میں نے کیا کہا میں نے یہ کہا کہ خداوند اس کے شکم کو اور اس کی قبر کو آگ سے بھر دے اور تو اُسے آتشِ جہنم میں جلا۔ پس حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اس طرح سے حضرت عمر نے آنحضرت صلعم کی مصلحت درہم و برہم کی اور حضرت صلعم سے وہ امر ظاہر ہوا جس کا ظاہر کرنا اور فرزند عبداللہ کا دل شکستہ ہونا نہیں چاہتے تھے اور بہر تقدیر اس معاملہ میں اس سے نہایت بے ادبی ظاہر ہوئی اور کسی ادنٰی شخص کے ساتھ بھی ایسی حرکت کرنا روا نہیں ہے کہ اس کا دامن یا گریبان از روئے غضب پکڑ لیں اور اس کو کھینچیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ امر باعث ایذا و اہانت و استخفاف آنحضرت صلعم ہے جن کا احترام تمام اہلِ اسلام پر واجب اور جزو اسلام ہے۔ نیز اس نے حضرتؐ کے قول و فعل کا انکار کیا اور حضرتؐ کو خطا و غلطی سے نسبت دی۔ نیز صحیح بخاری میں دو جگہ مذکور ہے کہ جب حاطب بن ابی بلتعہ نے حضرت رسولؐ کی جانب مکہ تشریف لے جانے کی خبر مشرکان مکہ کو لکھی اور جبرائیل نے خبر دی کہ اس نے ایک عورت کے ہاتھ نامہ روانہ کیا ہے اور وہ عورت فلاں باغ میں ہے حضرت رسولِ خدا نے حضرت امیر علیہ السلام و زبیر و مرثد کو روانہ کیا کہ وہ نامہ اس سے چھین کر لائیں حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ

اُس نے خدا و رسول اور مومنوں کے ساتھ خیانت کی ہے مجھے چھوڑ دیجئے کہ اس کی گردن ماروں حضرتؐ نے حاطب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اس نے کہا یارسول اللہ میں نے بے ایمانی کے سبب ایسا نہیں کیا ہے بلکہ میرے اہل و عیال مکہ میں ہیں اور میں اُس جگہ ایسا کوئی شخص نہیں رکھتا جو اُن کی حمایت کرے اس لئے میں نے چاہا کہ ان لوگوں پر ایک نعمت ثابت کروں کہ وہ لوگ میرے اہل و عیال کی رعایت کریں حضرت نے فرمایا کہ یہ درست کہتا ہے اور تم لوگ اس کی نسبت نہ کہو مگر کلمۂ خیر۔ حضرت عمر نے کہا اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماروں اُس نے خیانت کی ہے آپؐ نے فرمایا کہ یہ اہلِ بدر سے ہے اور شاید خدا نے اہلِ بدر سے یہ خطاب کیا ہو کہ تم جو چاہو کرو۔ میں نے بہشت کو تمہارے لئے واجب کیا ہے اگرچہ یہ حدیث شیعہ روایات کے برخلاف ہے تاہم مخالفوں کو الزام دے سکتے ہیں کہ جب حضرت رسولِ خدا نے حاطب کی تصدیق کی ہو اور اس کا عذر قبول کر کے یہ فرمایا ہو کہ سوائے کلمۂ خیر کے اُس کے حق میں اور کچھ نہ کہو پھر دوبارہ اُس کو خیانت سے منسوب کرنا اور اس کے قتل کا ارادہ کرنا یہ حضرت رسالتمآب کے قول کی تردید اور آنحضرتؐ کی مخالفت صریحہ ہے نیز شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید نے اور فتح الباری میں ابن حجر نے مسند احمد بن حنبل سے روایت کی ہے اور اُس کی سند کی تصحیح ابو سعید خدری سے کرتے ہیں کہ وہ کہتا تھا کہ ایک روز ابوبکر نے جناب رسالتمآبؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ یارسول اللہ میں فلاں وادی کی طرف گیا تھا وہاں میں نے ایک شخص خوش ہیئت بالخضوع کو نماز پڑھتے دیکھا آپؐ نے فرمایا جا اُس کو قتل کر پس حضرت ابوبکر نے اُس کو حالتِ نماز میں دیکھ کر قتل کا ارادہ ترک کیا اور پھر آیا پس حضرت رسولِ خدا نے عمر کو بھیجا کہ اُس کو قتل کرے حضرت عمر نے بھی اُس کو حالتِ نماز میں دیکھ کر قتل نہ کیا اور پلٹ آیا اس کے بعد حضرت رسولِ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم جاؤ اور اُسے قتل کرو۔ جب حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب وہاں گئے اُس کو وہاں نہ پایا کہ وہ وہاں سے چلا گیا تھا حضرت رسولِ خدا نے فرمایا کہ یہ شخص اور اُس کے اصحاب قرآن پاک پڑھتے ہیں مگر ان کی چنبر گردن سے بالا تر نہیں جاتا اور یہ لوگ دین سے اس طرح باہر نکل جائیں گے جیسے کہ تیر نشانہ سے باہر نکل جاتا ہے اور پھر اُس کے بعد کبھی دین کی طرف نہ پھریں گے اور ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی حقیقت کی گواہ حدیث جابر ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ابن ابی الحدید کی روایت میں اس طرح ہے کہ اس کے بعد حضرت رسولِ خدا نے فرمایا کہ اگر یہ شخص قتل ہو جاتا یہی اوّل فتنہ تھا اور یہی آخر فتنہ یعنی پھر کبھی فتنہ برپا نہ ہوتا اس کے بعد فرمایا کہ اس شخص کی نسل سے وہ لوگ پیدا ہوں گے جو دین سے اس طرح خارج ہو جائیں گے جیسا تیر نشانہ سے باہر نکل جاتا ہے پھر حافظ ابو نعیم نے حلیہ میں اور موصلی نے مسند میں اور ابن عبدربہ نے عقد میں اور ان کے علاوہ اور دوسروں نے بھی بسند ہائے بسیار اس طرح روایت کی ہے کہ صحابہ نے ایک شخص کی کثرت عبادت میں بہت مدح و توصیف کی پس رسولِ خدا نے اپنی تلوار حضرت ابوبکر کو دی کہ اس کو

قتل کرے جیسا کہ پیشتر ازیں مذکور ہوا اور آخر میں فرمایا کہ اگر وہ قتل ہو تا میری اُمت میں کبھی اختلاف پیدا نہ ہوتا پس معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر نے اس کو قتل نہ کر کے حضرت رسول خدا کے حکم کی صریح مخالفت کی اور اُس شخص پر نماز پڑھنا عذر قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ بعد اس کے صحابہ نے اس کی کثرت عبادت کی توصیف کی تھی حضرت رسولِ خدا نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا اور حضرت عمر کی مخالفت اس سے بھی زیادہ باعث رسوائی و فضیحت تھی کیونکہ حضرت ابوبکر کے عذر نماز بیان کرنے کے بعد حضرتؐ نے اس عذر کو لپند نہ فرمایا اور حضرت عمر کو اس کے قتل کا حکم دیا اور حضرت عمر نے آنحضرت صلعم کے حکم کی مخالفت کر کے پھر وہی عذر نامو جہ بیان کیا اور یہ بھی ثابت و ظاہر ہے کہ اس امر میں ان دونوں کی مخالفت اس کا باعث ہوئی کہ فتنہ و فساد تاقیامت برپا ہوں جیسا کہ دوات و قلم سے منع کرنا قیامت تک اُمت کی ضلالت کا باعث ہوا اور ان اخبار مختلفہ اور واقعات متعددہ سے ظاہر ہوا کہ اس قسم کے امور اس کے نفاق باطنی کے سبب اس سے مکرّر ظاہر ہوتے تھے اور خدا و رسول کی مخالفت کرنا اس کی عادت و سیرت تھی پس اس کے . . . . و نفاق کی اور کوئی دلیل اس سے زیادہ واضح و ظاہر نہیں ہو سکتی جیسا کہ مذکور ہوئی۔

دوسرا طعن اس نے ایسے امر کا انکار کیا جس کا واقع ہونا کسی بھی مرد عاقل سے مخفی و پوشیدہ نہیں رہ سکتا ہے جیسا کہ بطریقہائے متواترہ عامہ و خاصہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر بوقت وفات آنحضرتؐ موجود نہ تھے اور حضرتِ عمر نے لوگوں میں ندا دی کہ قسم بخدا حضرت رسولِ خدا نے رحلت نہیں کی ہے اور پھر دنیا میں مراجعت کر کے ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں قطع کریں گے جنہوں نے آنحضرتؐ کو مرگ سے منسوب کیا ہے اس کے بعد حضرت ابوبکر وہاں آئے اور کہا کیا تو نے یہ آیت نہ سنی ہے اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمۡ مَّیِّتُوۡنَ یعنی تم بھی مرو گے اور یہ لوگ بھی مریں گے اور نیز آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم یعنی نہیں ہے محمدؐ مگر ایک رسول جس کے پہلے اور بہت سے رسول گزرے ہیں کیا اگر وہ مر جائے یا قتل ہو جائے تم لوگ مرتد ہو جاؤ گے اور پچھلے قدم پھر جاؤ گے حضرت عمر نے جب یہ آیتیں سنیں جواب دیا گویا میں نے کتاب خدا میں یہ آیتیں کبھی نہ سنی تھیں۔ ابن اثیر نے نہایہ میں اور صاحب کامل و زمخشری نے اساس اللغتہ میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور کسی نے اس واقعہ کا انکار نہیں کیا ہے اور یہ امر دو صورتوں سے خالی نہ ہے یا تو وہ آیات قرآنی اور آثار نبوی سے بالکل بے بہرہ تھے کہ ایسے امر کو نہ جانتے تھے جو کہ ضروریات دین سے ہے حالانکہ حضرت رسولِ خداؐ مکرّر ارشاد فرماتے تھے کہ میرے بعد یہ امور واقع ہوں گے اور فرماتے تھے کہ بعد میرے علی بن ابی طالب ہر ایک مرد مومن کے ولی ہیں اور فرماتے تھے کہ یا علیؑ تم میرے بعد ناکثوں اور قاسطوں اور مارقوں سے جنگ کرو گے اور حجۃ الوداع میں مکرر فرماتے تھے کہ اب میری رحلت کا وقت قریب آگیا ہے اور میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑ جاتا ہوں اور حضرتؐ نے جب

قلم دوات طلب فرمایا اس وقت بھی اس امر کا اشارہ کیا تھا نیز اس کو یہ کہاں سے علم ہو گیا تھا کہ آنحضرتؐ لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں قطع کریں گے۔ غرض اس واقعہ کی شناخت شرح وبیان سے زیادہ ہے یا پھر اس کی غرض وغایت یہ تھی کہ محض مکر وحیلہ کرے کہ مبادا حضرت ابوبکر کے آنے تک لوگ حضرت امیرؑ کی بیعت کریں اور ان کی تمہید باطل ہو کر رہ جائے۔ اس لئے ایسا کلام کہا اور لوگوں کو شک میں ڈالا تا اینکہ حضرت ابوبکر پہنچ گئے جیسا کہ ابن ابی الحدید نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے اور میں نے بحار الانوار میں مخالفین کے اعتراضات کا جواب بتفصیل دیا ہے۔

تیسرا طعن اس نے حج تمتع اور متعہ نسان کو حرام کیا باوجودیکہ حضرت رسول خدا نے ان کو مقرر فرمایا تھا اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس امر میں تمام امت میں کوئی اختلاف نہ ہے کہ عورتوں سے متعہ کرنا آنحضرتؐ کے زمانہ میں مقرر ہوا تھا اور جو اختلاف واقع ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آیا حکم متعہ منسوخ ہے یا کہ نہیں پس اہل بیتؑ نے اس پر اجماع کیا ہے کہ حکم متعہ باقی ہے اور منسوخ نہیں ہے اور متعہ کرنے کے حکم میں یہ آیت نازل ہوئی ہے فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن [illegible] سنیا بہ اکثر واضح تفاسیر کے اور فخر رازی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ تمام امت نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ صدر اسلام میں متعہ کرنا مباح تھا نیز کہتا ہے حضرت رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ تشریف لائے اس وقت مکہ کی عورتوں نے اپنی زینت وزیبائش کی پس اصحاب آنحضرتؐ نے مدت دراز تک عورتوں سے دور رہنے کی شکایت کی آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان عورتوں سے متعہ کرو۔ صحیح بخاری ومسلم میں نیز صاحب جامع الاصول نے قیس وجابر وغیرہ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی صحیح مسلم میں قتادہ سے اور اس نے ابی نضرہ سے روایت کی ہے کہ ابن عباس متعہ کرنے کا حکم دیتے تھے اور عبداللہ ابن زبیر اس سے منع کرتا تھا میں نے یہ حدیث جابر سے بیان کی اس نے کہا یہ حدیث میرے ہاتھ سے جاری ہوئی ہے ہم لوگ رسالتمآبؐ کے زمانہ میں متعہ کیا کرتے تھے مگر جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے کہا بدرستیکہ حق تعالیٰ اپنے رسول کے لئے جس چیز کو چاہتا تھا حلال کرتا تھا اور بدرستیکہ قرآن اپنے منازل میں نازل ہوا ہے پس حج وعمرہ کو تمام کرو جیسا کہ خدا نے تم کو حکم دیا ہے اور عورتوں کے نکاح کو دائم قرار دو میرے پاس اگر کسی ایسے شخص کو لاؤ گے جس نے کسی عورت سے ایک مدت معین کے لئے نکاح کیا ہوگا میں اس کو سنگسار کروں گا۔ اور عامہ نے بطریقہائے متعددہ ابن عباس وحضرت امیرؑ سے روایت کی ہے کہ اگر حضرت عمر عورتوں سے متعہ کرنے کی ممانعت نہ کرتے تو بہت کم لوگ زنا کے مرتکب ہوتے اور فخر رازی نے بھی اپنی تفسیر میں اس مضمون کی روایت کی ہے۔

نیز عمران بن حصین سے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حکم متعہ کتاب خدا میں نازل ہوا اور اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جو اس کو منسوخ کرے اور حضرت رسول خدا نے لوگوں کو اس کا حکم دیا اور ہم نے متعہ کیا اور حضرت رسالتمآب نے لوگوں کو اس سے ممانعت نہیں کی اس کے بعد کہا کہ ایک شخص نے اپنے لئے جو کچھ چاہا کیا اور

حج تمتع کا مشروع ہونا اجماعی اہلِ اسلام ہے اور فقہائے عامہ نے جو اختلاف کیا ہے وہ اس میں ہے کہ آیا پھر بہترین انواع حج ہے کہ نہیں اور یہ آیت ضمن تمتع بالعمرۃ الی الحج اس کے مشروع ہونے کی دلیل ہے اور صحیح بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی وغیرہ میں بہت سی احادیث حضرتِ امام محمد باقر علیہ السلام جابر انصاری اور ابن عباس وغیرہ سے مروی ہیں کہ جب حضرت رسولِ خدا حجۃ الوداع کے لئے متوجہ مکہ ہوئے آپ اپنے ہمراہ ہدی بھی لے گئے رسول خدا و طلحہ کے سوا اور کوئی شخص اپنے ساتھ اونٹ نہیں لے گیا تھا حضرت امیر علیہ السلام چونکہ اس وقت یمن میں تھے حضرت رسولِ خدا نے ان کو لکھا کہ اسی طرف حج کے لئے آئیں جب حضرت امیر علیہ السلام میقات میں پہنچے یہ نیت کی کہ میں احرام رسولِ خدا کی مانند احرام باندھتا ہوں۔ حضرت رسالت مآبؐ سو اونٹ اپنے ہمراہ لے گئے تھے اور حضرتِ امیر علیہ السلام کو ہدی میں اپنا شریک قرار دیا پس یہ امر بھی حضرت امیر علیہ السلام کے مناقب مختصہ سے ہے جس کو مقامات متعددہ میں بیان فرمایا ہے اس کے بعد حضرت رسولِ خدا نے لوگوں کو طواف و سعی کا طریقہ تعلیم کیا اور کوہِ مروہ پر سعی سے فارغ ہونے کے بعد ایستادہ ہوگئے پس اُس وقت فرمایا کہ اگر میں پہلے سے یہ جانتا کہ حق تعالٰے تمتع کی طرف عدول کرنے کا حکم دے گا۔ ہر آئینہ میں ہدی اپنے ہمراہ نہ لاتا پس جو اپنے ہمراہ ہدی نہیں لایا اُس کو چاہیئے کہ نیت عمرہ کی طرف عدول کرے اور محل ہو جائے سراقہ بن مالک نے اس وقت حضرت رسالت مآبؐ سے پوچھا کیا یہ امر اسی سال کے لئے مخصوص ہے یا ہمیشہ کے لئے رہے گا حضرت نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرکے ارشاد فرمایا کہ عمرہ حج میں اس طرح داخل ہوا ہے اور ہمیشہ اسی طرح رہے گا اور چونکہ حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے احرام کو حضرت رسولِ خداؐ کے احرام کے تابع قرار دیا تھا اس لئے اُن سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے احرام پر باقی رہو بعد ازاں بعد حضرت رسالت مآبؐ نے تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کئے اور باقی حضرت امیر علیہ السلام نے، بخاری و مسلم نے مروان بن الحکم سے روایت کی ہے کہ حضرتِ امیر علیہ السلام اور حضرت عثمان کے درمیان نزاع واقع ہوئی کیونکہ حضرت عثمان لوگوں کو حج تمتع سے منع کرتے تھے جب حضرت نے یہ سُنا اپنی آواز عمرۂ تمتع کو تلبیہ کے ساتھ بلند کی اور فرمایا لبیک بعمرۃ بحجۃ حضرت عثمان نے کہا کہ میں لوگوں کو حج تمتع سے منع کرتا ہوں اور آپ صریحًا میری مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں سنتِ رسول سے کسی شخص کے کہنے کے سبب دست بردار نہیں ہوتا اور عطرف سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ وہ کہتا تھا کہ عمران بن حصین نے مجھ سے کہا کہ میں تجھ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں شاید حق تعالٰے اِس کے سبب بعد اس کے تجھ کو منتفع کردے آگاہ ہو کہ حضرت رسول خدا نے دسویں تاریخ ماہِ ذی الحجہ اپنے اہل کے ایک طائفہ کو عمرہ کا حکم دیا اور کوئی آیت ایسی نازل نہیں ہوئی جو اس حکم کو منسوخ کرے اور حضرت رسولِ خدا نے اس سے ممانعت نہیں کی تا آنکہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

فلاں بعد ایک شخص نے اپنے لئے جو کچھ چاہا کہا اس مضمون کی بہت سی روایتیں صحیح مسلم میں مذکور ہیں جن کو جامع الاصول میں جمع کیا ہے اور میں نے بحار الانوار میں اُن سب کو اُن سب ۔ ۔ ۔ ۔ کے ساتھ ذکر کیا ہے بطریقہائے متعددہ و متواترہ عامہ و خاصہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بآواز بلند بالائے منبر کہتے تھے مُتْعَتَانِ كَانَتَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَنَا اُحَرِّمُهُمَا وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا مُتْعَةُ الْحَجِّ وَمُتْعَةُ النِّسَآءِ یعنی عہد رسول خدا میں دو متعہ تھے اور میں اُن دونوں کو حرام قرار دیتا ہوں اور اُن دونوں کے لئے عقاب کرتا ہوں ایک عورتوں سے متعہ کرنا اور دوسرا حج تمتع ہے پس جو تھوڑا بھی شعور رکھتا ہے وہ آگاہ ہو جاتا ہے کہ ایسا کلام صریحاً خدا اور رسول کے عناد و ایذا رسانی اور اُن کے حکم رد کرنے کی دلیل ہے اور اُس کا کہنے والا اس آیت کے حکم میں داخل ہے وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ تا آخر آیہ جس کا ترجمہ پہلے مذکور ہو چکا ہے نیز اُس نے اُس چیز کا حکم نہیں دیا جس کا خدا نے حکم دیا ہے حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اُس کے مطابق حکم نہ کرے جو کہ خدا نے فرمایا ہے پس یہی لوگ کافر و فاسق و ظالم ہیں اور بعض عامہ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے متعہ کیا لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ تجھ کو متعہ کا حلال ہونا کہاں سے معلوم ہوا اور تو نے اُس کو کس شخص سے یاد کیا اُس نے کہا حضرت عمر سے لوگوں نے کہا حضرت عمر اُس سے منع کرتے اور اُس کے لئے عقاب کرتے تھے اُس نے جواب دیا اس لئے کہ حضرت عمر خود منبر پر کہتے تھے کہ دو متعہ عہد رسول میں حلال تھے اور میں نے اُن کو حرام کیا ہے پس اُس سے یہ روایت میں نے قبول کی جو اُس نے کہا کہ عہد حضرت رسول خدا میں حلال تھے اور اُس کی رائے و تجویز قبول نہ کی جس کو اُس نے از خود اختیار کیا تھا۔

چوتھا طعن چونکہ مغیرہ بن شعبہ از جملہ رؤسائے منافقین و دشمنان حضرت امیر علیہ السلام تھا چنانچہ بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے کہ صحیفۂ ملعونہ کے لکھنے پر پانچ شخصوں نے اتفاق کیا تھا اور اس امر پر بھی کہ باہم متفق رہیں کہ امر خلافت اہلبیت رسالت کو نہ پہنچنے دیں اُن میں سے ایک شخص مغیرہ بن شعبہ تھا جو بر سر حضرت امیر علیہ الاسلام کو بالائے منبر ناسزا کہتا تھا جیسا کہ ابن ابی الحدید نے کہا ہے کہ ہم بغدادیوں کے اصحاب کہتے ہیں کہ وہ شخص جس کے اسلام کی وہ اصل ہے جو کتابوں میں مذکور ہے یعنی خوف اور مصلحت اور اس کا انجام کار وہ ہے جو کہ روایتوں میں متواترہ وارد ہوا ہے یعنی بالائے منبر حضرت امیر علیہ السلام کو ہمیشہ ناسزا کہتا تھا تا آنکہ جہنم میں داخل ہوا اور اُس کی وسط عمر میں عمل زنا تھا اور تیرہ یہ کہ اپنی فرج و شکم کی خواہش سے درگزر نہ کرتا تھا اور فاسقوں کی معاونت میں مصروف رہتا تھا ہمیشہ اپنی عمر کو غیر اطاعت خدا میں صرف کرتا اور شراب پینے اور فاسقوں کی اعانت کرنے میں مصروف رہتا تھا پس ایسے شخص کو ہم کیوں دوست رکھیں اور کس لئے اُس کا ظلم و فسق لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔

بعد اس کے بہت روایتیں بیان کی ہیں کہ وہ ملعون منبر پر حضرت امیر علیہ السلام کو ناسزا کہتا تھا اور لوگوں کو اس کا حکم بھی دیتا تھا اور ابن ابی الحدید نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے کہ مغیرہ اسلام و جاہلیت میں زنا کے ساتھ مشہور تھا پس حضرت عمر کا ایسے شخص کو دوست رکھنا ظاہر ہے کہ کس مقصد سے تھا المختصر۔ ما حصل یہ قصہ بہت طولانی ہے مگر ہم اس مقام میں اس کو مجملاً بیان کرتے ہیں اور وہ اس طرح ہے کہ حضرت عمر نے باوجود ان فضیلتوں کے جب مغیرہ کو حاکم بصرہ مقرر کیا بصرہ میں قبیلہ بنی ہلال کی ایک عورت تھی جس کو اُم جمیل کہتے تھے اور مغیرہ پوشیدہ اُس کے گھر آتا جاتا تھا جب اہل بصرہ اس پر مطلع ہوئے اس امر کو بہت عظیم و بزرگ تصور کیا طبری نے روایت کی ہے کہ ابی بکرہ کا گھر مغیرہ کے گھر کے نزدیک تھا اور شارع عام دونوں کے گھروں کے درمیان فاصلہ تھا ان دونوں کا مسکن دو غرفوں میں ایک دوسرے کے مقابل تھا اور دونوں کے غرفوں میں ایک ایک کھڑکی تھی جو ایک دوسرے کی طرف کھلتی تھی ایک دفعہ ابوبکرہ اپنی غرفہ میں بیٹھا ہوا ایک جماعت کے ہمراہ حرف و حکایت میں مشغول تھا۔ ناگاہ ہوا کے ایک جھونکے سے کھڑکی کھل گئی جب ابوبکرہ کھڑکی بند کرنے کے لئے اٹھا اُس کی نظر مغیرہ کے غرفہ پر پڑی دیکھا کہ ہوا نے اُس کا دروازہ بھی کھول دیا ہے اور وہ ایک عورت کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھا ہوا اپنے چوتڑ ہلا رہا ہے۔ ابوبکرہ نے اُن لوگوں سے کہا تم بھی دیکھو تاکہ گواہ رہو پس انھوں نے دیکھا اور پوچھا کہ یہ عورت کون ہے کہا اُم جمیل دختر افقم اُن لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک عورت دیکھی ہے مگر اُس کا مُنہ نہیں دیکھا پس اُن لوگوں نے صبر کیا اور اُن دونوں کی حرکات دیکھتے رہے تا اینکہ اپنے کام سے فارغ ہوئے جب وہ دونوں اُٹھے لوگوں نے پہچانا کہ وہ اُم جمیل ہے انااں بعد مغیرہ اُسی وقت مسجد کی طرف چلا کہ اُن منافقوں کے ساتھ جو مثل اُس کے تھے نماز جماعت ادا کرے مگر ابوبکرہ آیا اور اُس کی نماز کا مانع ہوا پھر لوگوں نے حضرت عمر کو اس امر کی اطلاع لکھ کر بھیجی اور مغیرہ نے بھی اس بارے میں چند حروف ملمع دروغ حضرت عمر کی خدمت میں لکھ کر بھیجے جب یہ دونوں خط حضرت عمر کے پاس پہنچے اس نے ابوموسیٰ الشعری کو جو حضرت امیر علیہ السلام کا دشمن تھا۔ والی بصرہ مقرر کر کے روانہ کیا اور مغیرہ کو گواہوں کے ساتھ مدینہ بلا لیا۔ ابن ابی الحدید نے کتاب اغانی میں ابوالفرج اصفہانی سے جو مخالفوں کی تمام کتابوں سے زیادہ تر معتبر ہے بروایت عمرو بن شیبہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے مغیرہ کو گواہوں کے ساتھ طلب کیا اور سب سے پہلے ابوبکرہ کو بلایا اور پوچھا کیا تو نے مغیرہ کو اُم جمیل کی رانوں کے درمیان دیکھا ہے کہا ہاں واللہ گویا میں دیکھتا ہوں کہ چیچک کے داغ اُس کی رانوں میں تھے مغیرہ نے پوچھا کہ تو نے نہایت عمد و تامل سے نظر کی ہے۔ ابوبکرہ نے کہا کہ میں اس امر میں کوئی تقصیر و کوتاہی نہیں کرتا جس کے سبب حق تعالےٰ تجھے ذلیل و خوار کرے حضرت عمر نے کہا نہیں واللہ جب تک کہ تو یہ گواہی نہ دے کہ تو نے سُرمہ دانی میں مانند

سلائی کے مغیرہ کو داخل کرتے اور نکالتے دیکھا ہے۔ پس تیری گواہی قبول نہیں کرتا ابوبکرہ نے کہا واللہ کہ میں اسی طرح گواہی دیتا ہوں پس اس وقت حضرت عمر کا رنگ متغیر ہو گیا اور حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اے مغیرہ تیری چوتھائی عمر جاتی رہی اور بعض کہتے ہیں کہ یہ کلمہ حضرت عمر نے کہا پھر حضرت عمر نے نافع کو بلایا اور اس سے پوچھا اس نے کہا میں بھی مثل ابوبکرہ کے گواہی دیتا ہوں۔ حضرت عمر نے کہا نہیں واللہ جب تک تو یہ گواہی نہ دے گا کہ سرمہ دانی میں مانند سلائی کے دیکھا ہے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا۔ نافع نے کہا اسی طرح گواہی دیتا ہوں اور میں نے دیکھا پر سوفار تک داخل تھا پس اس وقت حضرت عمر میں آثار اندوہ عظیم ظاہر ہوئے اور حضرت امیرؑ نے حضرت عمر سے فرمایا کہ اب مغیرہ کی نصف عمر جاتی ہے پھر حضرت عمر نے تیسرے گواہ سہیل بن معبد کو طلب کیا اس نے بھی اسی طرح گواہی دی اور حضرت امیرؑ نے حضرت عمر سے فرمایا کہ مغیرہ کی عمر کے تین حصے جاتے رہے پس حضرت عمر کا رنگ مثل خاکستر متغیر ہو گیا اور زیاد جو چوتھا گواہ تھا اس وقت تک مدینہ میں داخل نہ ہوا تھا اور مغیرہ رہتا اور مہاجرین کے پاس جا کر استغاثہ کرتا تھا کہ یہ لوگ اس کے باب میں شفاعت کریں۔ امہات ازواج حضرت رسول خدا کے پاس بھی جاتا اور گریہ و زاری کرتا تھا بعد اس کے حضرت عمر نے حکم دیا کہ گواہوں کو منع کریں کہ جب تک زیاد حاضر نہ ہو مدینہ میں کسی سے کلام نہ کریں پس جب زیاد آیا خدمت حضرت عمر میں حاضر ہوا حضرت عمر نے ان لوگوں کو بلایا اس وقت مہاجرین و انصار کے رؤسا بھی حاضر ہوئے حضرت عمر نے زیاد کو دیکھا اور کہا میں ایسے شخص کو دیکھتا ہوں جس کی زبان کے سبب حق تعالے مہاجرین کے ایک شخص کو ہرگز ذلیل و خوار نہ کرے گا اور اس عبارت سے اس کو تعلیم کیا کہ شہادت کو تمام وکمال بیان نہ کرنا چاہئے۔ جب زیاد نزدیک آیا حضرت عمر نے دیکھا کہ وہ ایک جوان مغرور ہے اور ہاتھ ہلاتے ہوئے آتا ہے۔ حضرت عمر کے دل میں خیال آیا کہ اس کو تہدید بھی کرنا چاہئے پس حضرت عمر نے بصدائے تند و تیز اس سے کہا کہ اے صاحب عقل تیرے پاس کیا گواہی ہے اس عبارت میں صحیح ذم گویا دونوں ہیں اس حدیث کا راوی عبدالکریم کہتا ہے کہ جب ابو عثمان روایت عمر کی نقل کرتا تھا اس نے چاہا کہ اپنی صدا کو صدائے ناہموار حضرت عمر کے شبیہ کرے پس ایک ایسا نعرہ بلند کیا کہ قریب تھا کہ میں غش کر جاؤں القصہ ان روایات کے فحوائے کلام سے ظاہر ہے کہ بوجہ اس جنسیت کے جو حضرت عمر اور مغیرہ کے درمیان تھی حضرت عمر نے بہت سعی کی کہ مغیرہ پر زنا ثابت نہ ہو اور ان تینوں بے گناہ گواہوں پر حد فحش جاری کرے باوجودیکہ حدود الہی کو معطل اور سعی کرنا مطلقاً حرام ہے خصوصاً جب کہ اتنے بے گناہوں پر حد جاری کرنے کے متضمن ہو زیادہ تر قبیح و شنیع ہے اور اکثر روایتوں کے قرینہ سے ظاہر ہے کہ ان سب نے اپنی گواہی پہلے ایک طرح مرقوم کی تھی لیکن یہ اختلاف حضرت عمر کی تہدید کے سبب ظاہر ہوا اور ابو الفرج اصفہانی کہتا ہے کہ بہت سے راویوں

نے روایت کی ہے کہ زیاد نے کہا کہ میں نے مغیرہ کو ام جمیل کے پاؤں اٹھائے ہوئے دیکھا درحالیکہ اس کے دونوں خصیے اس کی رانوں کے درمیان جنبش کر رہے تھے اور میں نفس تند اور صدا۔۔۔ بلند سنتا تھا۔ ابوالفرج کہتا ہے کہ زیاد کا قول اور گواہوں کا تغیر و تبدل اور مغیرہ سے حد کا دفع کر دینا حضرت عمر کو بہت پسند آیا اور مزید کہا کہ جب ابوبکرہ پر حد جاری کی اس نے پھر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ مغیرہ نے زنا کیا ہے۔ پس حضرت عمر نے چاہا کہ اس پر دوبارہ حد جاری کرے لیکن حضرت علی علیہ السلام نے اس کو اس امر سے منع کیا اور فرمایا کہ اگر تو اس پر حد جاری کرے گا میں مغیرہ کو سنگسار کروں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر علیہ السلام کے نزدیک مغیرہ زنا کا مرتکب تھا مگر از روئے تقیہ اس پر حد جاری نہیں کی۔ بعض اہل سنت والجماعت اس کلام کی دوسری توجیہ بیان کرتے ہیں۔ ابوالفرج کہتا ہے کہ حضرت عمر نے ابوبکرہ کو توبہ کرنے کا حکم دیا اس نے کہا تو اس لیے مجھ سے توبہ کراتا ہے کہ میری گواہی قبول کرے اور میں نے عہد کیا ہے کہ جب تک کہ میں زندہ ہوں کبھی دو شخصوں کے درمیان گواہ نہ رہوں گا۔ نیز ابوالفرج کہتا ہے کہ جب گواہوں پر حد جاری کی اس وقت مغیرہ نے کہا الحمد اللہ کہ حق تعالٰے نے تم کو ذلیل و خوار کیا۔ حضرت عمر نے کہا خاموش خدا تیری جان قبض کرے اور بروایت دیگر اپنے سالس روک خدا اس مکان کو خوار کرے جہاں ان لوگوں نے تجھے دیکھا ہے۔ نیز ابوالفرج کہتا ہے کہ اس کے بعد حضرت عمر حج کو گئے جبکہ حج کے لیے ام جمیل اور مغیرہ بھی آئے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے مغیرہ سے کہا وائے ہو تجھ پر آیا تو مجھ سے تجاہل کرتا ہے۔ قسم بخدا میں گمان نہیں کرتا کہ ابوبکرہ نے دروغ کہا ہو اور میں ڈرتا ہوں مبادا تیرے سبب آسمان سے مجھ پر پتھر برسیں اور حضرت امیر علیہ السلام فرماتے تھے کہ اگر میں مغیرہ پر غالب آؤں اس کو سنگسار کروں گا۔ پس جو ان روایتوں میں غور و فکر بھی کرے گا وہ اس میں کوئی شک و شبہ نہ پائے گا کہ مغیرہ کا زنا کرنا نہ صرف حضرت علی علیہ السلام کے نزدیک بلکہ حضرت عمر کے نزدیک بھی ثابت و ظاہر تھا مگر اس نے مغیرہ کو رعایت کے سبب اس کے حق میں دیدہ و دانستہ حدود الٰہی کو معطل کیا اور بظلم و جفا کئی بے گناہوں پر حد جاری کی۔

پانچواں طعن

ابن ابی الحدید اور فخر رازی اور خاصہ و عامہ کے تمام محدثین نے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت عمر نے اپنے خطبہ میں کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوا کہ کسی عورت نے اپنا مہر ازواج پیغمبر کے مہر سے زیادہ لیا ہے میں اس سے پھیر لوں گا۔ اور بروایت دیگر اس کو بیت المال میں رکھوں گا پس ایک عورت نے کھڑے ہو کر کہا کہ خدا نے تجھے ایسا کرنے کی اجازت نہ دی ہے اور حق تعالٰے قرآن میں فرماتا ہے کہ اگر تم اپنی عورتوں میں سے کسی ایک عورت کو ایک قنطار دیئے ہوئے ہو اسکو پھیر لو۔

حضرت عمر نے کہا تم لوگ عمر سے زیادہ دانا و فقیہ ہو حتیٰ کہ وہ عورتیں جو گھروں میں پردہ نشین ہیں اور بروایت ابن ابی الحدید عمر نے کہا کہ تم لوگ ایسے امام سے تعجب نہیں کرتے۔ جس نے خطا کی اور نیز ایسی عورت سے جس نے حق کو دریافت کر کے تمہارے امام سے معارضہ کیا۔ اور اس پہ غالب آ گئے اور فخر رازی کی روایت کے مطابق اس عورت نے کہا اے فرزند خطاب خدا نے ایک چیز ہم کو عطا کی ہے اور تو اس کو ہم سے باز رکھتا ہے اسوقت عمر نے اپنے نفس سے خطاب کیا اور کہا اے عمر تجھ سے تو تمام لوگ دانا و فقیہ ہیں بعد اس کے اپنے اس قول سے پھر گیا۔ ان روایتوں سے ظاہر و معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتاب و سنت سے اچھی طرح واقف نہ تھے اور ایسا شخص جو خود اس بات کا اعتراف کرے کہ پردہ نشین عورتیں بھی اس سے زیادہ فقیہ و دانا ہیں وہ ریاست عامہ اہل اسلام کی قابلیت نہیں رکھتا خصوصاً جبکہ ایک ایسا شخص جو تمام علوم کا عالم ہو امت کے درمیان موجود ہو۔

چھٹا طعن حکم تیمم سے انکار کرنا اور یہ طعن تمام طعنوں سے عظیم تر اور معاندہ خدا و رسولؐ کی دلیل بیّن ہے مگر اکثر علمائے امامیہ نے بھی اس کو دریافت نہیں کیا ہے اور اس کے مطاعن میں اس کا ذکر نہ کیا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم و ابی داؤد و نسائی میں مروی ہے اور صاحب جامع الاصول نے بھی روایت کی ہے اور ان سب نے شقیق سے روایت کی ہے وہ کہتا تھا کہ میں عبداللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ابو موسیٰ نے کہا اگر کوئی شخص حالت جنب میں ہو اور وہ ایک ماہ تک پانی نہ پائے تب بھی نماز پڑھنے کے لیے تیمم نہ کرے گا پس اس آیہ سورہ مائدہ کی نسبت کیا کرے گا فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً۔ ابن مسعود نے کہا یعنی اگر پانی نہ ملے زمین پاک پہ تیمم کرو۔ اگر ان لوگوں کو تیمم کی اجازت دیں یہ لوگ جب پانی سرد ہوگا خاک سے تیمم کریں گے میں نے پوچھا تم اسی لئے تیمم سے کراہت رکھتے ہو۔ جواب دیا ہاں پس اس وقت ابو موسیٰ نے کہا کیا تو نے عمار کا کلام نہیں سنا جو اس نے حضرت عمر سے کہا تھا کہ حضرت رسول خدا نے کسی کام کے لئے مجھے روانہ فرمایا اور میں اثنائے راہ جنب ہو گیا اور پانی بالکل نہ ملا۔ اس وقت چوپاؤں کی مانند خاک میں لوٹا اور اس کیفیت سے آنحضرتؐ کو آگاہ کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تیرے لئے کافی تھا کہ تو اس طرح کرے بعد اس کے اپنے دونوں ہاتھ زمین پہ مارے اور پھر ان دونوں کو ایک دوسرے پہ مل کر ہاتھوں کا اور منہ کا مسح فرمایا عبداللہ نے جواب دیا کہ آیا تو نے نہیں دیکھا کہ قول عمار پر حضرت عمر قانع نہ ہوئے بخاری نے دوسری سند کے ساتھ بھی اس مضمون کی روایت کی ہے نیز بسند دیگر شقیق ابن سلمہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں ابن مسعود و ابو موسیٰ کے پاس تھا ابو موسیٰ نے پوچھا کہ اگر کوئی شخص جنب ہو اور پانی میسر نہ ہو اس حال

میں وہ کیا کرے ابن مسعود نے کہا کہ جب تک پانی میسر نہ آوے نماز نہ پڑھے ابو موسیٰ نے کہا پھر تو عمار کے قول کو کیا کرے گا ابن مسعود نے جواب دیا کہ آیا تو نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر اس پر قانع نہ ہوئے ابو موسیٰ نے کہا کہ عمار کا قول ترک کر دے مگر آیت قرآن کو کیا کرے گا پس ابن مسعود اس کا جواب نہ دے سکا اور وہی عذر نامعقول سابق بیان کیا نیز بخاری نے سعد بن عبد الرحمٰن سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر کے پاس آکر ایک شخص نے کہا کہ میں جنب ہوا ہوں اور پانی مجھے ملا نہیں حضرت عمر نے کہا نماز نہ پڑھ حضرت عمر سے عمار ابن یاسر نے کہا کہ آیا تجھے یاد نہ ہے کہ میں اور تو ایک سفر میں تھے اور دونوں ہی جنب ہو گئے پس تو نے نماز نہ پڑھی اور میں نے خاک میں لوٹ کر نماز پڑھی اور بعد اس کے حضرت رسالتمآب سے یہ حال بیان کیا آپ نے فرمایا کہ تیرے لیئے کافی تھا کہ تو ایسا کرے پھر اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور منہ سے خاک کو پھونک کر ہاتھوں کا اور منہ کا مسح کیا حضرت عمر نے کہا اے عمار خدا سے ڈر۔ عمار نے کہا اگر تجھے منظور ہو میں اس حدیث کو بیان نہ کروں اور بروایت دیگر عمار نے کہا اگر تجھے منظور ہو اس حق کے سبب جو تو مجھ پر رکھتا ہے میں یہ حدیث کسی سے بیان نہ کروں۔ صاحب جامع الاصول نے روایت بخاری و مسلم بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ ابو داؤد کی روایت میں اس طرح ہے کہ عبدالرحمٰن کہتا تھا کہ میں حضرت عمر کے پاس تھا ایک شخص وہاں آیا اور کہا کہ ہم لوگ ایک یا دو ماہ تک کسی مقام میں رہتے ہیں اور پانی نہیں پاتے حضرت عمر نے کہا اگر میں ہوں گا نماز نہ پڑھوں گا تا وقتیکہ پانی میسر نہ آوے۔ عمار نے کہا کیا تجھے یاد نہ ہے کہ میں اور تو اونٹوں کے درمیان تھے اور دونوں جنب ہو گئے میں اس وقت خاک میں لوٹا اور پھر کیفیت حضرت رسالتمآب سے عرض کی پس حضرت رسالتمآب نے تیمم کا طریقہ مجھے سکھایا حضرت عمر نے کہا اے عمار خدا سے ڈر۔ عمار نے کہا اگر تجھے منظور ہو واللہ میں یہ حدیث کسی سے بیان نہ کروں گا حضرت عمر نے کہا میں تجھے تیرے قول پر چھوڑ دیتا ہوں اس مقام پر مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ تمام حدیثیں اہلسنت والجماعت کی صحاح سے بیان ہوئی ہیں اور وہ لوگ ان کے صحیح ہونے سے انکار نہیں کر سکتے پس ہم کہتے ہیں کہ یہ امر دو صورتوں سے خالی نہ ہے ایک تو یہ کہ جس وقت حضرت عمر نے سائل کو پانی نہ ملنے کی حالت میں ترک نماز کرنے کا حکم دیا اور عمار کا قول قبول نہ کر کے یہ جواب دیا کہ اگر میں ہوں گا نماز نہ پڑھوں گا۔ تا وقتیکہ پانی میسر نہ آوے اس وقت اس امر کا علم رکھتا تھا کہ حق تعالےٰ نے اس شخص پر تیمم واجب کیا ہے جس کو پانی نہ ملے اور آیات تیمم بھی اسکو یاد تھیں یعنی وہ دو آیتیں جن میں حق تعالےٰ نے صریحاً اس کے قول کی تردید کی ہے اور اس کو یہ بھی یاد تھا کہ حضرت رسالتمآب نے تیمم کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کی

کیفیت بیان کی ہے یا حکم خدا و رسولؐ سے ناواقف تھا پس اگر پہلی صورت ہوگی اس حالت میں حکم تیمم سے انکار کرنا جیسا کہ اکثر احادیث سے ظاہر ہے صریحاً خدا اور رسولؐ کی تردید ہوگی محض اس گمان کے سبب کہ یہ امر فساد کا باعث ہے اور نیز جہل و ناوانی اور امر قبیح کے حکم دینے کی نسبت خدا و رسول کی جانب قرار پائے گی اگرچہ اس سے ایسا امر بعید نہ تھا۔ جیسا کہ اس نے اذان سے حیَّ علیٰ خیرِ العمل کو کم کر دیا اور اسی طرح قلم دوات لانے سے منع کرنا اور نیز باقی امور جو کہ متواتر ہیں اور ان میں سے بعض مذکور ہو چکے ہیں اور بعض کا ذکر آئندہ آئے گا۔ اور اگر دوسری صورت قرار پائے یعنی وہ اس حکم سے ناواقف تھا اور آیت و حدیث کو جانتا نہ تھا پس یہ امر اس کی دین سے دوری کی ظاہر و بیّن دلیل ہے یعنی حضرت رسالتمآبؐ کی خدمت میں بیس برس تک حاضر رہنے کے باوجود وہ ایسے امر عام البلویٰ سے ناواقف تھے جو کہ عظیم اعمال دین یعنی نماز سے متعلق ہے اور اکثر عوام اس کو جانتے ہیں اور اکثر اس کی ضرورت بھی واقع ہوتی ہے پس ایسا شخص کیونکر مسلمانوں کی دین و دنیا کی ریاست عامہ کی صلاحیت رکھتا ہوگا اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جب بوقت وفات لوگوں نے حضرت عمر سے کہا کہ تم اپنے فرزند عبداللہ کو اپنا خلیفہ کیوں قرار نہیں دیتے چونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کا فرزند عبداللہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے معارضہ نہیں کر سکتا اور بیعت جلد امامت حضرت امیر علیہ السلام کی طرف منتقل ہو جائے گی اس لئے قبول نہ کیا اور جو عذر بیان کیا وہ یہ تھا کہ جو شخص یہ نہ جانتا ہو کہ اپنی زوجہ کو کس طرح طلاق دے وہ امامت کے قابل نہیں ہے۔ مگر حضرت عمر کی نسبت اس کے تمام پیرو اس کے جہل کو ایسے حکم جو طلاق سے بوجوہ بسیار فرق کلی رکھتا ہے اس کی امامت کا مانع قرار نہیں دیتے باوجودیکہ عبداللہ متنبہ و متذکر ہونے کے بعد اس قول سے پھر گیا مگر حضرت عمر اپنے انکار پر باقی رہے اور ایسا نہ کیا کہ عمار کا قول سننے کے بعد تمام صحابہ کی طرف رجوع کرے اور اگر وہ ناواقف تھے اس حکم کو دوسروں سے دریافت کرتے اور اس وجہ سے ثابت و ظاہر ہے کہ اکثر مقاموں میں عامہ جس دلیل سے متمسک ہوتے ہیں وہ باطل ہے یعنی جب کسی نے اپنے خلفا کے فعل کا انکار نہیں کیا ہے اس لئے لازم ہے کہ حق ہوگا اور اس دلیل کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے ایسے امر کا حکم دیا جس کے خلاف کتاب و سنت و اجماع امت ہونا واضح و ظاہر ہے اور کسی نے یہ روایت نہ کی ہے کہ عمار کے سوا تمام صحابہ میں سے کسی اور شخص نے اس سے معارضہ کیا ہو اور عمار بھی امر حق ظاہر کرنے کے بعد ڈر گئے اور یہ کہا کہ اگر تجھے منظور ہو میں یہ حدیث پھر کبھی کسی سے بیان نہ کروں پس درحالیکہ ایسے امور جزئیہ میں جن سے غرض دنیوی چنداں متعلق نہیں ہے یہ لوگ انکار کرنے کی قدرت نہ رکھتے تھے اور خلافت و سلطنت میں کیونکر انکار کر سکتے تھے۔

ساتواں طعن

وہ اکثر واقعات میں غلط حکم دیتا تھا اور جب تمام صحابہ اس کو آگاہ کرتے تھے اس حکم سے دست بردار ہوتا تھا جیسا کہ اس نے حاملہ عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا پس معاذ نے کہا تیرا حکم اس عورت پر جاری ہے مگر اس بچے پر جو شکم مادر میں ہے اس پر جاری کا نہ ہے پس اسوقت وہ اپنے حکم سے دست بردار ہوا اور مناقب خوارزمی میں ہے کہ زمانہ خلافت حضرت عمر میں ایک حاملہ عورت کو لائے حضرت عمر کے استفسار پر اس نے زنا کا اقرار کیا پس حضرت عمر نے اسکو سنگسار کرنیکا حکم دیا اتفاقاً حضرت امیر المومنینؑ اثنائے راہ اسے ملے اور کیفیت دریافت فرما کر حکم دیا کہ اس عورت کو پھیر لے جاؤ اور حضرت عمر کے پاس تشریف لا کر فرمایا کہ کیا تم نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے حضرت عمر نے کہا ہاں اس لئے کہ اس نے میرے روبرو زنا کا اعتراف کیا ہے۔ حضرت امیر علیہ السلام نے کہا کہ تمہارا حکم اس عورت پر ہو سکتا ہے مگر اس بچے پر جو شکم میں ہے نہیں ہو سکتا بعد اس کے فرمایا کہ شاید تم نے اس کے اقرار کرنے سے پہلے اسکو ڈرایا ہو گا اور تہدید کی ہو گی حضرت عمر نے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی تھا پس حضرت امیر علیہ السلام نے کہا کیا تو نے نہیں سنا ہے کہ حضرت رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اس پر حد جاری نہیں ہوتی ہے جو حبس و قید یا تہدید کرنے کے بعد اقرار کرے حضرت عمر نے اسوقت اس عورت کو رہا کرنے کا حکم دیا اور کہا تمام عورتیں اس امر سے عاجز ہیں کہ ان سے مثل حضرت علیؑ کے کوئی فرزند ہو اگر علیؑ نہ ہوتے عمر ہلاک ہو جاتا۔ نیز مناقب خوارزمی و مسند احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں کہ ایک زن دیوانہ کو حضرت عمر کے پاس لائے کہ اس نے زنا کیا ہے حضرت عمر نے اسکو سنگسار کرنا چاہا حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ آیا تم نے نہیں سنا ہے کہ حضرت رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ تین شخصوں سے قلم تکلیف اٹھا لیا ہے دیوانہ سے جب تک عاقل نہ ہو۔ طفل سے جب تک بالغ نہ ہو اور سوتے ہوئے سے جبتک کہ بیدار نہ ہو۔ پس اسوقت حضرت عمر اس سے دست بردار ہوئے اور اس واقعہ کو قاضی القضات اور ابن ابی الحدید نے بھی قبول کر لیا ہے اور اس قسم کے اخبار و احادیث بہت ہیں مگر اس رسالہ میں ان کے بیان کرنے کی گنجائش نہ ہے۔

آٹھواں طعن

وہ بدعتیں ہیں جو اس نے محض اپنی رائے سے بغیر کسی سند و دلیل کے دین خدا میں پیدا کی ہیں اور ہم ان میں سے چند کا ذکر اس مقام میں کر کے اس پر اکتفا کرتے ہیں۔

پہلی بدعت نماز تراویح یعنی نوافل کثیرہ کہ جن کو رمضان المبارک میں با جماعت پڑھتے ہیں اور اسکی بدعت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس نے خود اس امر کا اعتراف کیا ہے جیسا کہ صاحب نہایہ اور اکثر محدثین اہلسنت نے روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت عمر ماہ رمضان میں بوقت شب آئے دیکھا کہ تمام مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے پس اس وقت کہا نعمت البدعۃ یعنی بہت اچھی بدعت تھی جو ہم نے جاری

کی ہے۔ صحیح مسلم وجامع الاصول اور صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ابوسلمہ نے عائشہ سے پوچھا کہ
ماہ رمضان المبارک میں حضرت رسول خدا کی نماز کس طرح کی تھی۔ جواب دیا کہ دوسرے مہینوں کی طرح
ماہ رمضان المبارک میں بھی گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے پہلی چار رکعت پڑھتے تھے مگر یہ نہ پوچھ
کہ کس قدر نیک و بہتر اور طولانی پڑھتے تھے۔ اس کے بعد پھر چار رکعت نہایت خوبی و طول کے ساتھ
پڑھتے تھے۔ اور اس کے بعد پھر تین رکعت پڑھتے تھے میں نے کہا یا رسول اللہ آپ وتر سے پہلے سوتے
ہیں ارشاد فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا اور مسلم نے بروایت دیگر روایت
کی ہے کہ عائشہ نے کہا کہ رسول خدا کی نماز ماہ رمضان المبارک میں اور دوسرے مہینوں میں تیرہ رکعت
تھی جن میں نافلۂ صبح بھی داخل تھا جامع الاصول میں صحیح بخاری و مسلم و ابی داؤد سے روایت کی ہے کہ حضرت
رسالتمآب نے ماہ رمضان میں مسجد کے درمیان ایک حجرہ حصیر کا بنایا اور دولت سرا سے باہر تشریف
لائے کہ اس حجرہ میں نماز پڑھیں بعض لوگ آئے کہ حضرت کے پیچھے نماز پڑھیں مگر حضرت پھر دولت سرا
میں تشریف لے گئے اور دوسری رات باہر نہ آئے ان لوگوں نے خیال کیا کہ آپ سو گئے ہیں اس لئے
بعض لوگ تنخ کرتے اور بعض دروازہ پر سنگریزے مارتے تھے پس آپ بحالت غضب باہر تشریف
لائے اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ان امور میں ہمیشہ مبالغہ کرتے ہو اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں حق تعالےٰ تم پر
واجب نہ کر دے اور تم اس کے عہدہ سے باہر نہ آسکو۔ ایہا الناس اپنے گھروں میں نماز پڑھو کہ وہی نماز بہت بہتر
ہے جو آدمی اپنے گھر میں پڑھے مگر نماز واجب کو باجماعت پڑھنا بہتر ہے نیز انس سے روایت ہے کہ
حضرت رسول خدا رمضان المبارک میں نماز پڑھ رہے تھے کہ میں بھی آکر آنحضرتؐ کے پہلو میں کھڑا ہوگیا پھر
دوسرا آکر کھڑا ہوگیا یہاں تک کہ ایک گروہ جمع ہوگیا جب آپؐ کو اس کا علم ہوا کہ ہم لوگ آپؐ کے پیچھے
اور پہلو میں استیادہ ہیں نماز کو بہت جلد ختم کرکے گھر تشریف لے گئے اور وہاں نماز میں مصروف ہوگئے اور
فرمایا کہ تم لوگوں کے اقتدا کرنے کے سبب میں نے مسجد میں نماز کا پڑھنا ترک کر دیا الغرض آنحضرتؐ سے اس
قسم کی بہت سی احادیث اپنی صحاح میں روایت کرتے ہیں اور ان حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسول
خدا مطلقاً کوئی نافلہ ماہ رمضان المبارک میں زیادہ نہ کرتے تھے اور اگر کرتے تھے راضی نہ تھے کہ جماعت
کے ساتھ ہو پس اس تعداد مخصوص کو شریعت میں مقرر کرکے جماعت کے ساتھ مستحب اور سنت موکدہ
قرار دینا ظاہر اور واضح ہے کہ عین بدعت ہے اور احادیث متواترہ میں بطریقہائے خاصہ وعامہ وارد ہوا ہے
کہ ہر ایک بدعت ضلالت ہے اور ہر ایک ضلالت کی راہ جہنم کی طرف ہے اور جابر سے مسلم میں روایت
کی ہے کہ حضرت رسول اللہ اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے تھے کہ تمام کلاموں سے بہتر کتاب خدا اور تمام

باتوں سے بہتر ہدایت محمدؐ ہے اور بدترین امور وہ ہیں جو تازہ ایجاد ہوتے ہیں اور ہر ایک بدعت ضلالت ہے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو میری سنت کو نہ چاہے وہ مجھ سے نہیں ہے اور ارشاد فرمایا کیا وجہ ہے کہ ایک گروہ اس کام سے کراہت رکھتا ہے جس کو میں کرتا ہوں قسم بخدا میں سب سے زیادہ خدا کا جاننے والا ہوں اور میرا خوفِ خدا بھی سب سے زیادہ ہے۔ صحیح ترمذی و ابی داؤد سے جامع الاصول میں روایت کی ہے کہ ہر آئینہ ان امور سے احتراز کرو جو تازہ ایجاد ہوتے ہیں اس لئے کہ ہر تازہ امر بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے اور حضرت عمر کے کاموں کی اصلاح کرنے کے لئے عامہ کے ایک گروہ نے جو یہ کہا ہے کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں یہ صاف وصریح حدیث عامہ و خاصہ کے مخالف ہے اور نصوص صریحہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین میں ہر ایک امر کو جو خصوصاً یا عموماً شریعت میں وارد نہ ہوا ہو ایجاد کرنا بدعت و حرام ہے اور جس فعل کو کہ بطریقہ عبادت مقرر کریں اور وہ شرع کی کسی دلیل خاص یا عام سے مستفاد نہ ہو بدعت و تشریع ہے خواہ وہ فعل مستقل ہو یا صفت عبادت جس کی اصل شارع سے قائم نہ ہوئی ہو جیسا کہ واجب کو بقصد سنت اور سنت کو بہ نیتِ واجب ادا کریں یا عبادت میں کسی وصف خاص کو اختراع کریں جیسا کہ طواف جماعت کے ساتھ کریں یا عبادت کی تعداد خاص کو کسی وقت مخصوص میں مقرر کریں مثل نماز چاشت کے اور یہ حضرت عمر کی دوسری بدعت ہے اور یہ سب حرام ہیں اور اگر کوئی شخص بدعت کی اصلاح کر کے اس کی پانچ قسمیں مقرر کرے تب بھی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت عمر کی بدعتیں ان بدعتوں میں شامل ہیں جو حرام ہیں۔

دوسری بدعت حضرت عمر نے کوتوالی کی ایجاد کی کہ راتوں کو پھرے اور لوگوں کے حالات کی تجسس کرے۔ باوجودیکہ حق تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوا ابن ابی الحدید وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر ایک شب لوگوں کا حال دریافت کرنے کے لئے نکلے اور کسی گھر سے ایک آواز سنکر دیوار پر چڑھ گئے اور ایک عورت اور ایک مرد کو شراب کی مشک کو پنے سامنے رکھے ہوئے دیکھا حضرت عمر نے کہا اے دشمنِ خدا تجھے کیا یہ گمان ہے کہ خدا تیرا عیب پوشیدہ رکھے گا حالانکہ تو اس کی معصیت میں مشغول ہے اس مرد نے کہا جلدی نہ کر میں نے اگر ایک خطا کی ہے لیکن تو تین خطاؤں کا مرتکب ہوا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تجسس نہ کرو اور تو نے تجسس کیا اور فرمایا ہے وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا یعنی گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو اور تو دیوار پھاند کر آیا ہے اور فرمایا ہے وَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا یعنی جب تم گھروں میں داخل ہو تو گھر کے رہنے والوں پر سلام کرو اور تو نے سلام نہیں کیا حضرت عمر نے کہا اور اگر میں تیری خطا

معاف کر دوں تو امر نیک و بہتر اختیار کرے گا جواب دیا ہاں واللہ کہ پھر کبھی یہ کام نہ کروں گا حضرت عمر نے کہا جا میں نے تیری خطا معاف کر دی ہے۔

تیسری بدعت یہ ہے کہ عہد حضرت رسالتمآبؐ اور ابوبکر میں تین طلاق متوالی کو بغیر رجوع کے ایک طلاق حساب کرتے تھے جبکہ حضرت عمر نے اپنی خلافت کے تین سال گزرنے کے بعد اس کو تین طلاق کے برابر حساب کیا جیسا کہ صاحب جامع الاصول نے صحیح ابی داؤد و نسائی سے بطریقہا ئے بسیار ابن عباس سے روایت کی ہے اور اس کا جو عذر بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ طلاق پر جرأت نہ کریں پس اگر یہی وجہ تین طلاق جاری ہونے کا سبب ہوئی لازم تھا کہ حق تعالیٰ نے جس کا علم تمام چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے ایسا ہی کیا۔ حضرت رسول خدا تمام امور میں خدا کی وحی کے منتظر رہتے تھے اور اپنی عقل کامل سے کوئی حکم نہ دیتے تھے پس حضرت عمر کا احکام خدا وندی میں اپنی عقل و فہم سے تغیر و تبدل کرنے کی کیا مجال ہے۔

چوتھی بدعت بطریقہائے متعدد و معتبرہ ائمہ اہلبیتؑ سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں اور اس کے بعد بھی مقام ابراہیم دیوار خانہ کعبہ سے متصل تھا تا آنکہ کفار قریش نے ایام جاہلیت میں اس کو وہاں سے اٹھا کر اس جگہ رکھا جہاں اب ہے پس حضرت رسول خدا نے جب مکہ کو فتح کیا مقام ابراہیم کو پھر اسی جگہ رکھا جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تھا اور وہ اسی جگہ رہا تا اینکہ حضرت عمر نے خلافت غصب کی اور جب حج کرنے گئے پوچھا وہ کون شخص ہے جو یہ جانتا ہو کہ مقام ابراہیم زمانہ جاہلیت میں کہاں تھا دوسرے نے کہا میں نے اس کا اندازہ ایک تسمہ سے ناپ کر اپنے پاس رکھا ہے پس حضرت عمر نے منگوایا اور مقام جاہلیت کو معلوم کر کے مقام کو اٹھا کر اسی جگہ رکھا جہاں کہ ایام جاہلیت میں تھا پس مقام ابراہیم ابتک اسی جگہ ہے اور اس کو حضرت صاحب الامرؑ پھر مقام اول میں رکھیں گے اور یہ قصہ بھی از حد مشہور رہا بلکہ متواترات سے ہے اور حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں جس جگہ کہ مقام ابراہیم تھا اب وہاں کبوتروں کو دانہ ڈالتے ہیں اور مقام جبرائیل کہتے ہیں اور صاحب کشاف نے بھی تحویل مقام کا اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عمر نے مطلب بن ابی وداعہ سے پوچھا کیا تجھے معلوم ہے کہ مقام ابراہیمؑ ایام جاہلیت میں کس جگہ تھا اس نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے اور یہی جگہ اس کو بتائی اور ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے سب سے پہلے یہ قرار دیا کہ نافلہ رمضان المبارک با جماعت پڑھیں اور تمام شہروں میں لکھا کہ یہی قاعدہ جاری کریں اور اسی نے رویسید ثقفی کا گھر جلایا جو کہ شراب بیچتا تھا سب سے پہلے تازیانہ اس نے مقرر کیا اور لوگ کہتے تھے کہ حضرت عمر کے تازیانہ کا خوف حجاج کی تلوار سے زیادہ تھا اور سب سے پہلے اپنے عاملوں پر اس نے جرمانہ عائد کیا اور ان کا نصف مال چھین لیا اسی نے حضرت رسول خدا کی مسجد کو زیادہ

کیا اور جو زمین کہ مسجد میں داخل تھی منجملہ اس کے عباس کا گھر بھی تھا اس نے مقام کو اٹھا کر اس جگہ رکھا جہاں اب ہے۔ جبکہ اس سے پہلے خانۂ کعبہ سے متصل تھا پس ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ اور کوئی امر حضرت رسولِ خدا سے معاندہ کرنے کی دلیل واضح وصریح نہ ہے کہ حضرت رسولِ خدا کی سنت کو دیدہ دانستہ زائل کر کے بدعت جاہلیت وکفر کو اختیار کرے۔

پانچویں چونکہ اس نے حضرت رسولِ خدا اور حضرت امیر علیہ السلام سے سن رکھا تھا کہ ہمارے موالی وانصار اہل عجم سے ہوں گے اس لئے اہل عجم سے عداوت رکھتا اور اہل اسلام کے احکام ان پر جاری نہ کرتا تھا اور یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ قریش کسی عرب وعجم کی دختر سے نکاح نہ کریں اور عرب وعجم کی لڑکی نہ لیں۔ اس طرح تمام قریش اہل عرب کو اور تمام اہل عرب اہل عجم کو لڑکی نہ دیں پس تمام اہل عرب کو نسبت قریش کے اور اہل عجم کو بہ نسبت اہل عرب کے بمنزلہ یہود ونصاریٰ کے قرار دیا حالانکہ حضرت رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ تمام اہل اسلام ایک دوسرے کے کفو ہیں جامع الاصول میں موطا مالک سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے اس امر سے منع کیا کہ عرب کی میراث عجم کو دیں اس عجمی کے سوا جو کہ عرب کے درمیان متولد ہوا ہو اور یہ حکم صاف وصریح احکام میراث کا حصر برخلاف ہے جن کو کہ قرآن میں نازل فرمایا ہے۔

چھٹی بدعت اس نے میراث میں عول وتعصیب کو قرار دیا اور یہ کتاب وسنت کے مخالف ہے اس کا بیان بہت طویل ہے اور اس رسالہ کے مناسب نہ ہے۔

ساتویں بدعت الصلوٰۃ خیر من النوم کو صبح کی اذان میں زیادہ کیا جیسا کہ موطا مالک سے جامع الاصول میں روایت کی ہے۔

اول طعن بیت المال اور غنائم وغیرہ کی تقسیم زمانۂ حضرت رسالتمآب اور ابوبکر میں مساوی تھی مگر حضرت عمر نے اس قاعدہ کو برہم کیا اور حضرت رسولؐ کے ازواج کو زیادہ دیا عائشہ کو ہر سال بارہ ہزار درہم جبکہ آنحضرت کی باقی دیگر ازواج کو دس ہزار درہم سالانہ دیتے تھے اہل بدر سے مہاجرین کے لئے پانچ ہزار درہم اور انصار کے لئے چار ہزار درہم مقرر کئے اسی طرح لوگوں کو بہ تفاوت تقسیم کرتے تھے بخاری ومسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خدا انصار سے بطریق تسلی فرماتے تھے کہ بعد میرے دوسروں کو تم پر زیادتی وفضیلت دیں گے پس تم صبر کرو تا اینکہ حوض کوثر پر میرے پاس آؤ اور ابن ابی الحدید وغیرہ نے اعتراف کیا ہے کہ سب سے پہلے اس نے یہ بدعت جاری کی اور مساوی تقسیم کو نے تغیر وتبدل کیا پس یہ امر ثابت وظاہر ہے کہ یہ تقسیم اس جماعت پر ظلم وجبر ہے جن کا حق کم کر دیا تھا

اور زمانۂ خلافت حضرت امیر علیہ السلام میں اکثر فتنہ و فساد اس بدعت کی وجہ سے پیدا ہوئے کیونکہ حضرت امیر علیہ السلام نے چاہا کہ سنت رسولِ خدا کو ان کے درمیان جاری کریں مگر بزرگان اصحاب آنحضرتؐ مثل طلحہ و زبیر کے اس پر راضی نہ ہوئے اس لئے فتنہ بصرہ برپا ہوا اور اس کے بعد دوسرے فتنہ و فساد بھی اسی سے پیدا ہوئے اور اگر تقسیم میں کسی کو زیادہ دینا جائز ہوتا تو حضرت امیر علیہ السلام ان فتنہ ہائے عظیم کو اس کے سبب ضرور دفع فرماتے بلکہ ارکان خلافت آنحضرتؐ میں اسقدر سستی ظاہر نہ ہوا اور معاویہ وغیرہ کی قوت پانے کا باعث قرار نہ پائے اور ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت ابوبکر نے بھی مساوی تقسیم کیا جیسا کہ حضرت امیر علیہ السلام نے کیا مگر کسی نے حضرت ابوبکر سے انکار نہیں کیا جیسا کہ حضرت امیر علیہ السلام نے کیا پس ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ زمانہ ابوبکر زمانہ رسول اللہ سے متصل تھا اس نے آنحضرتؐ کی سیرت پر عمل کیا اس لئے کوئی شخص اس پر اعتراض نہ کر سکا مگر جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے اس نے زیادہ دینے کی بنا قائم کی اور تمام لوگ پہلی تقسیم کو بھول کر اس قاعدہ سے مانوس ہو گئے اور حضرت عمر کی خلافت کا زمانہ بھی طویل ہے پس لوگوں کے دلوں میں محبت مال و کثرت عطا جاگزیں ہوئی اور جو لوگ محروم ہوئے وہ بھی اسی کے عادی ہو گئے اور اس پر قناعت کی اس کے بعد جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے اس نے بھی طریقہ عمر جاری رکھا اس طرح لوگوں کی عادت مزید مستحکم ہو گئی پھر جب خلافت حضرت امیر علیہ السلام تک پہنچی اور حضرت امیرؑ نے چاہا کہ لوگوں کو زمانہ رسولِ خدا کی طرف پھیریں جبکہ وہ لوگ سنت رسول کو بھول کر دوسرے امر کے عادی ہو چکے تھے اس لئے اس کا قبول کرنا ان پر اس قدر دشوار و شدید تھا کہ بیعت لازم و واجب کو توڑ کر حضرت امیرؑ پر خروج کیا اور اس جماعت کو بھی اپنا شریک کر لیا جس کو کہ حضرت عمر زیادہ عطا کیا کرتے تھے یہ لوگ حضرت امیرؑ کی سیرت کی مذمت اور بدعت عمر کی مدح کرتے تھے تا اینکہ اکثر لوگوں کے دلوں کو حضرت سے منحرف کر دیا اس مقام پر مولف فرماتے ہیں کہ اگر غور و فکر سے کام لیا جائے صاف واضح و ظاہر ہوتا ہے کہ جتنے فتنہ و فساد اسلام میں پیدا ہوئے ہیں اور جو ظلم و ستم کہ اہلبیت رسالت پر واقع ہوئے ہیں وہ سب اسی کی بدعتوں اور فتنوں اور تدبیروں سے تھے کہ اس نے سقیفہ کے دن فتنہ و فساد کے درخت کی جڑ قائم کی اور تقسیم و عطا میں تفضیل قرار دینے سے اس کی پرورش کر گئے تدبیر شوریٰ کے سبب اس کو بارآور کیا اور حضرت قائم آل محمدؐ کے ظہور تک جو ظلم و ستم کہ اہلبیت اور ان کے شیعوں پر واقع ہوتا ہے وہ اسی شجرۂ ملعونہ کا ثمرہ ہے فَلَعَنَ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ غَرَسَہَا وَسَقٰہَا وَاَثْمَرَہَا وَرَبَّاہَا۔

دسواں طعن | جو کہ تمام قبائح سے عظیم تر اور تمام واقعات سے شنیع تر ہے وہ قضیہ شوریٰ ہے

ہے اور مختصراً یہ قصہ باطلہ کہ جسکو ابن ابی الحدید ابن اثیر اور اکثر مخالفین نے بیان کیا ہے اس طرح ہے کہ جب حضرت عمر کو ابو لولو نے زخمی کیا اور حضرت عمر کو یہ یقین ہوا کہ اب اس کی موت قریب آپہنچی ہے تب وہ ان امور پر قانع نہ ہوا جو کہ اپنی حالتِ حیات میں کیا تھا یعنی اہلبیت کو خلافت سے محروم کرنا اور ان کا مرتبہ گھٹا دینا بلکہ اس نے ایسی تدبیریں شروع کیں جن سے اس کی وفات کے بعد بھی خلافت اہلبیت کو نہ ملے اور وہ تدبیریں عوام کے نزدیک نیک و بہتر بھی ہوں اور کوئی شخص حیلہ و تزویر کا گمان بھی نہ کرے اور یہ جانے کہ وہ محض بے غرض ہے پس پہلے اس نے اپنے اصحاب سے اس بارے میں مشورہ کیا اُن میں سے بلا سے خوشامد کسی نے کہا کہ اپنے فرزند عبد اللہ کو خلیفہ مقرر کیجئے پس حضرت عمر نے اس خیال سے کہ لوگ اس کو صاحب غرض تصور نہ کریں اور دوسرے اس لئے بھی کہ اُسے خوب معلوم تھا کہ وہ امور خلافت کو انجام نہ دے سکے گا اور حق بہت جلد اپنے مستحق کی طرف رجوع کرے گا قبول نہ کیا اور کہا نہیں واللہ خطاب کی اولاد سے دو شخص اس امر کے مستحق نہیں ہو سکتے میں نے جو کچھ کیا ہے کافی ہے خلافت کو اپنی اولاد کے لئے ذخیرہ نہ کروں گا اور حیات و ممات میں اس امر کا متحمل نہ ہوں گا اس کے بعد کہا بتحقیق کہ حضرت رسولِ خدا نے جب رحلت فرمائی چھ شخصوں سے راضی تھے علیؑ۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر سعد بن ابی وقاص۔ عبد الرحمٰن بن عوف۔ میں چاہتا ہوں کہ خلافت کو ان کے درمیان بطریق شوریٰ قرار دوں کہ ان میں سے جس شخص کو چاہیں اختیار کریں۔ پھر ان لوگوں کو طلب کیا۔ پس جب وہ آئے ان کی طرف نگاہ کر کے کہا کہ ان میں سے ہر ایک شخص بہ اُمید خلافت آیا ہے اور بروایت ابن ابی الحدید یہ کہا کہ آیا تم لوگ میرے بعد خلافت کی طمع رکھتے ہو۔ جب اُس نے یہی کلام دو مرتبہ دہرایا زبیر نے جواب دیا کہ کونسا امر طمع خلافت سے ہم کو مانع ہے تو نے خلافت کی اور ہم بھی قریش میں تجھ سے نہ ہی فضل و کمال میں کمتر ہیں یا اور نہ ہی قرابت رسول اللہ میں۔ پس حضرت عمر نے کہا تم چاہتے ہو کہ میں تم سے بیان کر دوں کہ تم کس قسم کے لوگ ہو۔ سب نے کہا بیان کرو اور اگر ہم کہیں گے کہ بیان نہ کر تب بھی تو ہم سے دست بردار نہ ہوگا۔ حضرت عمر نے کہا و لیکن اے زبیر تو بہت بد خصلت اور مفسد ہے اگر تو راضی رہے مومن ہے اور اگر راضی نہ رہے کافر ہے تو کبھی انسان ہے کبھی شیطان اور میرا خیال ہے کہ اگر تجھے خلافت ملے تو ایک جو کے چوتھائی حصہ کے لئے دریا پر حملہ کر دے گا اور اگر خلیفہ ہوگا میں نے نہیں جانتا کہ جس دن تو شیطان رہے گا۔ اس دن لوگوں کا امام کون شخص ہوگا اور درحالیکہ تو اس صفت سے موصوف ہے اُمت کے کام نہیں آسکتا اور اے طلحہ تحقیق کہ جب حضرت رسول خدا نے دنیا سے رحلت فرمائی آنحضرتؐ تجھ سے آزردہ تھے اور اس کلمہ کے سبب جو کہ تو نے آیہ حجاب نازل ہونے کے دن کہا تھا ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ ہمارا شیخ یعنی

ابو عثمان جاحظ کہتا تھا کہ وہ کلمہ یہ تھا کہ جب آیت حجاب نازل ہوئی طلحہ نے ایک جماعت کے سامنے کہا کہ اس سے کیا فائدہ ہے کہ آج حضرت پیغمبر خدا اپنی عورتوں کے سر پر چادر اُڑھاتے ہیں بہت جلد وہ رحلت کریں گے اور ہم اُن کی عورتوں سے نکاح کریں گے بعد اُن کے کہ تیرے لئے یہ آیت نازل ہوئی مَاکَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا اَنْ تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖٓ اَبَدًا یعنی تم کو لازم و جائز نہیں ہے کہ رسول خدا کو رنجیدہ کرو اور نہ یہ کہ اُن کے بعد اُن کی عورتوں سے کبھی نکاح کرو۔ اور اے سعد تو متعصب و منکر ہے اور خلافت کے کام کا نہیں اگر ایک گاؤں کی ریاست تجھ سے متعلق ہو تو کامیابی سے اس چھوٹی سی ریاست کے امور سرانجام نہیں دے سکتا اور بنی زہرہ اور خلافت کے درمیان کیا نسبت ہے ولیکن اے عبد الرحمٰن تو ضعیف و عاجز ہے اور اپنی قوم کو دوست رکھتا ہے اور بنی زہرہ کو اس کام سے کیا نسبت ہے ولیکن اے عثمان واللہ کہ سرگین تجھ سے بہتر ہے اگر تو خلیفہ ہوگا لوگوں پر اپنے عزیز و اقارب کو مسلط کرے گا اور بیت المال کا تمام مال ان کو دے گا گویا میں دیکھتا ہوں کہ قریش تجھے امام کریں گے اور تو لوگوں پر اپنی قوم کو سوار کرے گا اور اُن کو مسلمانوں کی اموال کے لئے مخصوص قرار دے گا۔ اور بعد اس کے گرگانِ عرب تجھ پر شورش کر کے تجھے قتل کریں گے ازاں بعد حضرت عمر نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی طرف نظر کی اور کہا کہ اگر آپ مزاح و شوخی کی عادت نہ رکھتے اس کام کے لئے بہت مناسب و بہتر ہے قسم بخدا کہ اگر آپ کے ایمان کو تمام اہل زمین کے ایمان کے ساتھ وزن کریں تب بھی آپ کا ایمان زیادہ ہوگا بعد اس کے حضرت امیر المومنین علیہ السلام وہاں سے اٹھ کر باہر تشریف لے گئے عمر نے کہا واللہ کہ میں اس مرد کی قدر جانتا اور اس کا مرتبہ پہچانتا ہوں اگر تم لوگ اپنا کام اس پر چھوڑ دو گے وہ تم کو حق واضح اور راہ روشن پر قائم رکھے گا لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے جواب دیا کہ یہی شخص جو ابھی تمہارے درمیان سے اٹھ کر باہر گیا ہے اگر تم لوگ اس کو صاحب اختیار قرار دو گے وہ تم کو راہ خدا پر لے جائے گا لوگوں نے کہا پھر اُن کو خلافت دینے میں کونسی چیز مانع ہے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا کہ پھر دوبارہ یہ کام حالت زندگی و موت میں میرے دوش پر ہے اور بروایت دیگر روز شوریٰ کے سوا اور کسی دن یہ کہا تھا کہ میں نبوت و خلافت کو بنی ہاشم کے لئے جمع نہیں کرتا اور بروایت دیگر یہ کہا کہ کمسن ہیں بعد اس کے عمر نے کہا آہ آہ اگر ابو عبیدہ جراح یا سالم مولائے حذیفہ اس وقت زندہ ہوتے کوئی تردد و تشویش نہ تھی اور اس کام کے لئے یہ لوگ مناسب و بے عیب تھے بعد اس کے عمر نے ابو طلحہ انصاری کو طلب کیا اور کہا کہ تو انصار کے پچاس آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے جا اور ان چھ آدمیوں کو ایک گھر میں جمع کر اور تم لوگ اس گھر کے دروازہ پر با شمشیر بائے

برہنہ الستیادہ رہنا اور اس امر میں جلدی کرنا اور تین دن سے زیادہ کی مہلت نہ دینا کہ یہ لوگ باہم مشورہ کرکے اپنے میں سے کسی ایک کو اس کام کے لئے اختیار کریں اور اگر پانچ شخص اتفاق کریں اور ایک مخالفت کرے اس کو قتل کرو اور اگر چار کے مقابلے دو مخالفت کریں ان دونوں کو قتل کرو اور اگر تین شخص متفق در حالیکہ عبدالرحمان ان میں ہو پس اس کے قول پر عمل کرو اور اگر دوسرے تین مخالفت کریں ان تینوں کو قتل کرو اور اگر تین روز گذر جائیں اور یہ لوگ کسی امر پر متفق نہ ہو سکیں سب کو قتل کرو اور مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے کہ جس کو چاہیں اپنے لئے اختیار کریں الغرض ابو طلحہ حضرت عمر کے دفن ہونے کے بعد پچاس آدمیوں کے ہمراہ آیا اور یہ سب لوگ برہنہ تلواریں لئے دروازہ پر الستیادہ ہوئے اور بروایات خاصہ و عامہ حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے بے شمار فضائل و مناقب سے تقریباً ایک صد مناقب اُن کے روبرو بیان کئے اور ان سب نے ان کی تصدیق کرکے باہم مشورہ کیا اور کہا کہ اگر خلافت ان کو دی جائے کسی شخص کو دوسرے پر فضیلت و زیادتی نہ ہوگی اور یہ تمام مسلمانوں میں مساوات قائم کریں گے۔ بنابریں حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت پر راضی نہ ہوئے اور جب طلحہ اپنی خلافت سے مایوس ہوا اور یہ دیکھا کہ خلافت سوائے حضرت امیر علیہ السلام و عثمان اور کسی دوسرے کو نہ ملے گی پس چونکہ بنی ہاشم سے عداوت رکھتا تھا کہا کہ میں نے اپنا حصہ عثمان کو بخش دیا اور زبیر چونکہ حضرت امیر علیہ السلام کی پھوپھی کا فرزند تھا حمیت و قرابت کے سبب کہا کہ میں نے اپنا حصہ حضرت علیؑ کو دیا اس کے بعد جب سعد بن ابی وقاص نے دیکھا کہ خلافت اس کو بھی نہیں مل سکتی کہا کہ میں نے اپنا حصہ اپنے ابن عم عبدالرحمن کو بخش دیا کیونکہ یہ دونوں بنی زہرہ سے تھے۔ عبدالرحمن نے کہا کہ میں اپنے حصہ سے دست بردار ہوتا ہوں اور خلافت کو حضرت علیؑ و عثمان کے لئے چھوڑ دیتا ہوں پھر عبدالرحمن نے حضرت علیؑ سے کہا کہ میں کتاب خدا و سنت حضرت رسول اللہ اور طریقہ شیخین یعنی ابوبکر و عمر کے مطابق آپ سے بیعت کرتا ہوں حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کتابِ خدا اور سنت رسول اللہ کے مطابق اور نیز اس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ میں خود جیسا مناسب جانوں اور جس طرح میری رائے قرار پائے بعد اس کے عبدالرحمن نے یہی الفاظ عثمان سے کہے عثمان نے جواب دیا کہ میں نے اس شرط پر قبول کیا عبدالرحمن نے تین مرتبہ حضرت علیؑ و عثمان سے یہی شرط بیان کی اور ہر مرتبہ عثمان قبول کرتے جبکہ ہر مرتبہ حضرت علی علیہ السلام قبول نہ کرتے تھے جب عبدالرحمن نے دیکھا کہ حضرت امیر سیرت و طریقہ شیخین قبول نہیں کرتے اس نے اپنا ہاتھ حضرت عثمان کے ہاتھ پر رکھ کر کہا السَّلامُ عَلَیْکَ یا امیرالمومنین حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے اس کی بیعت نہیں کی مگر اسی امید پہ کہ حضرت عمر نے ابوبکر کی بیعت کی تھی حق تعالے تم دونوں کے درمیان جدائی ڈال دے اور جیسا کہ اکثر راویوں نے بیان کیا ہے۔ حضرت امیر علیہ السلام کی دعا مستجاب

ہوئی اور ان دونوں کے درمیان اس قدر عناد و فساد ظاہر ہوا کہ ایک دوسرے سے کلام نہ کرتے تھے تا اینکہ [redacted]نے دونوں کے درمیان جدائی ڈالی اس واقعہ کی کیفیت جیسا کہ محدثین و مورخین عامہ نے روایت کی ہے اس طرح تھی اور اس کو مقام احتجاج میں مسلّم رکھتے ہیں مگر کسی دانش مند سے پوشیدہ و مخفی نہ ہے کہ یہ واقع حضرت ابوبکر و عمر و عثمان اور ان کے رفیقوں اور یاروں کے طعن و ...... اور خطا پر کئی وجہوں سے شامل ہے۔

پہلی وجہ اس نے کہا تھا کہ میرے بیٹے جو کچھ کہ انہوں نے کیا ہے وہی کافی ہے اور میں حالت حیات و ممات میں اس کام کا متحمل نہیں ہوتا پس اگر یہ کام مطابق حق اور حکم خدا و رسول اور ان کی رضا و اطاعت کے موافق تھا پھر وہ کیوں اس سے احتراز و اجتناب کرنے اور اس کے متحمل ہونے سے بھاگتے تھے اور اگر محض خطا و باطل اور خدا و رسول کی اطاعت کے برخلاف تھا پھر حالت حیات میں کس لئے اس کے متحمل ہوئے تھے اور خدا و رسول کی حجت سے متمسک ہو کر پہلے حضرت ابوبکر کے لئے اور پھر اپنے لئے صاحب حق سے حق کو چھین لیا تھا۔

دوسری وجہ پہلے اس نے یہ کہا کہ آنحضرت صلعم ان چھ شخصوں سے راضی تھے اس لئے یہ لوگ خلافت کے لائق ہیں مگر اس کے بعد ہر شخص کا ایک ایک عیب بیان کیا جو کہ اس کے اعتقاد میں منصب خلافت سے منافات رکھتا ہے اور ان میں سے اکثر عیب ایسے ہیں کہ اگر کفر نہ ہوں بے شک معصیت ہیں پھر ان عیوب کے باوجود ان کی خلافت کس طرح تجویز کی اور آنحضرت کیونکر ان سے راضی تھے اور جاحظ سے ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص حضرت عمر سے یہ کہتا کہ تم نے پہلے یہ کہا تھا کہ حضرت رسول خدا ان چھ شخصوں سے راضی تھے پھر طلحہ سے اب یہ کیوں کہتا ہے کہ آنحضرتؐ نے جب دنیا سے رحلت فرمائی تجھ سے آزردہ تھے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں مگر کون شخص ایسی جرأت کر سکتا تھا کہ اس سے بھی کمتر کلام اس سے کہے نہ کہ ایسا کلام کہ جو مذکور ہوا۔

تیسری وجہ اس نے مزاح کے سبب حضرت امیر علیہ السلام کا عیب ثابت کیا حالانکہ وہ انبیاء و اولیاء کے صفات حمیدہ اور اخلاق حسنہ میں داخل ہے اور حق تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کی اس صفت کے ساتھ مدح فرمائی ہے اور اس کی ضد و خلاف کی مذمت کی ہے جیسا کہ فرمایا ہے فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك اور مزاح سے اگر اس کی مراد وہ امر ہے جو کہ تمکین و وقار اور نفاذ حکم کی منافی اور لہو و لعب پر شامل ہو پس تمام اہل عالم پر ظاہر ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام ان اوصاف کی ضد و خلاف کے ساتھ موصوف تھے اور بفرمائے اذلة على المؤمنين اعزة على الكافرين حضرت کا رعب کافروں اور منافقوں کے دلوں میں اس درجہ تھا کہ حضرتؑ کا نام سنتے ہی ان پر کپکپی طاری

ہو جاتی تھی اس لیے حضرت کی خلافت قبول نہ کرتے تھے بلکہ حضرت کو خود عمر بھی فخر و تکبر سے منسوب کرتے تھے ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضرت امیر علیہ السلام ساکت رہتے تھے ہم بات کی ابتدا کرتے کے لئے جرأت نہ کر سکتے تھے اور زبیر بن بکار سے ابن ابی الحدید روایت کرتا ہے کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ تمہارے مصاحب حضرت امیر علیہ السلام متوّلی امر خلافت ہوں گے پس جو عذر وہ رکھتے ہیں ان کو وہ بیراہ کر دے گا۔ اور پھر ابن الانباری سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے اور حضرت عمر کے پاس بیٹھے وہاں اور لوگ بھی بیٹھے تھے اور جب حضرت امیر علیہ السلام وہاں سے اُٹھے حاضرین میں سے کسی نے تکبّر و غرور کی نسبت حضرتؑ سے دی۔

پس حضرت عمر نے کہا کہ جو شخص ان کی مثل ہو اس کو سزاوار ہے کہ تکبّر کرے۔ اگر ان کی تلوار نہ ہوتی ستون اسلام راست نہ ہوتا اور وہ قضا میں سب سے زیادہ عالم ہیں اور اس امت کے سوابق و شرف ان ہی کے لئے ہیں۔

پس حضرت عمر سے کسی نے کہا جب وہ ایسے ہیں پھر ان کو خلیفہ کیوں نہیں کرتے جواب دیا کہ ہم ان کی خلافت سے کراہت رکھتے ہیں کیونکہ وہ کمسن ہیں اور فرزندان عبد المطلب کو دوست رکھتے ہیں۔ نیز روایت کی ہے کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ تم لوگ اہلبیت رسول اور ان کے ابن عم ہو پھر خلافت کو تمہاری قوم نے تمہارے لئے کیوں نہ چھوڑا۔ ابن عباس نے جواب دیا ہم نہیں جانتے۔ اور ہم نے خیر و نیکی کے سوا کبھی کسی اور چیز کا خیال اپنے دل میں ان کی نسبت نہ رکھا ہے حضرت عمر نے کہا کہ تمہاری قوم نے چاہا کہ پیغمبری و خلافت دونوں تمہارے لئے جمع ہوں اور تم نخوت و غرور کے سبب بالائے آسمان عروج کرو اور شاید کہ تم یہ کہو گے کہ سب سے پہلے جس نے خلافت کو تم سے دور کیا وہ حضرت ابوبکر تھے ولیکن ایک ایسا امر پیش آیا کہ اس کے سوا اور کوئی علاج و تدبیر نہ تھی ورنہ ابوبکر کی رائے تیرے حق میں تھی ہر آئینہ تمہارے لئے خلافت کے لئے وہ ایک حصہ مقرر کرتا اور اگر ایسا کرتا تم پر گوارا نہ ہوتا اس لئے کہ تمہاری قوم کے لوگ تمہاری طرف اس طرح نظر کرتے ہیں جیسا گائے اُس قصاب کی طرف نظر کرتی ہے جو اُس کو ذبح کرتا ہے پھر ابن ابی الحدید عبد اللہؓ بن عمر سے روایت کرتا ہے کہ ایک دن اس کے باپ نے عبد اللہؓ بن عباس سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ لوگوں کو کونسا امر تمہیں خلافت دینے میں مانع ہوا کہا نہیں عمر نے کہا میں جانتا ہوں۔

پوچھا وہ کیا ہے جواب دیا کہ قریش اس امر سے کراہت رکھتے تھے کہ تمہارے لئے پیغمبری و خلافت دونوں جمع ہوں اور تم یکبارگی لوگوں کو پامال کرو پس قریش نے اپنے لئے ایک تدبیر نکال کر خلیفہ اختیار کیا اور توفیق پائی اور رائے درست کو اختیار کیا ابن عباس نے کہا کہ آیا خلیفہ اپنا غضب مجھ سے دور رکھے گا۔ کہ اس کا جواب گوش نے حضرت عمر نے کہا جو چاہو کہو ابن عباس نے کہا ولیکن تم نے جو یہ کہا کہ قریش نے اپنے

سے منتخب اختیار کیا پس حق تعالٰے فرماتا ہے وَ ربک یخلق مایشاء و یختار ما کان لہم الخیرۃ
[redacted] پروردگار جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور ان کے لئے اس چیز کو اختیار کرتا ہے جس میں
ان کی بہتری ہوتی ہے اور تمہیں خوب معلوم ہے کہ حق تعالٰے نے خلافت کے لئے اس شخص کو اختیار
کیا جس کو کہ اختیار کیا اگر قریش نے اپنے لئے اس کو اختیار کیا ہے جس کو کہ حق تعالٰے نے اختیار کیا تھا
پس وہ حق ہے ورنہ باطل۔ اور تم نے جو یہ کہا ہے کہ قریش نے نہ چاہا کہ پیغمبری و خلافت ہم میں جمع
ہوں پس حق تعالٰے اس جماعت کا حال بیان کرتا ہے اور فرماتا ہے ذالک بانھم کرھوا ما نزل
اللہ فاحبط اعمالھم۔ یعنی یہ اس لئے ہے کہ ان لوگوں نے اس چیز کو نہ چاہا کہ جسکو خدا نے نازل کیا
ہے پس خدا نے ان کے اعمال کو حبط اور ان کا ثواب زائل و برطرف کر دیا ہے اور تم نے جو یہ کہا ہے
کہ ہم لوگوں کو پامال کرتے۔ پس اگر ہم خلافت کے سبب لوگوں پر ظلم و تعدی کرتے اب بھی قرابت و خویشی
کے سبب کر سکتے ہیں مگر ہمارے اخلاق حضرت رسول اللہ کے اخلاق سے مشتق ہیں۔ جن کے حق میں
خدا نے فرمایا ہے۔ بدرستیکہ تم خلق عظیم پر ہو نیز ان سے خطاب فرمایا ہے کہ اپنے بال رحمت کو ان
لوگوں کے لئے کھول دو اور پست کرو کہ مومنوں میں سے جنہوں نے تمہاری متابعت کی ہے۔ حضرت عمر
نے کہا اے فرزند عباس نرم و ہموار رہو قریش کے امر میں تمہارے دل میں ایسے مکر و غش سے
بھرے ہیں جو کبھی زائل نہیں ہوتے اور ایسے کینہ سے جو کبھی متغیر نہیں ہوتا۔ ابن عباس نے کہا اے
بادشاہ مومنین و منافقین بہ آہستگی راہ چل اور بنی ہاشم کے دلوں کو فریب و غش کے ساتھ نسبت
نہ دے بدرستیکہ ان کے دل حضرت رسول خدا کے دل سے ہیں حق تعالٰے نے جس کو تمام عیبوں
اور برائیوں سے پاک و پاکیزہ کیا ہے اور یہ لوگ اس خاندان سے ہیں کہ آیۂ تطہیر جن کی شان میں نازل
ہوئی ہے اور تم نے جو یہ کہا ہے کہ ہمارے دلوں میں تمہارا کینہ و عداوت ہے پس وہ شخص کیونکر کینہ
نہ رکھے گا جس کا حق غصب کر لیا ہو اور وہ اپنے حق کو دوسروں کے پاس دیکھے حضرت عمر نے کہا اے
عبداللہ تمہارا ایک کلام مجھ تک پہنچا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ وہ کلام تم سے بیان کروں اور میرے نزدیک
جو تمہاری منزلت ہے وہ زائل ہو جائے پس ابن عباس نے کہا تم بیان کرو کہ وہ کیا ہے اگر باطل ہوگا
اس کے خلاف کروں گا اور اگر وہ حق ہوگا پس حق سے رنجیدہ خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ حضرت عمر نے کہا
میں سنتا ہوں کہ تم کہتے ہو کہ خلافت کو ہم سے بظلم و حسد چھین لیا ہے۔ ابن عباس نے کہا لیکن حسد
پس شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کر کے ان کو بہشت سے نکالا ہم بھی فرزندان آدم ہیں اور
لوگ ہم پر بہت حسد کرتے ہیں اور تو خود جانتا ہے کہ اس حق کا کون شخص مستحق ہے پھر کہا اے خلیفہ کیا

اہل عرب واہل عجم پر یہ حجت قائم نہیں کرتے کہ حضرت رسول خدا ہم سے ہیں اور ہم تم لوگوں سے بہتر ہیں اور قریش تمام اہل عرب پر فضیلت کا دعوے نہیں کرتے اور نہ کہا یہ کہتے ہیں کہ حضرت رسولِ خدا ہم سے ہیں پس ہم بھی تم پر یہی حجت رکھتے ہیں حضرت عمر نے کہا اب اٹھو اور اپنے گھر جاؤ جب ابن عباس اٹھکر روانہ ہوئے عمر نے آواز دی اور کہا کہ اے جانے والے بدرستیکہ میں ان امور کے سبب جو کہ تجھ سے صادر ہوئے ہیں تیرے حق کی رعایت سے دست بردار نہیں ہوتا پس ابن عباس نے پیچھے منہ پھیر کے کہا میں تجھ پر اور تمام مسلمانوں پر حضرت رسولِ خدا کے سبب ایک حق عظیم رکھتا ہوں جو اس حق کی رعایت کرے اُس نے اپنا بہرہ وحصہ محفوظ رکھا اور اگر اس کو ضائع کرے اپنا بہرہ وحصہ باطل کیا۔ ابن عباس یہ کہہ کر چلے گئے اور حاضرین سے عمر نے کہا ابن عباس پر مرحبا ہو میں نے ان کو کبھی کسی سے مباحثہ ومعارضہ کرتے نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس پر غالب آتے ہیں اور زیر نہیں ہوتے مولف علیہ الرحمۃ اس مقام پر فرماتے ہیں کہ ہر ایک دانشمند خبیر پر ان اخبار متناقضہ سے یہ مخفی نہیں رہتا کہ وہ ..... جانتا تھا کہ خلافت حضرت امیر علیہ السلام کا حق ہے مگر ان حیلوں اور وسیلوں سے اُن کا حق باطل کرنے میں سعی کرتا تھا اور ان اقوال میں سے ہر ایک قول اُس کے عناد ونفاق کی دلیل واضح جیسا کہ اُس نے کہا ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ حالتِ حیات وممات میں اس امر کا متحمل ہوں اب اُن سے پوچھنا چاہیے کہ جب تو جانتا ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام اس امر کے مستحق ہیں اور اگر وہ خلیفہ ہوں گے لوگوں کو راہِ خدا پر لے جائیں گے اور تو ہمیشہ کہتا تھا لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَر۔ پس اپنی موت کے بعد خلافت اُن کے سپرد کیوں نہیں کرتا اور واقعی اگر تو امر کا متحمل ہوتا نہیں چاہتا پھر کیوں قبیح ترین وجوہ کے ساتھ اس کا متحمل ہوا اور وہ تدبیریں کیں کہ خلافت کو ایسے شخص سے چھین لے جو تیرے اقرار واعتراف کے مطابق اس والی ہے اور پھر ایسے شخص کو منتقل کرے کہ تیرے اقرار واعتراف کے مطابق اور نیز فی الواقع ہر کوئی بھی جس سے بہتر ہو اور وہ نہایت فضیحت ورسوائی کے ساتھ قتل کیا جائے اور اُس نے جو یہ کہا ہے کہ میں نبوت وخلافت کو بنی ہاشم کیلئے جمع نہیں کرتا اسکا جواب شافی ابن عباس نے دے دیا اور حق تعالےٰ فرماتا ہے ان الامر کلہ للہ۔ یعنی بدرستیکہ تمام امور خدا کی جانب سے ہیں اور فرمایا ہے لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ اور اس باب میں بہت سی آیتیں اور حدیثیں مذکور ہو چکیں اور بنی ہاشم نے کیا تقصیر کی ہے کہ امامت وخلافت کے قابل نہیں ہیں بجز اس کے کہ یہ لوگ معدن نبوت اور دروازہ ہائے علم وحکمت اور اعلام ہدے اور منار تقوےٰ اور راہ خدا کے رہنما ہیں اور کس لیے تمام انبیاءؑ کے لیے مثل نوحؑ وابراہیمؑ واسماعیلؑ واسحاقؑ ویعقوبؑ وداؤدؑ وغیرھم کے انکی پیغمبری ان کی اہلبیتؑ کی خلافت کے مانع نہ ہوئے اور پیغمبر آخر الزماں کے لیے جو اشرف انبیاء ہیں مانع ہوئے اور یہ کہا کہ اگر نبوت وخلافت دونوں تمہارے ہوں پھر ہمارے لیے کوئی چیز باقی نہیں رہتی یہ محض

عداوت وحسد اور محبت جاہ ریاست ہے کیونکہ جس صورت میں حق تعالے نے ان کے لئے خلافت کو پسند کیا ہو اور تم کو اس کا سزاوار نہ جانتا ہو اس میں کسی کی کوئی تقصیر نہیں ہے ولیکن کمسنی کا عذر کرنا پس جبکہ کمسنی حضرت یوسفؑ و یحیٰؑ و عیسیٰؑ و سلیمانؑ وغیرہ کے لئے مانع پیغمبری نہ ہو حضرت امیر علیہ السلام کے مانع خلافت کیونکر ہوگی اور نیز جبکہ نبوت ورسالت اور خاتم الانبیاء ہونے کے لئے چالیس سال کی عمر کافی ہو پھر حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت کے لئے چالیس برس سے زیادہ عمر کس لئے کافی نہ ہوگی نیز ادائے سورہ برائت اور غزوہ تبوک میں خلافت ومنزلت ہارونی کے لئے جو کہ برسوں اس سے پیشتر تھی حضرت امیر علیہ السلام کی عمر کم نہ تھی اور حضرت رسول خدا کی وفات کے بعد جبکہ اس سے برسوں گذر چکے تھے حضرت امیر علیہ السلام کی عمر کم تھی ؟ اور یہ جو عذر کیا ہے کہ اپنے عزیز واقارب سے محبت رکھتے ہیں پس جبکہ عزیز واقارب کی محبت محض خدا کے لئے اور فرد رسالت حضرت رسولؐ ہوں کیونکر ناجائز وناروا ہوگی پس ظاہر ومعلوم اور ثابت ہوگیا کہ اس کی یہ خطا بہت سی خطاؤں پر مشتمل ہے -

چوتھی وجہ انہوں نے خود روز سقیفہ روایت کی ہے کہ آئمہ کو قریش سے ہونا چاہیئے اور اس روایت کے سبب انصار مطیع ومنقاد ہوئے مگر حضرت عمر نے روز شوریٰ کہا کہ اگر سالم مولائے حذیفہ زندہ ہوتا میں اس کی خلافت میں کوئی شک نہ کرتا حالانکہ بے شک وہ قریش سے نہ تھا اور صریحاً یہ امر نص واتفاق کے خلاف ہے ولیکن حضرت عمر کا یہ ارادہ کرنا کہ اگر سالم زندہ ہوتا میں خلافت اس کو دیتا پس وہ سابقاً مذکور ہوچکا اور کامل میں ابن اثیر نے عمرو بن میمون سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر زخمی ہوئے لوگوں نے اس سے کہا کہ اگر تم کسی کو خلیفہ مقرر کرتے نزاع وفساد دفع ہوجاتا حضرت عمر نے کہا کہ اگر ابو عبیدہ زندہ ہوتا اس کو خلیفہ مقرر کرتا اور اگر حق تعالے سوال کرتا میں یہ جواب دیتا کہ میں نے تیرے پیغمبر سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ وہ اس امت کا امین ہے اگر سالم زندہ ہوتا اسکو خلیفہ مقرر کرتا اور اگر حق تعالے سوال کرتا میں جواب دیتا کہ تیرے پیغمبر سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ سالم کی محبت بنسبت خدا کے شدید ہے سیوطی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر سے لوگوں نے کہا کہ کسی کو خلیفہ مقرر ومعین کر جاؤ کہا کہ میں اپنے اصحاب سے خلافت کی بہت بُری حرص مشاہدہ کرتا ہوں اور یہ امر ان چھ آدمیوں پر چھوڑے دیتا ہوں کہ آنحضرت صلعم نے جب دنیا سے رحلت فرمائی ان سے راضی تھے اس کے بعد کہا کہ اگر میں سالم یا ابو عبیدہ کو پاتا ان میں سے ایک کے لئے خلافت کو چھوڑ دیتا اور اس پر اعتماد کرتا اور قاضی القضاۃ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور کوئی طعن اس میں نہیں کیا ولیکن مقدمہ دوم یعنی ائمہ کا قریش سے ہونا اور صحیح بخاری ومسلم سے بروایت ابوہریرہ جامع الاصول میں روایت کی ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ ارشاد فرماتے تھے کہ لوگ قریش کے تابع ہیں اور اس امر میں ان کا مسلمان قریش کے مسلمان کا تابع اور ان کا کافر

قریش کے کافر کا تابع ہے نیز ابن عمر سے دونوں نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا فرماتے تھے کہ یہ امر ہمیشہ قریش میں ہے جب تک کہ ان کے دو آدمی باقی رہیں اور بخاری نے معاویہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا فرماتے تھے کہ یہ امر قریش میں ہے اور کوئی شخص ان سے دشمنی نہیں کرتا مگر یہ کہ خدا اس کو جہنم میں منہ کے بل گراتا ہے جب تک کہ وہ دین کو قائم رکھیں اور عمرو بن العاص سے ترمذی نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خیر و شر میں قریش قیامت تک لوگوں کے والی ہیں اور قاضی القضاۃ نے مغنی میں یہ روایت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ سقیفہ کے دن کسی نے اس روایت کی تردید نہیں کی بلکہ سب نے اس کی حقیقت پر گواہی دی اور یہ روایت حدِّ استفاضہ پہنچی ہے پس ظاہر و معلوم ہوا کہ اس آرزو کرنے اور سالم کے لیے استحقاق خلافت کا حکم دینے میں اس نے اپنے قول کے خلاف اور نیز نصوص واقع کے خلاف کیا ہے اور جو عذر سالم کی خلافت کے لیے پیدا کیا تھا وہ مجہول ہونے کے علاوہ معلول بھی ہے کیونکہ شدت محبت ایسا امر نہیں ہے جو تمام شرائط امامت جمع ہونے کا اور خلافت کے بارگراں کے اٹھانے کی طاقت و قدرت رکھنے کا مستلزم ہو اور اگر یہ حدیث سالم کے حق میں باعث قطع عذر ہو پھر حدیث طیر میں جو کہ متواتر ہے حضرت امیر علیہ السلام کا اس وصف سے موصوف ہونا کہ وہ تمام خلق سے زیادہ خدا کے دوست و محبوب ہیں انکی امامت کی محبت قاطعہ کیوں نہ قرار پائے باوجودیکہ خدا کا محبوب ہونا خدا کے محب ہونے سے بالاتر ہے اور شدت محبت تمام خلق پر فضیلت رکھنے کی مستلزم نہیں ہے بلکہ محبوب تر ہونا اس کا مستلزم ہے پھر اُس نے حضرت امیر علیہ السلام کو کیوں معین نہیں کیا اور دوسری نصوص متواترہ اور آیات کثیرہ سے اپنی نظر قطع کی اور بعض اکابر نے کہا ہے کہ یہ ایک قرینۂ واضح اس امر کا ہے جو شیعہ روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر و عمر اور ابوعبیدہ و سالم نے باہم یہ عہد کیا تھا کہ خلافت بنی ہاشم کو پہنچنے نہ دیں اور اگر یہ وجہ نہ تھی تو پھر حضرت عمر کا ان دونوں کے زندہ ہونے کی آرزو کرنے کا کیا سبب تھا جو کسی فضیلت کے ساتھ موصوف و معروف نہ تھے خصوصاً جبکہ اکابر صحابہ جو کہ انواع فضائل و سوابق سے موصوف تھے موجود رہے ہوں۔

پانچویں وجہ اُس نے قسم کھائی تھی کہ میں اپنی موت کے بعد اس امر کا متحمل نہ ہونگا مگر بعد اس کے منحل ہوا اور شوریٰ کی طرف رجوع کیا لیکن اس شوریٰ نے کی صحبت قرار پانے کی کیا دلیل تھی جو وہ ماخذ خلفائے خلافت کی ہوگا اور اس کا وجہ نہایت یہ ہے کہ مشروعیت اجتہاد پر مبنی ہو پس بر تقدیر تسلیم بعضوں کے اجتہاد کی ترجیح بعضوں پر کس سبب سے تھی نیز اُس نے خود جبکہ اپنے کو خلیفہ جانتا تھا

اجتہاد کیوں نہ کیا کہ ایک شخص کو معین و مقرر کرے اور دو مردوں کے اجتہاد کی طرف رجوع کیا جو کہ فتنے حکم اور اُن تمام تغیر و تہدید و توعید کی احتیاج رکھتا ہوا اور اگر اپنے اجتہاد و حکم پر اکتفا کرتا جیسا کہ حضرت ابوبکر نے اس کی خلافت کے لئے کیا تھا البتہ فتنہ و آشوب سے سالم تر تھا اور فی الحقیقت جنگِ جمل و صفین وغیرہا کا منشا شوریٰ کے سوا اور کوئی امر نہ تھا جیسا کہ معاویہ سے ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے کہ کسی چیز نے مسلمانوں کا امر پراگندہ اور ان کی خواہش متفرق نہیں کی ہے مگر اس شوریٰ نے جو کہ حضرت عمر نے چھ آدمیوں کے درمیان قرار دیا تھا کیونکہ وہ اس امر کا باعث ہوا کہ ان میں سے ہر ایک شخص نے داعیہ خلافت کیا اور ان کی قوم نے بھی یہی خواہش کی اگر حضرت عمر بھی ایک شخص کو خلیفہ کرتے جیسا کہ حضرت ابوبکر نے کیا تھا یہ اختلاف ظاہر نہ ہوتا اور اس نے ان فتنہ انگیزیوں کو اس امر سے تمام و کمال کیا کہ معاویہ اور عمرو بن عاص کو خلافت کی طمع میں مبتلا کیا کیونکہ اس نے معاویہ کو والی شام اور عمرو بن عاص کو والی مصر کیا صرف اس لئے کہ ان کی عداوت سے بہ نسبت حضرت امیر علیہ السلام آگاہ تھا۔ اور ان دونوں کو حکومت اسی خیال سے دی تھی کہ اگر خلافت کبھی حضرت امیر علیہ السلام کو حاصل ہو ممکن ہے یہ لوگ اطاعت نہ کریں اور جب وہ مجروح ہوئے اور زندگی کی امید باقی نہ رہی اس وقت کہا کہ اے اصحاب محمد ایک دوسرے کے خیر خواہ رہو اور اگر ایسا نہ کرو گے عمرو اور معاویہ خلافت میں تم پر غالب آئیں گے پس اُن دونوں نے جب یہ کلام سنا داعیہ خلافت ان کو پیدا ہوا اور حضرت امیر علیہ السلام کے زمانہ میں سر اٹھایا نیز جعفر بن مکی حاجب سے ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ محمد بن سلیمان حاجب الحجاب ایک مرد عاقل و ظریف و ادیب تھا وہ علوم فلسفہ کو بھی جانتا تھا اور کسی مذہب مخصوص کا تعصب نہ رکھتا تھا میں نے اُس سے حضرت علی و عثمان کا حال پوچھا اس نے کہا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد الشمس میں یہ عداوت قدیم تھی پھر اس باب میں بہت گفتگو کرنے کے بعد کہا کہ امر خلافت میں دوسرا سبب یہ تھا کہ حضرت عمر نے خلافت کو شوریٰ قرار دیا۔ اور ایک شخص پر نص نہ کی پس ان میں سے ہر ایک کے دل میں یہ امر جاگزیں ہوا کہ وہ خلافت و بادشاہی کی لیاقت رکھتا ہے اور یہ امر ہمیشہ ان کے دلوں میں پوشیدہ تھا اور اس کے امیدوار و منتظر تھے تا وقتیکہ حضرت علی و عثمان میں نزاع واقع ہوئی اور عثمان قتل کئے گئے اور ان کے قتل کا سبب عظیم طلحہ تھا اور اس میں کوئی شک و شبہ نہ رکھتا تھا کہ خلافت حضرت عثمان کے بعد اُس کو ملے گی باعتبار اپنے سوابق کے اور نیز اس لئے کہ وہ حضرت ابوبکر کا چچیرا بھائی تھا کیونکہ اس عہد کے لوگوں کے دلوں میں حضرت ابوبکر کی قدر و منزلت تھی اور طلحہ صاحب جود و سخاوت بھی تھا اور اُس نے حضرت ابوبکر کی زندگی میں خلافت کے باب میں عمر سے نزاع بھی کی تھی پس وہ اس نے حضرت عثمان کے ضائع کرنے اور اس پر شورش برپا کرنے میں ہمیشہ سعی کرتا تھا یہاں تک کہ ان کی

مدینہ اور عراب اور دوسرے شہروں کے رہنے والوں کے دل اس سے منحرف کر دیئے اور اس باب میں زبیر بھی اس کی اعانت کرتا تھا اور خلافت کا اپنے لیئے طالب تھا اور ان دونوں کی امید خلافت میں حضرت علیؑ سے کم نہ تھی بلکہ ان کی طمع تو حد نہ تھی کیونکہ حضرت علیؑ کو ضائع کر دیا تھا اور ابوبکر و عمر نے لوگوں کی نظر میں حضرت امیر علیہ السلام کی قدر و منزلت گھٹا دی تھی بلکہ لوگ ان کو اپنے دلوں سے فراموش کر چکے تھے اور وہ لوگ کہ جنہوں نے حضرت امیر علیہ السلام کی خصائص و فضائل اور بزرگیوں کو حضرت رسالتمآبؐ کے زمانہ میں دیکھا اور سنا تھا ان میں سے اکثر لوگ زندہ نہ تھے اور دوسرے لوگ جو جمع ہوئے تھے وہ ان کو پہچانتے نہ تھے۔ بلکہ ان کو تمام مسلمانوں کا مانند جانتے تھے اور لوگوں کے درمیان ان کے فضائل سے کوئی چیز موجود نہ تھی۔ بجز اس کے وہ ابن عم رسول و زوج بتولؑ اور پدر سبطینؑ ہیں اس کے علاوہ ان کے تمام مناقب و فضائل سے فراموش ہو چکے تھے نیز آنحضرت کے لیئے قریش کا بغض و عداوت اس قدر ظاہر ہوا تھا کہ اور کسی کے لیئے ظاہر نہ ہوا تھا زبیر اور طلحہ قریش کو دوست رکھتے تھے کیونکہ وہ اس باب میں انہیں میں نہ تھے جن کے سبب حضرت امیر علیہ السلام سے بغض رکھتے تھے بلکہ آخر عمر حضرت عثمان میں یہ دونوں قریش کی تالیف قلوب اور ان سے عطا و احسان کا وعدہ کرتے تھے اور یہ دونوں خود کو لوگوں کے درمیان خلیفہ بالقوہ بلکہ خلیفہ بالفعل جانتے تھے کیونکہ حضرت عمر نے ان پر نص کی تھی اور ان کو خلافت کے لیئے پسند کیا تھا اور حضرت عمر ایسے تھے کہ ان کا حکم حالتِ حیات اور نیز وفات کے بعد بھی جاری تھا اور لوگ اس کے اقوال و افعال کو پسند کرتے تھے اور جب حضرت عثمان قتل ہوئے طلحہ نے خلافت لینے کا ارادہ کیا اور وہ اسکی بہت حرص رکھتا تھا اگر اشتر اور شجاعان عرب جو کہ اس کے ہمراہ تھے خلافت کو حضرت علیؑ کے لیئے مقرر کرتے ان کو کبھی خلافت نہ ملتی اور جب خلافت طلحہ و زبیر کے ہاتھ سے نکل گئی ان دونوں نے حضرت امیرؑ کی خلافت میں رخنہ عظیم پیدا کیا اور عائشہ کو عراق کی جانب لے گئے جس کے سبب فتنہ جنگِ جمل برپا ہوا اور جنگ جمل جنگِ صفین کے لیئے ایک تمہید و مقدمہ تھی کیونکہ اگر جنگ بصرہ واقع نہ ہوتی معاویہ حضرت امیر علیہ السلام کی مخالفت کی جرأت نہ کر سکتا تھا اس لیئے کہ اس نے اہل شام کو یہ فریب دیا کہ حضرت علیؑ عائشہ اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے سبب (نعوذ باللہ) فاسق ہو گئے ہیں اور طلحہ و زبیر کو قتل کیا ہے حالانکہ وہ دونوں اہل بہشت سے تھے اور جو شخص کہ کسی مرد مومن کو جو کہ اہل بہشت سے ہے قتل کرتا ہے وہ اہل جہنم سے ہے پس ظاہر و معلوم ہوا کہ فساد و فتنہ صفین بھی فساد جمل سے پیدا ہوا ہے اور اسی کے فرع تھا اور فساد صفین اور معاویہ کے گمراہ ہونے سے وہ تمام فساد اور امور قبیح ظاہر ہوئے جو کہ ایام بنی امیہ میں جاری تھے بلکہ عبداللہ بن زبیر کا فتنہ و فساد بھی قتل عثمان کے ایک فرع تھا کیونکہ

عبداللہ نے یہ دعوےٰ کیا تھا کہ جب عثمان کو اپنے قتل کا یقین ہوا اس نے میرے لئے خلافت پر نص کی ہے اور مروان بن حکم اور دوسرے لوگ بھی گواہ ہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ ان امور کا سلسلہ کس طرح ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے اور ہر ایک فرع ایک اصل اور ہر ایک شاخ ایک درخت سے متعلق ہے اور ہر ایک آگ سے ایک شعلہ بھڑکتا ہے اور یہ سب شوریٰ کی طرف منتہی ہوتے ہیں اس کے بعد حاجب الحجاب نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ لوگوں نے حضرت عمر سے کہا کہ تو نے سعید بن عاص اور معاویہ اور اکثر منافقین کو حاکم و والی کیا ہے جو کہ مؤلفۃ قلوبہم میں داخل تھے اور جنگ میں قید ہو کر وہ اور ان کے فرزند بجبر ایمان کا اظہار کرتے تھے مگر حضرت علیؑ و عباسؓ و زبیرؓ و طلحہ کو مطلق کوئی ولایت و حکومت نہ دی اس نے جواب دیا کہ ولیکن علیؑ۔ پس ان کا تکبر اس سے زیادہ ہے کہ میری جانب سے حکومت قبول کریں ولیکن قریش کی یہ دوسری جماعت۔ پس میں ڈرتا ہوں کہ شہروں میں منتشر ہوں اور فساد برپا کریں اس مقام پر مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس امر سے یہ ظاہر و واضح ہے کہ جو کوئی اس گروہ کی حکومت سے یہ خوف رکھتا تھا کہ فساد برپا کریں گے اور ان میں سے ہر ایک شخص اپنے لئے دعوےٰ خلافت کرے گا پھر وہی شخص ان کے فساد برپا کرنے سے اس وقت کیوں نہ ڈرا جبکہ چھ آدمیوں کو مرتبہ خلافت میں مساوی قرار دیا۔ پس معلوم ہوا کہ جتنے فتنے و فساد کہ اسلام میں ظاہر ہوئے وہ سب اس شوریٰ سے اور نیز حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی بدعتوں کے سبب پیدا ہوئے تھے۔

چھٹی وجہ | سلمانؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ و عمارؓ کو جو کہ باتفاق و اخبار ثابتۂ صحیحہ از جملہ اہلبیتؑ اور تمام اہل زمین سے زیادہ راست گو اور بحکم خدا محبوب حضرت رسالت و شیعیان حضرت رسالت اور شیعیان حضرت امیر علیہ السلام تھے اور نیز عباسؓ کو جو کہ چچا حضرت رسالتمآبؐ تھے اس شوریٰ میں کس وجہ سے داخل نہ کیا تھا اور ایسے گروہ کو صاحب اختیار اور اس کام کا مرجع قرار دیا جو کہ خود اس کے اقرار کے مطابق تمام عیوب کے ساتھ معیوب اور معدن نفاق و شقاوت تھے۔

ساتویں وجہ | اس نے معاملۂ فدک میں جو کہ امر جزئیہ اور ایک دیہہ سے متعلق تھا چار معصوموں کے دعوےٰ شہادت کو اپنا نفع حاصل کرنے کی تہمت سے رد کیا کہ جن کے حق میں خدا نے اور حضرت رسولؐ نے عصمت و طہارت اور صداقت و حقیقت کی گواہی دی ہے اور امامت کے بارے میں جو کہ جمیع امور و احکام دین و دنیا و آخرت میں تمام امت کی ریاست ہے اس گروہ کی طرف رجوع کیا جن سب کو کہ اس میں شریک قرار دیا تھا اور اپنا نفع حاصل کرنے کی مطلق تہمت اس امر سے مانع نہ ہوئی۔

آٹھویں وجہ | اگرچہ بظاہر حضرت امیر علیہ السلام کو اس نے شوریٰ میں داخل کیا مگر اس کی تقسیم میں وہ

تدابیر اختیار کیں کہ حضرت امیر علیہ السلام کو کسی صورت میں خلافت نہ ملے اور اُس کا بغض جو کہ اُس کے ...... کا واضح
دلیل ہے ظاہر ہو جائے کیونکہ یہ نہایت ظاہر و واضح تھا کہ طلحہ باوجود اس بغض کے جو با قرار و اعتراف
حضرت عمر حضرت رسالتمآبؐ سے رکھتا تھا اس کے دل میں حضرت امیر علیہ السلام کی عداوت بھی تھی اور حضرت
امیر علیہ السلام نے اُس سے خلافت کے باب میں معارضہ بھی کیا تھا۔ اور اسی طرح عبدالرحمٰن بھی باوجود قرابت
حضرت عثمان اور ان تمام نسبتوں کے جو کہ اُن دونوں کے درمیان تھیں حضرت عثمان کی جانبداری ترک
نہ کرتا۔ اسی طرح سعد بھی جو کہ بنی زہرہ و بنی امیہ سے تھا عبدالرحمٰن اور حضرت عثمان کی جانب داری ترک نہ کرتا
اور حضرت عثمان کے موجود ہوتے ہوئے یہ لوگ ہرگز حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت پر راضی نہ ہوتے۔
اور زبیر جو کہ حضرت عمر کے اقرار و اعتراف کے مطابق کبھی انسان اور کبھی شیطان تھا اگر اس گروہ کی موافقت
کرتا حضرت امیر علیہ السلام تنہا رہ جاتے اور اگر حضرت امیر علیہ السلام سے موافقت کرتا اُس وقت دو شخص
ہوتے بر تقدیر یکہ سعد بھی حضرت کی موافقت کرتا تین شخص ہوتے مگر طلحہ اور عبدالرحمٰن کسی صورت بھی حضرت
امیر علیہ السلام کے ساتھ موافقت نہ کرتے پس ان تینوں صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی خلافت امیر المومنین
حضرت علی بن ابی طالب کو نہ پہنچ سکتی تھی۔ اور ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ شعبی نے کتاب شوریٰ میں اور جوہری
نے کتاب سقیفہ میں سہل بن سعد انصاری سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ جب حضرت امیرؑ اور عباسؓ مجلس
حضرت عمر سے اٹھے جبکہ اس نے شوریٰ کی بنا قائم کی تھی میں ان دونوں بزرگواروں کے پیچھے جاتا تھا پس میں
نے سنا کہ حضرت امیرؑ نے عباسؓ سے فرمایا کہ حضرت عمر کی اس تدبیر کے سبب خلافت ہمارے ہاتھ سے
نکل گئی آپ نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا کہ اُس نے یہ کہا ہے کہ جس طرف عبدالرحمٰن ہو تم لوگ اسی جانب
رہو پس سعد عبدالرحمٰن کی مخالفت نہ کرے گا کیونکہ اُس کا ابن عم ہے اور عبدالرحمٰن عثمان کا نظیر و داماد ہے جب یہ
دونوں ایک طرف جمع ہوں گے اگر دوسرے دونوں شخص میری موافقت بھی کریں گے تب بھی کوئی فائدہ
نہ ہوگا حالانکہ میں ان دونوں سے بلکہ اُن میں سے کسی ایک شخص سے بھی یہ امید نہیں رکھتا اور حضرت عمرؓ کا مقصد
ان امور سے یہ ہے کہ لوگوں کو آگاہ کرے کہ ہم سے عبدالرحمٰن افضل ہے قسم بخدا کہ ان کا شخص اول یعنی حضرت
ابوبکر بھی ہم پر فضیلت نہ رکھتے تھے پھر یہ عبدالرحمٰن کیا چیز ہے۔ قسم بخدا اگر حضرت عمر نے اس مرض میں وفات
نہ پائی میں ان امور کا انجام کار اُس کے ذہن نشین کر دوں گا جو اُس نے اول سے آخر تک ہمارے ساتھ کئے
ہیں اور اگر وہ اس نے وفات پائی البتہ وہ وفات پائے گا پس یہ لوگ اس امر پر اتفاق کریں گے کہ خلافت
ہم کو نہ ملے اور اگر ایسا کریں گے اپنی جزا مجھ سے پائیں گے۔ واللہ میں بادشاہی کی رغبت نہیں رکھتا اور دنیا کو نہیں
چاہتا مگر یہ چاہتا ہوں کہ لوگوں میں عدالت کو ظاہر اور احکام کتاب خدا و سنت حضرت رسولؐ پر قیام کروں اور اگر

کوئی شخص یہ کہے کہ جب حضرت امیر علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ ان کو خلافت نہ ملے گی پھر وہ کیوں شورے میں داخل ہوئے پس اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ حضرت ابوبکر و عمر نے روز اول وہ حدیث وضع کی تھی کہ نبوت و خلافت ایک سلسلہ میں جمع نہیں ہوتیں اور حضرت عمر بھی بار بار اسکو بیان کرتے تھے اور لوگوں کے دلوں میں بھی یہ امر جاگزیں ہو چکا تھا پس اگر حضرت امیر علیہ السلام شورے میں داخل نہ ہوتے ہرگز لوگ بنی ہاشم کی خلافت کا احتمال نہ رکھتے اور حق ان کی طرف مراجعت نہ کرتا اور جب کہ حضرت امیر علیہ السلام شورے میں داخل ہوئے لوگوں پر ظاہر ہو گیا اور انہوں نے جانا کہ وہ روایت موضوع ہے اور کلام بے اصل جیسا کہ حضرت امام الصادقؑ سے ابن بابویہؒ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر نے اس شورے کا کاغذ لکھا ابتدا میں حضرت عثمان کا نام اور سب سے آخر حضرت امیر علیہ السلام کا نام لکھا پس اسوقت عباس نے حضرت امیرؑ سے کہا کہ عمر نے تمہارا نام سب سے آخر میں لکھا ہے لوگ تمہیں خارج کر دیں گے پس میری رائے یہ ہے کہ تم شورے میں داخل نہ ہوں۔ حضرت امیر علیہ السلام نے اُن کو کوئی جواب نہ دیا اور جب لوگوں نے حضرت عثمان کی بیعت کی عباس نے کہا میں نہ کہتا تھا کہ یہ لوگ ایسا کریں گے حضرت امیرؑ نے فرمایا اے عم میرے داخل ہونے کا ایک سبب تھا جو آپ سے پوشیدہ تھا کیا آپ نے نہ سنا تھا کہ حضرت عمر بالائے منبر کہا کرتے تھے کہ حق تعالے بنی ہاشم کے لیئے خلافت و نبوت کو جمع نہ کریگا پس میں نے چاہا کہ وہ اپنی زبان سے اپنی تکذیب کرے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جو وہ پہلے کہتا تھا وہ محض باطل و دروغ تھا اور ہم خلافت کی صلاحیت رکھتے ہیں پس یہ سنکر عباس خاموش ہو گئے نیز ان بزرگواروں کے جمیع امور و افعال میں بہت سی مصلحتیں ہیں جن کو ہماری عقل ناقص دریافت نہیں کر سکتی نیز یہ معلوم تھا کہ اگر حضرت امیر علیہ السلام شورے میں داخل نہ ہوتے وہ لوگ حضرت پر اُن میں سے کسی ایک شخص کی بیعت کرنے کے لیے جبر کرتے اور ممکن ہے لوگ یہ گمان کرتے کہ آپ نے برضا و رغبت خلافت ترک کر کے اُن کی بیعت کی ہے برخلاف اس کے کہ شورے میں داخل ہو کر اپنا حق طلب کریں اور حجت کو اُن پر تمام کر دیں تاکہ رضامندی و اختیار کا گمان دور ہو جائے جیسا کہ طبری نے اس قصہ میں روایت کی ہے کہ عبدالرحمن نے حضرت امیر علیہ السلام سے کہا کہ یا علیؑ آپ اپنی جان کے لیئے وہ راہ کشادہ نہ کیجئے جس کے سبب قتل ہو جائے اور میں نے بہت غور و فکر اور لوگوں سے مشورہ کیا مگر وہ لوگ کسی کو حضرت عثمان کا ہمسر نہیں جانتے ہیں پس اُس وقت حضرت امیر علیہ السلام باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ جو کچھ مقدر ہوا ہے وہ ضرور ہو گا اور بروایت دیگر طبری میں اس طرح ہے کہ جب حضرت عثمان کی لوگوں نے بیعت کی حضرت امیر علیہ السلام نے عثمان کی بیعت کرنے میں مضائقہ کیا پس عثمان نے

پھر آیت پڑھی جوکہ خود اسکی اور اسکے امثال کی شان میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے حضرت رسول خدا کی بیعت توڑ دی تھی وَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ تا آخر آیہ جب حضرت امیر علیہ السلام نے یہ تہدید سُنی لوٹ آسے اور بیعت کی اور فرماتے تھے کہ مکر کیا اور عجب مکر کیا سید مرتضےٰ نے برادری کی عامہ کا بہت معتبر مورخ ہے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان کی جس وقت عبدالرحمٰن نے بیعت کی۔ حضرت امیر علیہ السلام ایستادہ تھے آپ بیٹھ گئے پس عبدالرحمٰن نے امیر علیہ السلام سے کہا کہ بیعت کیجئے ورنہ آپ کو قتل کرتا ہوں۔ اور اس روز سوائے اس کے اور کسی دوسرے شخص کے پاس تلوار نہ تھی چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام بحالت غضبناک وہاں سے نکلے اصحاب شوریٰ ان کے پیچھے دوڑے اور کہا بیعت کیجئے ورنہ ہم جہاد کرتے ہیں غرضیکہ حضرت امیر علیہ السلام کو پھیر لائے تا اینکہ بیعت کی پس ان حالات وخصوصیات کے سبب تمام لوگوں پر ظاہر ہوگیا کہ آپ کی بیعت بخوشی خود ورضامندی نہ تھی اور اس خلافت کے باب میں اجماع متحقق نہ ہوا اور کیونکر اختیار ورضامندی کا شائبہ ہوسکتا ہے جبکہ قتل وتہدید کی جائے اور عبدالرحمٰن نے جو مکر پہلے کیا وہ یہ تھا کہ اس نے پہلے خود کو درمیان سے خارج کیا تاکہ لوگ اس کو بیغرض سمجھیں اور جو کچھ کہے اس کو قبول کرلیں اور اس نے دوسرا مکر یہ کیا کہ خلافت کو حضرت امیر علیہ السلام کے روبرو پیش کیا مگر ایسی شرط کے ساتھ جس کو کہ جانتا تھا کہ حضرت امیرؑ اس کو قبول نہ کریں گے یعنی اس شرط پر خلافت پیش کی کہ آپ سیرت ابوبکر وعمر پر عمل کریں کیونکہ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ حضرتؑ ان دونوں کی سیرت کو باطل وبدعت جانتے ہیں اس لئے یہ شرط قبول نہ کریں گے مگر حضرت امیرؑ اس امر کا اظہار نہ کرسکتے تھے کہ ان کی سیرت باطل تھی کیونکہ وہ لوگ اسی کو حضرت کی قدح کا سبب قرار دیتے نیز ان دونوں کی سیرت پر عمل کرنا بھی محال تھا کیونکہ ان کی سیرت بھی باہم موافق نہ تھی پس ان ...... نے ایسے مکر ظاہر ووضح کے سبب ایسے امر باطل کو رواج دیا۔

نویں وجہ | اس نے چار حالتوں میں اس جماعت کے قتل کا حکم دیا جن میں سے دو حالتیں یہ ہیں کہ عبدالرحمٰن یا تمام اولیائے عثمان کی مخالفت۔ کسی چیز پر ان کی رائے قرار نہ پاتا پس یہ امور کس قسم کے گناہ تھے کہ جن کے سبب قتل کے مستحق ہوں اور اس کی اور عبدالرحمٰن اور نیز دوسروں کی رائے کس دلیل سے حجت ہوسکتی ہے اور خدا ورسولؐ کا کونسا حکم اس گروہ کے وجوب اطاعت پر دلالت کرتا تھا۔ کہ ان کی مخالفت مسلمانوں کے ایک گروہ کے قتل ہونے کا باعث ہوکہ جن کا قتل کرنا بلفظ قرآن حرام اور کبیرترین کبائر ہے۔

دسویں وجہ | اس سب کے درمیان حضرت امیرؑ کے قتل کا حکم بھی دیا بلکہ یہ قتل کا حکم نہ تھا مگر

خاص حضرت امیرؑ اور اُن کے پیرواؤں کے لیے جیسا کہ اس تقسیم کے جلد و تدبیر سے ظاہر ہوتا ہے باوجودیکہ بسند ہائے صحیح خاصہ و عامہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت امیرؑ کی محبت ایمان ہے اور ان کا بغض و کفر ان کے ساتھ جنگ کرنا حضرت رسولؐ سے جنگ کرنا اور اُن کے ساتھ صلح کرنا حضرت رسولِ خدا سے صلح کرنا ہے۔

گیارہویں وجہ برتقدیریکہ اس جماعت کی رائے کی اطاعت واجب اور اُن کی مخالفت قتل اہل اسلام خصوصاً ائمہ معصوم بزرگوارؑ کے قتل کا موجب قرار پائے پس کونسی دلیل خاص اس مدت کے معین کرنے پر دلالت کرتی ہے کہ اگر تین دن گزر جائیں یہ سب واجب القتل قرار پائیں۔

بارہویں وجہ حضرت امیر علیہ السلام کو باوجود اُن مناقب و فضائل کے جو کہ انہیں کی صحاح کی روایتوں سے ثابت ہیں اور جن میں سے اکثر مذکور ہو چکے ہیں جیسا کہ حضرت امیر علیہ السلام حق سے اور قرآن سے جدا نہیں ہوتے ہیں اور یہ کہ آنحضرتؐ شہر علم و حکمت کے دروازہ ہیں اور امام برحق اور تمام خلائق پر حجت ہیں اور نیز وہ تمام مناقب جو مذکور ہوئے ہیں یہ حکم دیا کہ عبدالرحمٰن کی اطاعت کریں جو کہ تمام مناقب و فضائل سے عاری تھا اور حضرت عمر خود جانتے تھے کہ وہ بوجہ حضرت عثمان کے چچیرا بھائی اور داماد ہونے کے اُنکی طرفداری ترک نہ کرے گا۔ اور خود اُن کے اعتراف و اقرار کے مطابق وہ ضعیف الرائے اور اپنی قوم کا دوستدار ہونے کے سبب خلافت کا سزاوار نہ تھا پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت امیرؑ کی رائے پر اُس کی رائے کو ترجیح دی اور آنحضرتؑ پر اس کی اطاعت اس حد تک واجب قرار دی۔ کہ اگر اس کی رائے کے خلاف کریں قتل ہوں گا۔ پس کوئی عناد و نفاق ——— اس سے بالاتر نہیں ہے۔

تیرہویں وجہ باتفاق خاصہ و عامہ جبکہ حضرت امیرؑ کتاب خدا کے قرین ہیں اور حق سے کبھی جدا نہیں ہوتے اور کشتی نجات اور اعلم امت ہیں درحالیکہ سیرت شیخین پر راضی نہ ہوئے اور اسی سبب خلافت سے جو کہ حضرت کا خاص حق تھا درگزر فرمایا پس ان دونوں کی ضلالت و گمراہی اور ان کے طریقے کے باطل ہونے کی اور کوئی دلیل اس سے زیادہ واضح نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر ان کا طریقہ کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے مطابق تھا پھر حضرت نے اس کو کیوں قبول کیا اور اس کو قبول نہ کیا۔ باوجودیکہ حضرت نے کتاب و سنت کو قبول کر لیا تھا پھر عبدالرحمٰن اس کے قبول نہ کرنے کے سبب حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت پر راضی نہ ہوا اور مخالف کتاب و سنت تھا پس خدا اور رسول کی مخالفت عین کفر ہے

چودہویں وجہ جب حضرت عثمان اس شرط پر راضی ہو گئے پس ـــــــ اُس کی خلافت کا بطلان بھی مثل ان دونوں کے ظاہر ہو گیا نیز بر تقدیر صحت اجتہاد اگر حضرت علیؑ و عثمان مجتہد نہ تھے اہلسنت کے مذہب کے مطابق خلافت کے قابل نہ تھے کیونکہ اُن کے نزدیک خلافت کی شرط اعظم اجتہاد ہے پھر حضرت عمر نے کیوں ان کو مشورۂ خلافت میں داخل کیا اور عبدالرحمٰن نے بیعت کی تکلیف کی اور اگر مجتہد تھے تو پھر عبدالرحمٰن یہ شرط کس لیے کرتا تھا کہ اپنے اجتہاد پر عمل نہ کریں اور حضرت ابوبکر و عمر کے اجتہاد سے تجاوز نہ کریں اور حضرت عثمان ہر مرتبہ یہ شرط قبول کر لیتے تھے اور اگر ایسی شرط جائز ہے پھر خلافت میں اجتہاد شرط ہونے کا فائدہ کیا ہے نیز جب حضرت رسولِ خدا کی مخالفت جن کی متابعت بنصوص قرآنی سے واجب ہے اجتہاد کے سبب جائز ہو جیسا کہ اہلسنت تجویز کرتے ہیں اور حضرت ابوبکر و عمر کی خطاؤں کو اسی اجتہاد کے ساتھ توجیہ کرتے ہیں پس ان دونوں جاہل و باطل کی مخالفت کس لئے جائز نہ ہو اس قضیہ شوریٰ میں اور خطائیں بھی ہیں جن کا ذکر کرنا باعث طول کلام ہے اور ایک دانشمند کے لیے اتنا ہی کافی ہے جس قدر کہ مذکور ہوا ہے۔

گیارہواں طعن یہ ہے کہ حجرۂ رسالتمآبؐ میں ابوبکر کو دفن کیا اور اُس نے خود بھی وصیت کی کہ اُس مقام مقدس میں اُسے دفن کریں حالانکہ یہ کئی وجہوں سے جائز نہ تھا۔

پہلی وجہ بغیر جہت شرعی کسی کی ملکیت میں تصرف جائز نہیں ہے۔

دوسری وجہ حق تعالےٰ نے حضرت رسالتمآبؐ کے گھر میں بغیر اجازت آنحضرتؐ داخل ہونے سے منع فرمایا ہے۔

تیسری وجہ حضرت کی قبر مطہر کے نزدیک کلنگ و بیلچہ زمین پر مارا حالانکہ حق تعالےٰ نے آپؐ کے سامنے آواز بلند کرنے سے منع کیا ہے اور مومن کی حرمت خصوصاً آنحضرتؐ حالتِ حیات و ممات میں یکساں ہے اور دونوں حالتوں میں اُس کی رعایت واجب ہے اور اس باب میں تفصیل کلام یہ ہے کہ موضع قبر رسولؐ دو صورتوں سے خالی نہیں ہے یا یہ کہ تا وقت وفات حضرت کی ملکیت میں باقی تھا یا یہ کہ حالت حیات میں آنحضرتؐ سے عائشہ کی طرف منتقل ہوا تھا جیسا کہ بعض اہلسنت بیان کرتے ہیں۔ اور بنا بر صورت اوّل کے یا وہ مقام دوسروں کو میراث میں پہنچا یا صدقہ تھا پس اگر میراث میں پہنچا تھا حضرت ابوبکر و عمر کو جائز نہ تھا کہ وہاں دفن کرنے کا حکم دیں مگر وارثوں سے اجازت لینے کے بعد اور کسی روایت و حدیث میں مذکور نہ ہے کہ وارثوں سے اجازت حاصل کی ہو یا بطریق بیع وغیرہ اُن سے لیا ہو اور اگر صدقہ تھا پس لازم ہے کہ مسلمانوں سے خرید کی ہو یا اُن سے اجازت لی ہو اور اگر حالتِ حیات میں منتقل ہو چکا تھا پس لازم تھا کہ اس صورت میں عائشہ سے کوئی حجت و گواہ طلب کرتے

جیسا کہ حضرت فاطمہؑ سے طلب کیا تھا اور محض عوام کو فریب دینے کے لئے کسی کو عائشہ کے پاس بھیج کر اُن سے اجازت طلب کی گئی تھی مگر بر ہر تقدیر مرد دانشمند پر ظاہر ہے کہ عائشہ کے اجازت دینے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اگر وہ صدقہ تھا تب تمام مستحق اس میں شریک تھے اور صرف عائشہ سے اجازت لینا فائدہ نہیں رکھتا تھا اور اگر میراث تھا تب اُس میں تقسیم سے پہلے وارثوں کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا حرام تھا اور تنہا عائشہ کا اجازت دینا کوئی فائدہ نہیں رکھتا تھا اور بیان کرتے ہیں کہ ایک روز فضال بن حسن کا گذر اُس مجلس کی طرف ہوا جس جگہ ابو حنیفہ اپنے شاگردوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے اور ان کو درس دے رہے تھے کہ فضال نے اپنے رفیق سے کہا کہ ابو حنیفہ میرا ایک بھائی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت رسول خدا کے بعد حضرت علیؑ بہترین خلائق ہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ حضرت رسولِ خدا کے بعد بہترین خلائق حضرت ابوبکر اور اُن کے بعد حضرت عمر ہیں پس تو میرے لئے کوئی دلیل بیان کر کہ میں اس پر حجت تمام کروں جب ابو حنیفہ نے یہ سُنا اپنا سر تھوڑی دیر کے لئے جھکا لیا پھر سر اٹھا کر کہا کہ ان دونوں کے فخر و کرامت کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ حضرت رسول خدا کی قبر میں مجاور آنحضرتؐ ہیں اور کونسی حجت و دلیل اس سے زیادہ واضح ہوسکتی ہے فضال نے کہا میں نے یہ دلیل اپنے بھائی سے بیان کی وہ جواب دیتا ہے کہ اگر وہ مقام حضرت رسولِ خدا کی ملکیت تھی نہیں انہوں نے ظلم کیا یعنی ایسے مقام میں دفن ہوئے کہ جہاں وہ کوئی حق نہ رکھتے تھے اور اگر ان کی ملکیت تھی اور حضرتؐ کو بخش دیا تھا تب بھی بہت بُرا کیا کہ اپنی بخشی ہوئی چیز کی طرف رجوع کیا اور اپنا عہد توڑا پس ابو حنیفہ نے پھر تھوڑی دیر کے لئے اپنا سر جھکا لیا اور پھر کہا کہ اپنی لڑکیوں کے مہر کے عوض یہ دونوں اس مقام میں دفن ہوئے فضالؔ نے کہا میں نے یہ بھی اپنے بھائی سے کہا وہ جواب دیتا ہے کہ جب تک کہ آنحضرتؐ اپنی عورتوں کا مہر ادا نہیں فرماتے تھے ان پر حلال نہیں ہوتی تھیں جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ انا احللنا لک ازواجک التی اتیت اجورھن۔ ابو حنیفہ نے کہا اس سے کہو کہ اپنی لڑکیوں کی میراث کے سبب وہاں دفن ہوئے ہیں۔ فضالؔ نے کہا میں نے یہ بھی کہا تھا وہ جواب دیتا ہے کہ جس وقت حضرتؐ نے دنیا سے رحلت فرمائی تھی اس وقت حضرتؐ کی نو عورتیں تھیں اور اُن سب کو اس گھر کا آٹھواں حصہ پہنچتا تھا پس ہر ایک عورت کے لئے اس آٹھویں حصہ کا نواں حصہ تھا جو کہ ایک بالشت بھی نہیں ہوتا پھر اتنے بڑے جنازہ کو وہاں کیونکر دفن کیا نیز وہ کہتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو ان لوگوں نے میراث نہ دی اور یہ کہا کہ حضرت رسول خدا میراث نہ رکھتے تھے پھر عائشہ و حفصہ کے میراث پانے کا کیا سبب ہوا پس جب کلام یہاں تک پہنچا ابو حنیفہ نے کہا کہ اس شخص کو باہر نکال دو کہ یہ خود رافضی ہے اور اس کے کوئی بھائی نہ تھے۔

مطلب سوم

مطاعن حضرت عثمان بن عفان

اگرچہ مطاعن حضرت عثمان اور اس کے قبائح اعمال اس قدر مشہور و معروف ہیں کہ کسی شرح و بیان کے محتاج نہیں مگر ہم اس رسالہ میں صرف چند ایک مطاعن ہی بیان کرتے ہیں۔

پہلا طعن:- حضرت عثمان نے اپنے چند عزیز و اقارب کو جو کسی کام کی لیاقت نہ رکھتے تھے۔ مسلمانوں کا حاکم و والی قرار دیا۔ اور ان لوگوں کو اہل اسلام کے نفوس و اموال و فروج پر مسلط کیا۔ جیسا کہ اپنے برادر مادری یعنی ولید کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔ جس سے ہر قسم کا گناہ و فسق صادر ہوا اور ولید کا مدار شراب پینے پر تھا۔ اور استیعاب میں ابن عبدالبر نے اور اکثر محدثین و مورخین نے بھی روایت کی ہے۔ کہ ایک روز ولید مسجد میں مست و بیخود آیا۔ اور نماز صبح میں چار رکعتیں پڑھیں۔ اور اثنائے نماز میں اُن سے کہا کہ اگر منظور ہو چار رکعتوں سے بھی زیادہ پڑھتا ہوں۔ صاحب استیعاب کہتا ہے کہ یہ قصہ مشہورات سے ہے اور اس کو اہل حدیث و اہل اخبار کے ثقات نے بیان کیا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ آیت ان جاءکم فاسق بنباءٍ فتبینوا کی تاویل میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہے کہ شان ولید میں نازل ہوئی اور حقتعالیٰ نے اس کو فاسق کہا ہے۔ اور صاحب مروج الذہب وغیرہ نے روایت کی ہے۔ کہ اس کا فسق و فجور اتنا مشہور ہوا کہ لوگوں نے اس کو بالائے منبر پتھر مارے اور جب اس کو مدینہ میں لائے حضرت امیر علیہ السلام نے اس پر شراب نوشی کی حد جاری کی درحالیکہ حضرت عثمان راضی نہ تھے۔ نیز اُس نے مروان کو اپنی خلافت میں دخیل کیا اور جو ظلم و جور اس نے مچایا گیا۔ اسی طرح عبداللہ بن ابی سرح کو امیر مصر مقرر کیا اور جب اہل مصر نے اس کی شکایت کی اور فریاد لے کر حاضر ہوئے۔ اس وقت محمد بن ابی بکر کو امیر و حاکم مقرر کیا اور پوشیدہ طور پر عبداللہ کو لکھا کہ جب یہ لوگ مصر آئیں ان میں سے بعض کی داڑھی تراش کر ان کو قید کر اور بعض کو دار پر لٹکا دے۔ مگر اثنائے راہ میں مصریوں نے وہ خط قاصد سے چھین لیا اور مدینہ میں پھر آئے اور حضرت عثمان ان ہی اسباب کے باعث قتل ہوئے۔

دوسرا طعن:- یہ کہ حکم بن ابی العاص کو بسبب اس کے کفر و نفاق کے حضرت رسالتمآبؐ نے مدینہ سے خارج کر دیا تھا۔ کیونکہ آنحضرتؐ کو اس سے بہت آزار پہنچتے تھے۔ اور تا حیات حضرت رسولؐ خدا نے اس کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی پس جب حضرت رسولؐ خدا نے دنیا سے رحلت فرمائی اس قرابت کے سبب جو کہ عثمان سے تھی

اور نیز اُس تعلق کے سبب جو کہ ...... و ...... میں ایک دوسرے سے رکھتے تھے عثمان نے ابوبکرؓ کے پاس اگر اس کی شفاعت کی کہ اس کو مدینہ میں آنے کی اجازت دے مگر حضرت ابوبکرؓ راضی نہ ہوئے۔ اور اُس کے بعد جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے عثمان نے پھر بھی خواہش ظاہر کی مگر عمرؓ نے بھی اجازت نہ دی پس جونہی عثمان کو خلافت ملی اس کو اور اس کی مانند اور لوگوں کو باعزاز و اکرام مدینہ میں لایا حضرت امیرؑ و طلحہ و زبیر و سعد و عبدالرحمٰن و عمارؓ وغیرہ تمام اصحاب نے ہر چند اس باب میں عثمان سے گفتگو کی اور اس عمل پر انکار کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا حالانکہ ایسا کلام کرنا حضرت رسولِ خداؐ کی مخالفت اور نیز سیرت ابوبکر و عمرؓ کی مخالفت تھی۔ جس پر عمل کرنے کی شرط اُس نے کی تھی۔ ابن عبدالبر اور واقدی نے ان امور کی طعن الطبقاتی ببسیار روایت کی ہے۔

تیسرا طعن:۔ ابوذر غفاریؓ جن کی فضیلت اور سبق اسلام بزرگواری میں خاصہ و عامہ کا کوئی شخص شک نہیں رکھتا۔ اور مخالفین نے اپنی صحاح میں اُن کے فضائل کی بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ اور چونکہ وہ مکرر عثمان کے ظلموں اور بدعتوں کے سبب جو کہ اُس سے واقع ہوئے تھے عثمان کے طعن و مذمت میں معروف رہتے اور مدینہ کی گلیوں میں پھرتے اور کہتے تھے۔ بَشِّرِ الْكَافِرِينَ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ عثمان نے ان کو مدینہ سے خارج کر کے ملک شام کی طرف روانہ کیا۔ اور ابوذرؓ جب وہاں بھی معاویہ کی بدعتوں اور ظلموں کو دیکھتے تھے انکار کرتے تھے۔ اور حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل و مناقب بیان کرتے تھے۔ ہر چند معاویہ نے چاہا کہ مال و دولت سے کہ راضی ہوں مگر ابوذرؓ قبول نہ کرتے تھے۔ قریب تھا کہ اہل شام کو اس سے منحرف کر دیں۔ پس اُس وقت معاویہ نے عثمان کو لکھا کہ اگر تجھے ملک شام کی احتیاج ہے ابوذرؓ کو یہاں سے خارج کر عثمان نے جواب میں لکھا کہ ان کو ایسے اونٹ پر جو کہ درشت و ناہموار ہو سوار کر کے میرے پاس مدینہ بھیج دے پس معاویہ نے ان بزرگوار کو ایک تند رو اونٹ پر بغیر کجاوہ و محمل کے سوار کر کے ایک شخص کو جو کہ بنہایت سخت دل اور تند مزاج تھا ان پر موکل کیا اور یہ حکم دیا کہ رات دن اونٹ کو ہانکتا رہے اور ابوذرؓ کو سونے اور آرام نہ لینے دے۔ پس ابوذرؓ کو بحالت پیری و ضعیفی وہ شخص اس سختی کے ساتھ لایا کہ مدینے پہنچنے تک ان کی رانیں زخمی ہو گئیں۔ اور رانوں کا گوشت گر گیا۔ اور جب ان کو عثمان کے پاس لائے اس وقت بھی امور ملکی کی ممانعت سے دست بردار نہ ہوئے۔ اور جتنی حدیثیں کہ اس کی اور اس کے عزیزوں کی مذمت و لعن میں سنی تھیں۔ وہ سب اس کے روبرو بیان کیں عثمان نے ان کی تکذیب کی حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا ابوذرؓ دروغ نہیں کہتے کیوں کہ میں نے حضرت رسول اللہؐ سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ آسمان سبز نے سایہ نہیں کیا ہے۔ اور زمین گرد آلود نے اپنی پشت پر نہیں اٹھایا ہے کسی ایسے کلام کرنے والے کو جو کہ ابوذرؓ سے زیادہ راست گو ہو اس وقت موجود تمام صحابہ نے اس کی گواہی دی کہ ہم نے ابوذرؓ کی شان میں حضرت رسولؐ سے اس کو سنا ہے۔ عثمان نے صحابہ سے پوچھا کہ میں اس دروغ گو بوڑھے کے ساتھ کیا کروں آیا اس کو ماروں یا قتل کر دوں یا شہر سے خارج کر دوں۔ یہ مسلمانوں کی جماعت کو پراگندہ کرنا چاہتا ہے حضرت امیر علیہ السلام نے کہا میں اس کے

حق میں وہی کہتا ہوں جو کہ مومنِ آلِ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے حق میں کہا تھا پھر وہ آیت پڑھی جس کا مضمون یہ ہے کہ اگر وہ دروغ کہتا ہے اس کا دروغ اس پر ہے اور اگر راست کہتا ہے تم کو ان میں سے بعض چیزیں پہنچیں گی جن کا وعدہ وہ تم سے کرتا ہے۔ بدرستیکہ حقتعالیٰ اُس کی ہدایت نہیں کرتا جو کہ گنہگار و دروغ گو ہو۔ عثمان نے کہا آپؑ کے منہ میں خاک حضرت نے فرمایا بلکہ خاک تیرے منہ میں ہو گی۔ اور بیان کرتے ہیں کہ جب عثمان کو قتل کیا لوگوں نے حضرت امیر علیہ السلام اس اعجاز خاک کو دیکھا۔ بعد اس کے عثمانؓ نے لوگوں کو تاکید کی کہ کوئی شخص ابوذرؓ کے پاس نہ بیٹھے نہ کلام کرے چند دن بعد ابوذرؓ کو طلب کیا اور حکم دیا کہ ہمارے شہر سے نکل جا۔ ابوذر نے کہا مجھے ملک شام بھیج دے تاکہ میں وہاں کافروں سے جہاد کروں۔ جواب دیا کہ میں نے شام سے اس لئے تمہیں بلایا ہے۔ کہ تم نے اس اطراف میں فتنہ و فساد برپا کیا تھا۔ ابوذرؓ نے کہا پھر مجھے ملک عراق میں بھیج دے جواب دیا کہ تم اس جماعت کے پاس جانا چاہتے ہو جو کہ اہلِ شک و تہمت ہے۔ اور اماموں پر طعن کرتے ہیں۔ ابوذرؓ نے کہا پھر مجھے مصر بھیج دے مگر وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا اور ان کو ربذہ کی طرف روانہ کیا۔ کہ اُس مقام کو تمام مقاموں سے زیادہ دشمن رکھتے تھے۔ اور عثمان نے لوگوں کو ان کی مصاحبت سے ممانعت کی ابوذرؓ اس عالم غربت میں با محنت و مشقت تمام عبادت حق تعالےٰ میں مصروف تھے۔ تا اینکہ برحمت الٰہی واصل ہوئے اور یہ تمام ظلم جو ابوذرؓ پر واقع ہوئے حضرت رسولِ خدا نے ان کی خبر اُن سے بیان کی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ تم تنہا زندگی بسر کرو گے اور تنہا محشور ہو گے۔ اور تنہا بہشت میں داخل ہو گے اور اہلِ عراق کا ایک گروہ تمہارے غسل و نماز کا متشغل ہو گا۔ جب حضرت ابوذرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا ان کی دختر کے سوا اور کوئی اُن کے سرہانے نہ تھا۔ اس دختر نے کہا کہ میں تنہا تمہارے امور کو کیونکر انجام دوں گی۔ جواب دیا حضرت رسولؐ اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ حاجیانِ عراق کا ایک گروہ مجھے غسل دے گا اور دفن کرے گا۔ جب میری روح بدن سے مفارقت کرے۔ میرے منہ پر کپڑا اوڑھا کر یہاں سے جا اور حاجیوں کے سر راہ بیٹھ جا۔ جب وہ لوگ آئیں ان کو میری رحلت کی خبر دے جب دختر سر راہ آئی عراق کا ایک قافلہ وہاں آیا عبداللہ بن مسعود اور مالک بن اشتر ایک گروہ کے ہمراہ تھے۔ اس دختر نے ابوذرؓ کی رحلت کا حال ان سے بیان کیا وہ سب محزون و گریاں ہوئے پھر ان کے غسل و کفن اور نماز و دفن کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابوذرؓ کو دفن کرنے کے بعد وہ سب بہت روئے اور اس پر لعنت کی کہ جس کی وجہ سے وہ اس حال کو پہنچے۔ عثمان نے ابن مسعود کو جو مارا اور ذلیل کیا تھا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا جیسا کہ بعد اس کے مذکور ہو گا۔ اور ابوذرؓ کو مدینہ سے خارج کرنے کے وقت سے اور نیز اس کے اصحاب سے حضرت امیر علیہ السلام کی بہت توہین و توبیخ میں آئی۔ کیونکہ آنحضرتؑ ابوذرؓ کی مشایعت کو تشریف لے گئے تھے۔ پس جو شخص کہ ابوذرؓ پر جو کہ اکابر صحابہ اور اہل سوابق سے تھے۔ اور ان کی شان میں ترمذی نے روایت کی کہ زیر آسمان و بالائے زمین کوئی شخص اُن سے زیادہ راست گو نہیں ہے۔ اور وہ عیسیٰؑ ابن مریم کے شبیہ میں باوجود ان فضائل کثیرہ کے جن کو خود مخالفوں نے اپنی صحاح میں بیان کیا ہے ایسے ظلم و ستم روا رکھے اور زبدہ و خلاصۂ اہلبیتؑ رسالتؐ کی نسبت وہ اہانت جسے

ادنیٰ اس سے وقوع میں آئی۔ کہ جس کا تصور بھی نہیں کر سکتے پھر وہ مستحق خلافت کہاں سے ہو سکتے ہیں۔

چوتھا طعن:۔ عبداللہ بن مسعود جس کو اکابر صحابہ سے جانتے تھے۔ اور عثمان سے زیادہ ہوا اُن کے فضائل کی حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ عثمان نے اُس کا وظیفہ موقوف کر دیا۔ اور دو مرتبہ اُس کو مارا۔ ایک مرتبہ صرف اس بنا پر کہ اُس نے ابوذرؓ کے جنازہ پر نماز پڑھی تھی۔ چالیس کوڑے مارے تھے۔ اور دوسری بار اس لئے کہ اس کا قرآن طلب کیا تھا۔ کہ اپنے قرآن سے موافق کرے جس میں کہ تحریف دکمی زیادتی کی تھی۔ اور اُس نے اپنا مصحف نہ دیا۔ پس اس قدر اُس کو مارا کہ اُس کے پہلو کی دونوں ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور اس واقع سے صرف تین دن بعد اُس نے رحلت کی۔ ابن ابی الحدید روایت کرتا ہے۔ کہ ابن مسعود کی رحلت کے وقت حضرت عثمان اس کی عیادت کو گئے۔ اور پوچھا تو کس چیز سے شکایت رکھتا ہے۔ جواب دیا اپنے گناہوں سے پھر پوچھا تو کیا چاہتا ہے جواب دیا خدا کی رحمت پوچھا تیرے لئے طبیب کو بلائیں جواب دیا کہ طبیب نے مجھے بیمار کیا ہے۔ پوچھا کہ تیرا وظیفہ جس کو میں نے موقوف کر دیا تھا دوبارہ جاری کر دوں جواب دیا جب محتاج تھا اس وقت موقوف کر دیا اب جبکہ مستغنی ہو گیا ہوں جاری کرنا چاہتا ہے۔ عثمان نے کہا تیرے فرزندوں کے لئے رہے گا جواب دیا حق تعالیٰ ان کو روزی دیتا ہے کہا میرے لئے حق تعالیٰ سے مغفرت طلب کر۔ جواب دیا میں خدا سے یہ چاہتا ہوں کہ میرا حق تجھ سے لے اور ابن مسعود نے وصیت کی کہ عثمان اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھے اور عثمان نے جو ابن مسعود کو مارا تھا اس کو کتاب ملل ونحل میں قہستانی نے اور صاحب روضۃ الاحباب نے اور صاحب کشاف نے لطائف المعارف میں ذکر کیا ہے۔ اور شارح مقاصد وغیرہ نے بھی اس کی تصدیق کی اور تسلیم کیا ہے۔

پانچواں طعن:۔ حضرت عباس نے عمارؓ کو جو اکابر صحابہ سے تھے۔ اس کو بھی مارا۔ خاصہ وعامہ کی کتب احادیث ان کے فضائل ومناقب سے بھری ہیں جیسا کہ ابن عبدالبر نے کتاب استیعاب میں روایت کی ہے۔ کہ عائشہ نے کہا کہ اصحاب حضرت رسولؐ اللہ سے کوئی شخص نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اگر میں چاہوں اس کے حق میں کلمہ کہہ سکتی ہوں۔ لیکن عمار بن یاسرؓ کہ میں نے حضرت رسالتمآبؐ سے سنا فرماتے تھے۔ کہ عمارؓ ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے دونوں کندھا اور بروایت دیگر اُس کے کندھے سے زیر گوش تک ایمان بھرا ہوا ہے۔ اور خالد بن ولید نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسولِ خدا فرماتے تھے۔ کہ جو شخص عمارؓ کو دشمن رکھے خدا اُس کو دشمن رکھے خالد کہتا ہے۔ کہ جس روز سے حضرت رسولؐ اللہ سے یہ کلام سنا ہمیشہ عمار کو درست رکھتا ہوں۔ اور انس سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ اللہ فرماتے تھے۔ کہ بہشت علیؑ وعمارؓ وسلمانؓ وبلالؓ کی مشتاق ہے۔ اور انس سے صحیح ترمذی میں روایت ہے۔ کہ بہشت تین شخصوں کی مشتاق ہے۔ علیؑ وعمارؓ وسلمانؓ کی اور عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ اللہ فرماتے تھے کہ عمارؓ کبھی دو امروں کے درمیان مخیر نہیں ہوا۔ مگر یہ کہ اس امر کو اختیار کیا جو کہ اس کے بدن پر دشوار تھا۔

اور مشکوٰۃ میں از مسند احمد بن حنبل سے بروایت خالد بن ولید روایت کی ہے وہ کہتا تھا کہ میرے اور عمارؓ کے درمیان نزاع تھی۔ میں نے اُن کے منہ پر کلام سخت کہا عمارؓ نے حضرت رسالتمآبؐ سے میری شکایت کی اور میں نے بھی اُس کی شکایت کی اور میں اُس کے ساتھ سختی و درشتی بھی کی۔ آنحضرتؐ ساکت تھے پس عمارؓ رونے لگے پس اُس وقت آپؐ نے سر اٹھایا اور فرمایا جو کوئی عمارؓ سے عداوت رکھتا ہے۔ خدا اس سے عداوت رکھے اور جو کوئی عمارؓ سے دشمنی کرتا ہے خدا اُس سے دشمنی کرے۔ خالد کہتا ہے کہ میں وہاں سے باہر نکلا اور عمارؓ کو خوش کرنے میں سعی کی اور اس کو اپنے سے راضی کیا۔ اور جامع الاصول میں صحیح بخاری سے بروایت ابو سعید خدری روایت کی ہے کہ جب مسجد حضرت رسولؐ کو تیار کرتے تھے ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے۔ اور عمارؓ دو دو اینٹ اٹھاتے تھے۔ حضرت رسولؐ خدا ان کو اس حال میں دیکھ کر اپنے دستِ مبارک سے اُن کے سر سے خاک جھاڑتے تھے اور فرماتے تھے کہ بے چارہ عمارؓ ان لوگوں کو بہشت کی طرف طلب کرے گا۔ اور وہ لوگ عمارؓ کو جہنم کی طرف طلب کریں گے۔ عمارؓ نے کہا کہ میں فتنوں سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ و لیکن عمارؓ کو مارنے کی کیفیت جیسا کہ اعثم کوفی نے تاریخ میں اور کتاب فتوح میں اور روضۃ الاحباب نے اور نیز ان کے سوا اور دوسروں نے بھی روایت کی ہے۔ اس طرح ہے کہ اصحاب حضرت رسولؐ کی ایک جماعت نے اتفاق کیا اور عثمان کے ظلم و فسق کو لکھ کر اس کو تہدید کی کہ اگر وہ ان افعال کو ترک نہ کریں گے ان پر شورش کریں گے۔ پھر وہ کاغذ عمارؓ کو دیا۔ کہ وہ اس کو عثمان کے پاس لے جائیں۔ جب عمار نے وہ کاغذ عثمان کو دیا اس نے ایک سطر پڑھی اور اس کو پھینک دیا۔ عمارؓ نے کہا اے امیر یہ اصحاب رسولؐ خدا کا نامہ ہے۔ اس کو نہ پھینک بلکہ اس کو پڑھ کر غور و تامل کرو اور یقین جان کہ میں تمہاری خیر و بہتری کے لئے کہتا ہوں یہ سنتے ہی عثمان نے اپنے غلاموں کو حکم دیا اور انہوں نے عمارؓ کو زمین پر گرا کر اس قدر مارا کہ ان میں حرکت کرنے کی سکت بھی باقی نہ رہی بس اس کے بعد خود آ کے بڑھے اور عمارؓ کے شکم اور اعضائے مستقل پر اپنے پاؤں سے کہ جس میں جوتا تھا اس قدر مارا کہ عمارؓ کو علت فتق عارض ہوئی اور بے ہوش ہو گئے۔ اور آدھی رات تک بے ہوش رہے۔ اور ظہر و عصر و مغرب و عشا کی نمازیں ان سے فوت ہو گئیں۔ آدھی رات کے بعد جب ہوش میں آئے وضو کر کے نمازوں کی قضا پڑھی نیز اعثم کوفی نے تاریخ میں روایت کی ہے۔ کہ جب ابوذرؓ کی رحلت کی خبر عثمان کو ہوئی کہا کہ خدا اس پر رحمت کرے۔ عمارؓ اس وقت حاضر تھے انہوں نے کہا کہ خدا ابوذرؓ پر رحمت کرے ہم اس کلام کو دل سے کہتے ہیں۔ عثمان نے کہا کیا تمہیں یہ گمان ہے کہ میں ابوذرؓ کے خارج کرنے سے پشیمان ہوا ہوں عمارؓ نے جواب دیا کہ نہیں واللہ میں گمان نہیں رکھتا عثمان نے اس کلام سے آزردہ ہو کر حکم دیا کہ اس کی گردن مارو اور اس کو مدینہ سے خارج کر کے اس مقام پر پہنچا دو جہاں ابوذرؓ تھے اور وہیں جب تک زندہ رہے یہ مدینہ میں نہ آئے۔ عمارؓ نے کہا قسم بخدا کتوں اور بھیڑیوں کے ہمسایہ میں رہنا میرے لئے تیرے ہمسایہ میں رہنے سے بہتر و خوش تر ہے۔ یہ کہہ کر اٹھے اور باہر چلے گئے عثمان نے ان کے خارج کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ اس وقت بنی مخزوم نے جو عمارؓ کے قرابت دار تھے متفق ہو کر حضرت امیر علیہ السلام سے عرض کیا۔

کہ عثمان نے عمارؓ کو مارا اور آزار پہنچایا ہے۔ اور ہم نے صبر و تحمل سے کام لیا ہے۔ مگر اب اس نے ان کے خارج کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا مبادا ہم سے بھی وہ کام موقوع میں آئے جس سے وہ اور ہم دونوں پشیمان ہوں۔ حضرت امیر علیہ السلام نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ تم لوگ صبر کرو میں جاتا ہوں اور اس امر کی اصلاح کرتا ہوں۔ پھر حضرت امیر علیہ السلام عثمان کے پاس گئے۔ اور فرمایا کہ تم بعض کاموں میں بہت بیتابی کرتے ہو۔ جبکہ خیر خواہوں کا کلام نہیں سنتے ہو۔ اس سے پہلے تم نے ابوذرؓ کو جو صالحین اہل اسلام اور اخیار مہاجرین سے تھے۔ مدینہ سے خارج کر کے ربذہ کی طرف روانہ کیا۔ اور انہوں نے عالم غربت میں رحلت کی۔ اور مسلمانوں نے تمہارے اس فعل کو ناپسند کیا اور اب سُنا ہے کہ تم صالح ترین اہل اسلام اور بہترین مہاجرین یعنی عمارؓ کو خارج کرنے کا ارادہ مصمم کئے ہو پس خدا سے ڈرو اور عمارؓ اور نیز دوسروں سے دست بردار ہو۔ حضرت عثمان یہ کلام سُنتے ہی غضبناک ہوئے اور کہا کہ پہلے آپ کو بھی خارج کرنا چاہیئے کیونکہ آپ ہی سب لوگوں کو ضائع کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا تمہارا یہ رتبہ کہاں کہ مجھ سے یہ کلام کہے اور ایسا کر سکے اور اگر چاہے کہ کبھی تو واللہ کر نہ سکے گا۔ اور اگر تجھے اس میں کوئی شک و شبہ ہے امتحان کر دیکھ تجھے خود معلوم ہو جائے گا۔ قسم بخدا عمارؓ اور اس کے سوا دوسروں کا فساد تمہارے باعث سے ہے۔ ان لوگوں کا کوئی گناہ نہ ہے اور تم ایسے ایسے برے کام کرتے ہو کہ لوگ تاب نہیں لاتے اور یہ امر مجھے پسند نہیں ہے۔ ازاں بعد حضرت امیر علیہ السلام وہاں سے اٹھے اور باہر تشریف لائے۔ پس جو ان روایتوں میں غور و فکر کرے وہ آگاہ ہو جاتا ہے۔ کہ جو شخص ایسے بزرگوار کو جس کے حق میں حضرت رسولِ خدا نے وہ سب فرمایا ہو اور اس کی دشمنی کو خدا کی دشمنی قرار دی ہو اس طرح مارے اور اذیت و اہانت پہنچائے اور حضرت امیر علیہ السلام کی نسبت جن کی محبت ایمان اور جن کا بغض کفر و نفاق ہے ایسے کلمات کہے وہ شخص ایمان و اسلام سے کوئی بہرہ نہیں رکھتا۔ اور اخبار معتبرہ خاصہ و عامہ سے جو ظاہر ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت عثمان کا عمارؓ سے دشمنی رکھنے کا سب سے بڑا سبب ولایت حضرت امیر علیہ السلام تھی جیسا کہ ابن عباس سے ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ عثمان نے مجھ سے کہا کہ تمہارے چچا کا فرزند اور میرے ماموں کا فرزند مجھ سے کیا کام رکھتا ہے۔ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ میں نے پوچھا تو کس کو کہتا ہے میرے چچا کے فرزند اور میرے ماموں کے فرزند بہت ہیں۔ جواب دیا میرا مطلب حضرت علیؑ سے ہے۔ میں نے کہا واللہ کہ میں ان سے خیر و خوبی کے سوا اور کوئی چیز نہیں جانتا۔ کہا واللہ وہ ان چیزوں کو تم سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ جن کو دوسروں سے کہتے ہیں۔ اثنا گفتگو عمارؓ آئے اور پوچھا تم لوگ کیا ذکر کرتے ہو۔ جس کے بعض کلمات میں نے سنے ہیں۔ میں نے کہا وہی ہے جو کہ تم نے سُنا ہے عمارؓ نے کہا بہت مظلوم ایسے ہیں جو کہ خبر نہیں رکھتے۔ اور بہت سے ظالم ایسے ہیں۔ جو خود کو نادانی میں رکھتے ہیں۔ عثمان نے کہا کہ تو ہمارے دشمنوں اور ان کے پیروؤں میں سے ہے۔ میں خدا کی عظمت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر بعض امور کی رعایت نہ ہوتی مجھ کو ایسی تادیب کرتا جو امور گذشتہ کی تلافی اور امور آئندہ کے لئے مانع ہوتی عمارؓ نے کہا

ولیکن حضرت علیؑ کی دوستی۔ پس میں اس سے کوئی عذر نہیں چاہتا۔ ولیکن میری تادیب۔ پس تو مجھ پر کوئی محبت نہیں رکھتا۔ البتہ میں تجھ پر محبت رکھتا ہوں۔ اور میں تابع سنت ہوں۔ عثمان نے کہا و اللہ کہ تو اعوان و انصار شر سے ہے۔ اور مانعان خیر سے۔ عمارؓ نے کہا میں نے حضرت رسالتمآبؐ سے اس کے برخلاف سُنا ہے۔ نماز جمعہ سے جس وقت مراجعت فرمائی تھی تو اس وقت آیا۔ اور دوسرا کوئی نہ تھا۔ میں نے حضرت کے سینہ و گردن و روئے مبارک کا بوسہ لیا۔ ارشاد فرمایا تحقیق تم ہم کو درست رکھتا ہے۔ اور ہم تجھکو درست رکھتے ہیں۔ بدرستیکہ تو اعوان و انصار خیر سے ہے۔ اور مانعان شر سے ہے۔ حضرت عثمان نے کہا ایسا ہی تھا۔ مگر اس کے بعد تم نے خود کو متغیر کر دیا۔ عمارؓ نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے اور کہا اے ابن عباس آمین کہنا۔ پھر تین بار کہا یا خداوندا اس شخص کو متغیر کر دے جس نے اس کو متغیر کیا ہو۔ اور یہ حکایات کئی وجہوں سے حضرت عثمان کے ظلم و فسق کی دلیل ہے۔ یعنی کئی بار عمارؓ کو ایذا پہنچانا اور اس کا تین بار اس پر نفرین کرنا افعال حضرت امیرؑ کو شر سے منسوب کرنا اور آنحضرتؐ کو اہل شر کہنا حضرت امیرؑ کا اس بغض و عداوت رکھنا جیسا کہ اس نے خود بیان کیا۔ پس اگر اس نے دروغ کہا یہ فسق بلکہ کفر ہے۔ اور اگر راست کہا ہے۔ تو پھر تو یقیناً کفر ہے۔ کیونکہ ثابت و ظاہر ہے۔ آپؐ مومن و مسلم سے کبھی عداوت نہیں رکھتے اسی طرح اس کا حضرت امیر علیہ السلام سے بغض و عداوت رکھنا جیسا کہ خود اس کے کلام سے ظاہر ہے عین کفر و نفاق ہے۔

خمس کو جو کہ اہلبیت کے لئے مخصوص ہے۔ اور اموال و بیت المال اور نیز باقی تمام اموال اہل

چھٹا طعن:- اسلام کو اپنی اولاد اور قرابت داروں کو حد و اندازہ سے زیادہ دیا۔ اور منجملہ ان کے چند مخصوص کو جو کہ اس کے داماد تھے۔ چار لاکھ دینار دیئے۔ مروان کو مال افریقیہ سے ایک لاکھ دینار دیئے۔ اور بروایت کلبی و شہرستانی اُس کو دو لاکھ دینار دیئے۔ اور بروایت واقدی وہ تمام مال اس کو دیا۔ اور واقدی روایت کرتا ہے کہ حضرت عثمان کہتے تھے۔ کہ ابو بکرؓ و عمرؓ بھی یہ مال اپنے عزیزوں کو دیتے تھے۔ اور میں بھی اپنے عزیزوں کو دیتا ہوں۔ نیز واقدی نے روایت کی ہے۔ کہ بصرہ سے مال کثیر لائے تھے۔ اور حضرت عثمان نے وہ تمام مال جمع کر کے اپنے اہل و اولاد کو ایک کا سب سے تقسیم کیا۔ پھر اسی نے روایت کی ہے۔ کہ زکوٰۃ کے بہت سے اونٹ لائے تھے۔ اس نے وہ سب حارث بن حکم کو دے دیئے۔ اور حکم بن ابی العاص کو والی زکوٰۃ قضاعہ مقرر کیا۔ جب تین لاکھ دینار جمع ہو گئے۔ وہ سب کے سب اس کو بخش دیئے۔ سعید بن ابی العاص کو ایک لاکھ دینار دیئے اور تمام لوگوں نے اس کو طعن و ملامت کی۔ روایت کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص نے بیت المال کی کنجیاں مسجد میں پھینک دیں۔ اور کہا کہ میں پھر بیت المال کا خازن نہ رہوں گا۔ باوجود اس سلوک و طریقہ کے طریقہ رسول اللہؐ عثمان نے لاکھ دینار دیتا ہے۔ اور ابو مخنف روایت کرتا ہے۔ کہ حضرت عثمان نے عبد اللہ بن ارقم خازن بیت المال کو لکھا کہ عبد اللہ بن خالد کو جو کہ عثمان کے عزیزوں سے تھا۔ تین لاکھ دینار اور اسی طرح ایک جماعت کے ہر ایک شخص کو

جوکہ اس کے رفیق تھے ایک لاکھ دینار دیئے۔ اس نے وہ نوشتہ پھیر دیا اور وہ دینار اُن لوگوں کو نہ دیئے۔ حضرت عثمان نے کہا کہ تو فقط خزانچی ہے ہم جو کچھ کہیں اس پر عمل کر۔ عبداللہ نے کہا میں تو خود کو مسلمانوں کا خزانچی جانتا تھا تمہارا خزینہ دار غلام ہے۔ اور از اں بعد بیت المال کی کنجیاں لاکر منبر سے لٹکا دیں۔ اور بروایت دیگر اس کے آگے پھینک دیں۔ اور قسم کھائی کہ پھر وہ کبھی اس طرف متوجہ نہ ہو گا۔ پس اس وقت وہ کنجیاں حضرت عثمان نے نابل کو دیں جو کہ اس کا غلام تھا۔ اور واقدی نے روایت کی ہے۔ کہ اس واقعہ کے بعد زید بن ثابت کو حکم دیا اور وہ بیت المال سے تین لاکھ درہم عبداللہ بن ارقم کے واسطے لے گیا۔ اور کہا کہ میرا بھیجا ہے کہ تو اپنے اہل و عیال کے کاموں میں صرف کرے عبداللہ نے کہا مجھے اس مال کی ضرورت نہیں ہے۔ اور میں نے بیت المال کی خدمت اس لئے نہ کی ہے۔ کہ عثمان مجھے اس کی مزدوری دے قسم بخدا کہ اگر یہ مال مسلمانوں کے مال سے ہے۔ میرا کام اس قدر نہ ہے کہ مزدوری جس کی تین لاکھ درہم ہو۔ اور اگر حضرت عثمان کے مال سے ہیں اس کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتا کہ وہ بیت المال کو جس شخص کو چاہے بغیر حق دے دے۔ اور زبیر کے سے ابن ابی الحدید روایت کرتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس بادشاہ عجم کے خزینہ سے ایک جوہر لائے کہ جب آفتاب اس پر چمکتا تھا اس سے مجمر آتش کی مانند ایک شعاع بلند ہوتی تھی حضرت عمرؓ نے کہا اے خازن بیت المال اس جوہر کو مسلمانوں میں تقسیم کر اور مجھے گمان ہے کہ مسلمانوں میں اس کے لئے فتنۂ عظیم حادث ہو گا۔ خزانچی نے کہا کہ یہ جوہر سب کو تقسیم نہیں کر سکتے اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے۔ جو اس کی قیمت ادا کر کے اسکو خرید سکے۔ شاید حق تعالیٰ آئندہ سال مسلمانوں کو کوئی فتح و نصرت عطا فرمائے۔ اور کوئی شخص اس قدر مال بہم پہنچائے۔ کہ اس کو خرید سکے پس حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے خازن اس کو بیت المال میں رکھ لے اس کے بعد وہ جوہر بیت المال میں رہا تا آنکہ حضرت عمرؓ قتل ہوئے اس وقت وہ جوہر حضرت عثمانؓ نے اپنی لڑکیوں کو دیا۔ نیز ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے۔ کہ ایک شخص نے حضرت امیر علیہ السلام سے عرض کیا۔ کہ آپ میرے لئے حضرت عثمان سے تھوڑا مال لیجئے۔ فرمایا وہ خطاؤں کا حمال ہے نہیں واللہ کبھی اس کے پاس شفاعت کے لئے نہ جاؤں گا۔ اور صاحب استحاب وغیرہ نے روایت کی ہے۔ کہ قتل عثمان کے بعد اس کی تین زوجہ باقی رہیں بعض چار کہتے ہیں۔ پس اس کے ترکہ سے ہر زوجہ کو تراسی ہزار دینار آٹھویں حصہ سے ملے۔ کہ اُن سب عورتوں کا حصہ دو لاکھ پچاس ہزار دینار یا تین لاکھ بتیس ہزار دینار ہوتا ہے۔ اور اس باب میں بہت سی اخبار و روایات وارد ہوئی ہیں۔ کہ اس رسالہ میں ان کے ذکر کرنے کی گنجائش نہ ہے۔ اور جو شخص مسلمانوں کے مال خصوصاً خمس ذوی القربیٰ میں اپنے اور اپنے عزیز و اقارب کے لئے اس قدر تغلب و تصرف کرے کہ وہ لوگ ان اموال کو اپنی فسق و فجور اور زینت و آرائش بطریق اسراف و تبذیر خرچ کریں۔ اور مساکین و فقرا نہایت عسرت و مشقت میں رہیں ایسا شخص مسلمانوں کی خلافت عامہ کی لیاقت کیونکر رکھتا ہے۔ باوجودیکہ اس شرط کے خلاف ہے۔ جس کا اقرار اس نے پہلے کیا تھا۔ کہ حضرت

ابوبکر و عمر کے طریقہ پر عمل کرے۔ اگرچہ انعام و عطا میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا حضرت عمر کی بدعتوں میں سے ہے۔ مگر وہ اس طرح کرتے تھے کہ عوام کی نظر میں مشتبہ رہتا۔ اور علاوہ اس کے کسی قدر سبب واقعی کی بھی رعایت کرتے تھے۔ اور خود بہت کم تصرف کرتے تھے۔ مگر حضرت عثمان نے رسوائی کو اس حد تک پہنچا دیا۔ کہ اس کی خیانت و شقاوت تمام اہل عالم پر ظاہر ہو گئی۔ اور آخرکار اس کے قتل کا باعث ہوئی۔

ساتواں طعن:- لوگوں کو فقط زید بن ثابت کی قرأت پر جمع کیا۔ اس لئے کہ وہ بھی عثمانی تھا۔ اور حضرت امیر علیہ السلام سے دشمنی رکھتا تھا۔ پس حضرت عثمان نے جب یہ چاہا کہ اہلبیت کے مناقب اور ان کے دشمنوں کی مذمت قرآن سے خارج کر دے۔ پس زید بن ثابت کو اس کام کے لئے منتخب کیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ ان لوگوں نے حضرت امیر علیہ السلام کے جمع کردہ قرآن کو قبول نہ کیا۔ باوجودیکہ وہ سب سے زیادہ کتاب و سنت کا علم رکھتے تھے۔ پس جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے حضرت امیر علیہ السلام سے وہ قرآن طلب کیا بایں غرض کہ جس قدر چاہے رہنے دے اور جس قدر چاہے باطل کر دے مگر حضرت امیر علیہ السلام نے اس کو نہ دیا۔ اور فرمایا کہ اس قرآن کو مس نہیں کرتے مگر وہی لوگ جو کہ میرے فرزندوں سے مطہر ہیں اور وہ قرآن ظاہر نہ ہوگا۔ تاوقتیکہ میری اہلبیت سے قائم ظاہر ہو۔ اور لوگوں کو اس کے پڑھنے اور عمل کرنے کا حکم دے۔ اور حضرت عثمان نے جب قرآن کو جمع کرنا چاہا۔ زید بن ثابت کو اس کے جمع کرنے کا حکم دیا اور دوسرے قرآنوں کو جو کہ عبداللہ بن مسعود نیز دوسروں کے پاس تھے بجبر ان کو لے کر جلا دیا بعض کہتے ہیں کہ پہلے ان کو دیگ میں جوش دیا پھر جلایا تاکہ کوئی شخص ان قرآنوں کے مضامین سے مطلع نہ ہو سکے اور ابن مسعود کے مارنے کا ایک سبب یہ بھی تھا۔ کہ وہ اپنا قرآن حضرت عثمان کو دینے پر راضی نہ ہوتا تھا۔ آخر بذلت و اہانت اس سے بھی چھین لیا۔ اور جلا ڈالا۔ اور جو قرآن کہ اب لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس کو مصحف عثمان کہتے ہیں۔ اور یہ اس کی نقل ہے۔ کہ جس کو اس نے جمع کیا تھا۔ جب عائشہ کو اس کی خبر ہوئی اس نے کہا اُقْتُلُوا حَرَّاقَ الْمَصَاحِفِ یعنی قتل کرو اس کو جو قرآنوں کو بہت جلانے والا ہے۔ اور اس کا یہ عمل کئی وجہوں سے استحقاق لعن و طعن ہے۔

پہلی وجہ۔ اس نے کلام خدا کو رد کیا اور وہ کفر ہے جیسا کہ حق تعالے ارشاد فرماتا ہے۔ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذالک منکم الا خزی فی الحیواۃ الدنیا و یوم القیمۃ یردون الی اشد العذاب یعنی اے ایام لوگ کتاب کی بعض چیزوں پر ایمان لاتے اور بعضوں سے کافر ہوتے ہو۔ پس اس شخص کی جزا جو کہ تم میں سے یہ کام کرے نہیں ہے مگر دنیا میں ذلت و خواری عظیم اور قیامت میں بدترین عذاب کی طرف مراجعت کرتے ہیں۔ اور یہ آیت اس کے حال کے مناسب ہے۔ وہ بعض آیتوں کے نازل ہونے کو ناپسند کرتے تھے۔ کہ جن کو محو کر دیا۔ اور یہ حبط اعمال کا باعث ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ذالک بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم یعنی یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اس چیز کو نہ چاہا جس کو خدا نے نازل کیا ہے۔ پس خدا نے ان کے عملوں کو حبط

کیا

دوسری وجہ۔ کلام الٰہی اور بہت سے قرآنوں کے ساتھ نہایت درجہ استخفاف کیا اور کوئی استخفاف جوش دینے اور جلانے سے زیادہ نہیں اور قرآن کا استخفاف عین کفر ہے۔

تیسری وجہ۔ زید بن ثابت کی قرأت کو تمام قاریانِ قرآن کی قرأتوں پر ترجیح دینا ترجیح مرجوح ہے۔ اور نیز حضرت رسولِ خدا کے قول کی تردید ہے۔ کیونکہ انھوں نے اپنی صحاح میں بہت سی حدیثیں اس مضمون کی روایت کی ہیں۔ کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے۔ اور حضرت رسالتمآب لوگوں کو مختلف قرأتوں سے منع نہ فرماتے تھے کہ جبرئیل قرآن کو ایک حرف پر پڑھتے تھے۔ اور میں ہمیشہ ان سے زیادتی کو طلب کرتا اور وہ زیادہ کرتے تھے تاآنکہ سات حرفوں تک پہنچا جامع الاصول میں صحیح بخاری و مسلم و مالک و ابوداؤد و نسائی سے ان کی سندوں کے مطابق حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ حضرت رسول اللہ کی حالتِ حیات میں میں نے سنا کہ ہشام بن حکم قرآن کا سورہ پڑھ رہا ہے۔ پس میں اس کی قرأت سننے لگا۔ اس نے بہت سے حروف پڑھے جن کو میں نے حضرت رسولِ خدا سے نہ سنا تھا۔ اور قریب تھا کہ اثنائے نماز میں اس سے معارضہ کروں۔ مگر سلام پھیرنے تک صبر کیا اس کے بعد میں نے اس کی چادر اس کی گردن میں لپیٹ کر کہا۔ کہ تو نے یہ قرأت جو ابھی پڑھی ہے۔ کس سے سنی۔ جواب دیا کہ حضرت رسولِ خدا سے کہا تو دروغ کہتا ہے۔ اور میں نے حضرت رسول سے دوسری طرح سنی ہے۔ پھر اس کو کھینچے ہوئے حضرت رسالتمآب کے پاس لے گیا۔ اور عرض کیا کہ میں نے قرآن کا ایک سورہ اس سے سنا ہے۔ یہ اس کو اس قرأت کے خلاف پڑھتا ہے۔ جو میں نے آپ سے سنی ہے۔ حضرت نے حکم دیا اس کو چھوڑ دے پھر فرمایا اے ہشام پڑھو ہشام نے اسی طرح پڑھا پس آپ نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوا ہے۔ اور تم لوگ قرآن کو پڑھو جو کچھ کہ میسر ہو۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے نیز جامع الاصول میں پانچوں صحاح مذکورہ سے بروایت ابی بن کعب مثل اس حدیث کے روایت کی ہے۔ اور اس مضمون کے مطابق اور بہت سی حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ جن کا ذکر باعث طول کلام ہے۔ پس تمام لوگوں کو ایک قرآن اور ایک قرأت پر جمع کرنا اور باقی قرأتوں سے منع کرنا ان ہی کے اعتقاد کے مطابق حکم رسول کے مخالف اور دین میں بدعت پیدا کرنا ہے۔ اور اگر یہ کہیں کہ اختلاف قرأت وحروف سے یہی ساتوں قرأت ہائے مشہورہ مراد ہیں۔ پس یہ باطل ہے کیونکہ باتفاق تمام قاریوں کے یہ مصحف عثمان کے پڑھنے میں اختلافات واقع ہوئے ہیں۔ اور اس نے سات مصحف لکھے تھے۔ ایک کو مدینہ میں رکھا اور چھ قرآنوں کو اور شہروں کو روانہ کیا۔ چونکہ وہ قرآن رسم الخط کے مطابق لکھے ہوئے تھے۔ اور جن کلمات میں کہ الف تھا ان کا الف حذف کر دیا تھا۔ اسی لئے مصحف عثمان کی قرأت میں اختلافات ظاہر ہوئے۔ اور وہ اختلاف جو ان کی روایتوں میں وارد ہوا ہے۔ اس کی تاویل اس اختلاف کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ صاحب کتاب نشر نے جو کہ قاریوں کا قدوہ و امام ہے۔ اس کی تصریح کی ہے کہ یہ ساتوں قرأتیں وہ سات حروف نہیں ہیں۔ جو کہ روایتوں میں وارد ہوئے ہیں۔ بلکہ بعض جاہلوں نے سات کا حرف

مشترک ہونے کے سبب یہ گمان کیا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ یہ امر ہم لوگ محض ان کے الزام دینے کے لئے کہتے ہیں۔ مطابق ان حدیثوں کے جو کہ ان کی صحاح میں وارد ہوئی ہیں اور وہ لوگ اس کی تردید نہیں کر سکتے۔ مگر ہمارے ائمہ طاہرین کی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قرآن حرف واحد ہے۔ اور خداوند واحد کے پاس سے نازل ہوا ہے۔ اور یہ وہی قرآن ہے جس کو حضرت امیر علیہ السلام لائے تھے۔ اور ان لوگوں نے قبول نہ کیا۔ اور ان کی حدیثیں موضوع ہیں۔ اور ان کو اس لئے وضع کیا ہے۔ کہ حضرت امیر علیہ السلام کا قرآن قبول کرنا لازم نہ ہو یا یہ کہ ان سے یہ مراد ہے کہ چونکہ قرآن جمع نہ ہوا تھا۔ اور متفرق تھا اس لئے تجویز کیا ہے کہ بعض سورتوں اور آیتوں کو جانتے ہیں انہیں کو نماز وغیرہ میں پڑھا کریں ولیکن ترجیح مرجوع پس ان کی صحاح کی حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ ابن مسعود اور اس کی قرأت کی متابعت بہ نسبت زید کے ارجح ہے۔ بلکہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ قرأت ابن مسعود واجب ہے۔ اور اس کی قرأت ترک کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ صاحب استیعاب نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کو چار شخصوں سے سیکھو اور سب سے پہلے ابن مسعود اس کے بعد معاذ بن جبیل پھر ابی بن کعب اور سالم مولائے حذیفہ کا نام لیا۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی قرآن کو تازہ نیک و بہتر اور جیسا کہ نازل ہوا ہے پڑھنا چاہتا ہو وہ ابن ام عبد یعنی ابن مسعود کی قرأت کے مطابق پڑھے۔ اور ابو وایل سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے ابن مسعود سے سنا ہے کہتا تھا کہ میں اس امت میں تمام لوگوں سے زیادہ کتاب خدا کا جاننے والا ہوں۔ مگر بہترین امت نہیں ہوں کتاب خدا میں کوئی سورہ اور آیت ایسی نہیں کہ میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کسی چیز کے باب میں اور کب نازل ہوئی ہے۔ ابو وایل کہتا ہے کہ میں نے سنا کہ کوئی شخص اس کے اس کلام کا انکار کرے۔ اور ابو ظبیان سے مروی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ مجھ سے ابن عباس نے پوچھا۔ کہ تو دونوں قرأتوں میں سے قرآن کو کس قرأت کے مطابق پڑھتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ قرأت اول یعنی ابن مسعود کے مطابق ابن عباس نے کہا بلکہ وہ قرأت آخر ہے۔ جبرائیل ہر سال ایک مرتبہ قرآن کو حضرت رسولِ خدا کے سامنے پڑھتے تھے۔ اور جس سال حضرت رسالتمآبؐ نے رحلت فرمائی دو مرتبہ آپؐ کے سامنے پڑھا اس وقت ابن مسعود حاضر تھا پس قرآن میں جو کچھ تغیر واقع ہوا یا جو کچھ منسوخ ہوا۔ وہ سب اس کو معلوم ہو گیا نیز لوگوں نے حضرت امیر علیہ السلام سے ابن مسعود کا حال پوچھا فرمایا کہ اس نے قرآن پڑھا۔ اور سنت سے آگاہ ہوا اور اس کے لئے یہی کافی ہے۔ اور شقیق سے روایت کی ہے کہ ابو وایل کہتا تھا کہ جب حضرت عثمان نے قرأتوں کے باب میں وہ حکم دیا جو کہ دیا اس وقت ابن مسعود نے الگ کر ایک خطبہ پڑھا اور کہا کہ مجھے قرآن کو زید بن ثابت کی قرأت کے مطابق قرآن کو پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔ بحق اس خدا کے کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں نے ستر سورتوں کو حضرت رسولؐ کے دہانِ مبارک سے یاد کیا ہے۔ اور اس وقت زید اپنے سر پر کاکل رکھتا اور لڑکوں کے ساتھ کھیلتا تھا۔ قسم بخدا قرآن کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ وہ کس چیز میں نازل ہوئی ہے۔ کوئی شخص مجھ سے زیادہ قرآن کا جاننے والا نہیں ہے۔

اور اگر میں کسی ایسے شخص کو جانتا جو کہ مجھ سے زیادہ کتاب خدا کا جاننے والا ہو اور تیز رفتار اونٹ مجھے اس کے پاس پہنچا سکتا پس میں اس کے پاس جاتا پھر ابن مسعود نے اپنے اس کلام سے ترس کی اور کہا میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں تحقیق کہتا ہے۔ پس میں ان حلقوں میں داخل ہوا جن میں کہ اصحاب حضرت رسولؐ تھے۔ اور کسی کو اس کے اس قول کی تردید کرتے نہیں سنا جامع الاصول میں بھی ان حدیثوں میں سے اکثر حدیثیں ان کی صحاح سے مروی ہیں پس ابن مسعود کے قرآن کو جس کی فضیلت میں یہ تمام روایات صحیحہ اور اس سے قرآن سیکھنے کا حکم وارد ہوا ہے۔ ترک کر دینا اور جلانا۔ اور لوگوں کو زید کی قرأت پر جمع کرنا جس کے حق میں ان فضیلتوں کا دسواں حصہ بھی روایت نہیں کرتے بلکہ اس کی مذمت وارد کرتے ہیں۔ تفضیل مفضول اور قول حضرت رسولؐ کی تردید ہے۔ اور چونکہ استیعاب میں مذکور ہے کہ زید عثمانی تھا اور حضرت امیر علیہ السلام کی کسی لڑائی میں انصار کے ساتھ حاضر نہ ہوا تھا۔ اس سے ظاہر و معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قرآن کی ترجیح کا باعث حضرت امیرالمؤمنین علی بن ابی طالبؑ کی عداوت تھی تاکہ اہلبیتؑ کے مناقب اور ان کے دشمنوں کی مذمت قرآن سے کم کر سکیں اور منجملہ ان قرآنوں کا کہ جن کا اعتبار نہ کیا اور جلا دیا ابی بن کعب اور معاذ بن جبل کا قرآن بھی تھا حالانکہ ان کی صحاح میں بطریقہائے متعددہ ان دونوں سے قرآن سیکھنے کا حکم وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ بعض حدیثیں مذکور ہو چکیں۔

آٹھواں طعن: جو تمام طعنوں سے عظیم تر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تمام بزرگان صحابہ کیونکہ باجماع و اتفاق جمیع مخالفین عادل تھے اور ان کے اقوال و افعال کو حجت جانتے ہیں ان سبھوں نے حضرت عثمان کو فاسق و ...... قرار دیا اور اس کے فسق و ..... پر گواہی دی مثل عمارؓ کے جیسا کہ روایت کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ قرآن کی تین آیتیں حضرت عثمان کے ... پر گواہی دیتی ہیں۔ اور میں ان کا چوتھا ہوں اور وہ آیتیں یہ ہیں۔ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون۔ جبکہ دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ یہی لوگ فاسق ہیں۔ اور دوسرے مقام میں فرمایا ہے کہ یہی لوگ ظالم ہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عثمان نے اس کے خلاف حکم دیا۔ جو کہ خدا نے نازل فرمایا ہے۔ اور ابو وائل نے روایت کی ہے کہ عمارؓ کہتے تھے کہ عثمان لوگوں کے درمیان کافر کے سوا اور کوئی نام نہیں رکھتے تھے تا اینکہ معاویہ والی ہوا اور اعثم کوفی نے فتوح میں روایت کی ہے کہ عمرو بن عاص نے عمارؓ سے پوچھا کہ عثمان کو کس نے قتل کیا جواب دیا کہ خدا نے اور ابن ابی الحدید روایت کرتا ہے کہ عمر نے عمارؓ سے پوچھا کہ عثمان کو حضرت علیؑ نے قتل کیا کہا خدائے علیؑ نے قتل کیا اور علیؑ اس کے ساتھ تھے۔ پوچھا کیا تم بھی اُن کے قاتلوں میں سے تھے جواب دیا ہاں اور آج بھی اُن سے قتال کرتا ہوں پوچھا اس کو تم لوگوں نے کس وجہ سے قتل کیا جواب دیا اس نے ہمارا دین تغیر کرنا چاہا پس ہم نے اس کو قتل کیا۔ اور مثل ابوذرؓ و ابن مسعود کے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔ حذیفہ کہتا تھا کہ الحمد للہ میں عثمان بن عفان کے ..... میں کسی قسم کا شک نہیں رکھتا۔ مگر جس میں شک نہیں ہے وہ یہ ہے کہ اس کا قاتل کافر تھا۔

یا ایسا مومن تھا جس کا ایمان تمام مومنوں سے افضل ہے۔ اور وہ بہ نیت خالص اس کے قتل کا مرتکب ہوا۔ نیز حذیفہ کہتا تھا کہ جو کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے قیامت میں اس کا حال اس سے زیادہ ہے۔ جنہوں نے کہ گوسالہ پرستش کی تھی۔ نیز زید بن ارقم سے لوگوں نے پوچھا کہ تم کس سبب سے حضرت عثمان کو ...... جانتے ہو جواب دیا تین وجہوں سے مال خدا کو دولت مندوں کا نہبت نہ دولت کا سبب قرار دیا۔ دوسرے مہاجرین اصحاب رسول کو مثل محاربان خدا اور رسول کے قرار دیا۔ تیسرے کتاب خدا کے برخلاف عمل کیا۔ عائشہ نے رسول خدا کا پیراہن ہاتھ میں لے کر کہا کہ اے عثمان ابھی یہ پیراہن کہنہ بھی نہیں ہونے پایا کہ تو نے حضرت رسول خدا کا دین کہنہ کر دیا۔ نیز تمام اصحاب مہاجرین و انصار سے نیز دوسرے شہروں کے تمام لوگ جو کہ مدینہ میں آ گئے تھے ان سب نے اس کے قتل کا اجماع کیا۔ پس بعض لوگ اس امر کے مرتکب ہوئے جبکہ بعض لوگوں نے اعانت کی اور بعض راضی تھے۔ اور اس امر کا انکار نہ کیا اور حضرت عثمان کی مدد نہ کی مگر بیست آدمیوں نے جو کہ ان کے ظلموں اور بدعتوں میں اس کے شریک تھے پس اہلسنت جو کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو اجماع کے سبب ثابت کرتے ہیں لازم ہے کہ حضرت عثمان کا قتل واجب ہونے کے قائل ہوں۔ جس سے اس کا فسق یا ...... یا گناہ کہ جو ثابت و ظاہر ہوتا ہے۔ جس کے سبب قتل ہوئے اور ظاہر ہے کہ یہ امور استحقاق خلافت سے منافات رکھتے ہیں۔ یا پھر اجماع خلافت حضرت ابوبکر کے باطل ہونے کا اقرار کریں۔ کیونکہ اس اجماع کے اکثر لوگ اس اجماع میں داخل تھے۔ اور با قوال مختلفہ ان کی کثرت دس ہزار یا پندرہ ہزار یا پچیس ہزار تک پہنچی تھی۔ جس کی تعداد ہر ایک قول کے مطابق اجماع خلافت ابوبکر کی تعداد سے کئی حصے زیادہ تھی۔ بلکہ تمام اہل اسلام کیونکہ وہ دو حال سے خالی نہ تھے یا اس کے قتل پر اتفاق کیا یا اس کی اعانت و نصرت ترک کی حتیٰ کہ عائشہ و معاویہ جیسا کہ تاریخ اعثم اور ان کی تمام کتب میں مذکور ہے۔ کہ باوجودیکہ ان دونوں نے حضرت امیر کی عداوت کے سبب حضرت عثمان کے خون کا بہانہ کر کے تمام عالم کو درہم برہم کیا مگر جس وقت کہ اہل اسلام نے حضرت عثمان کے قتل کرنے کا ارادہ کیا عائشہ نے حج کا ارادہ کیا۔ اور مروان نے ہر چند اس سے کہا کہ حج میں تاخیر کر اور لوگوں کو اس کام سے باز رکھ مگر عائشہ نے اس کو قبول نہ کیا۔ اور کہا میں اس امر کو دوست رکھتی ہوں کہ حضرت عثمان ایک جوال میں ہوں اور میں اُسے دریا میں پھینک دوں۔ کہ وہ ہلاک ہو جائے اور عائشہ حضرت عثمان کو نعثل بھی کہتی تھی یعنی ...... صاحب نہایہ اور تمام مورخین اہل لغت نے روایت کی ہے کہ عائشہ مکرر کہتی تھیں اُقتلوا نعثلاً قتل اللہ نعثلاً اور ابن ابی الحدید نے جو اپنے استاد ابو یعقوب معتزلی سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتا تھا کہ جو لوگ حضرت عثمان کے قتل کی ترغیب و تحریص کرتے تھے عائشہ ان سب سے زیادہ اس کے قتل ہونے کی حرص رکھتی تھی اور معاویہ کو جب حضرت عثمان نے اپنی مدد کے لئے طلب کیا جواب دیا کہ جب تک وہ خدا کی اطاعت کرتا تھا حق تعالیٰ بھی اس کی مدد ...... کرتا تھا۔ اور جب اس نے اپنا حال متغیر کر لیا اور دین خدا کی حرمت کا خیال نہ رکھا حق تعالیٰ نے بھی اس کو چھوڑ دیا۔ اور میں اس کی اعانت نہیں کرتا جس کی حق تعالیٰ رعایت نہ کرے۔ اور یہ مثل اس جگہ صادق آتی ہے۔

ولیٔ یقین کُفر ہو المتروفہ اور قتل عمارؓ و ابوذرؓ وغیرہ تمام بزرگانِ صحابہ کے اس اجماع میں شریک تھے کہ جنہوں نے اُس اجماع میں مخالفت کی تھی۔ حتیٰ کہ حضرت امیر علیہ السلام جیسا کہ پیشتر معلوم ہو چکا کہ وہاں بیعت نہیں کی مگر چھ ماہ کے بعد اور وہ بھی مجبور اکراہ اور یہاں اکثر اہلسنت کے قول کے مطابق اُس کے قتل کا فتویٰ دیا۔ اور بقول دیگر اُس کے قتل ہونے سے کراہت ظاہر رکھتے تھے بلکہ راضی تھے اور فرماتے تھے قَتَلَہُ اللّٰہُ وَاَنَا مَعَہٗ نیز جن لوگوں نے حضرت عثمان کے قتل پر اتفاق کیا اور اُس کے قتل کے مرتکب ہوئے انہیں لوگوں نے اس کام سے فارغ ہونے کے بعد حضرت امیرؑ کی خلافت پر اجماع کر کے حضرتؑ کی بیعت کی اہلسنت حضرت امیرؑ کو باجماع خلیفہ واجب الاطاعت جانتے ہیں پھر انہیں لوگوں کا اجماع یہاں کیوں کر معتبر ہے۔ اور وہاں معتبر نہیں۔ اور یہ طعن کئی طعنوں پر مشتمل ہے مگر بوجہ اختصار ہم نے ان کو باہم ضم کیا۔

نواں طعن: حضرت امیر علیہ السلام جو فریقین کے متفق علیہ ہیں اُس کے ظلم و فسق کی گواہی دی ہے جیسا کہ خطبہ شقشقیہ اور نیز دیگر خطبے و کلمات آنحضرتؑ جو کہ متواتر و مسلم ہیں اُس پر دلالت کرتے ہیں اور اُن سب کا ذکر کرنا باعث طول کلام ہے۔ نیز اُس کے قتل مباح ہونے پر حضرت امیرؑ کا گواہی دینا اور اس کے قتل سے مضائقہ نہ رکھنا اس کے ...... و شقاوت کے لئے کافی ہے۔ اور ادعائے اجماع کی کوئی حجت نہیں جیسا کہ ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ بعد قتل ہونے حضرت عثمان حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ یہ کام مجھے پسند نہ آیا۔ اور یہ نہ معلوم ہوا نیز حضرتؑ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ اس کے قتل پر راضی تھے فرمایا نہیں پوچھا آزردہ ہوئے فرمایا نہیں اسی قسم کی بہت سی روایتیں ذکر کرنے کے بعد ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ ان روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت امیرؑ نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور نہ اُس سے منع فرمایا۔ .... پس حضرت امیرؑ نے حضرت عثمان کے قتل ہونے اور سریر خلافت مدد ولی پر استقرار پانے کے بعد ایک خطبہ پڑھا جس میں یہ فقرات تھے۔ قد طلع طالع ولمع لامع ولاح لائح واعتدل مائل و استبدل اللّٰہ بقوم قوما و بیوم یوما وانتظرنا الغیر انتظار المجدب المطر وانما الائمۃ قوام اللّٰہ علی خلقہ وعرفاؤہ علی عبادہ لا یدخل الجنۃ الا من عرفہم وعرفوہ ولا یدخل النار الا من انکرہم وانکروہ یعنی خلافت کا آفتاب افق ولایت سے طالع اور قمر امامت برج حق سے ساطع ہوا۔ امامت کا ستارہ آسمان وصایت پر چمکنے لگا جتنے امور کہ راہ حق سے باطل کی طرف مائل تھے وہ معتدل و راست ہوئے حق تعالیٰ نے ایک قوم کو دوسری قوم کے عوض تبدیل کیا اور زمانہ باطل کے عوض زمانہ حق لایا۔ ہم دولت ہائے باطل متغیر ہونے کے منتظر تھے جیسا کہ سال ہائے قحط میں لوگ پانی کے منتظر رہتے ہیں۔ اور اہلبیت رسالتؐ کے ائمہ و پیشوایان دینؑ خدا کی جانب سے امور خلق پر قیام کرنے والے ہیں اور بندگان خدا کے پہچاننے والے اور اُن پر مؤکل ہیں۔ اور بہشت میں داخل نہیں ہوتا مگر وہی شخص جو ان کو امامت کے ساتھ پہچانے اور وہ اس کو ایمان کے ساتھ پہچانیں اور جہنم میں داخل نہیں ہوتا مگر وہ شخص جو ان کا منکر ہو اور وہ اس کے منکر ہوں ابن ابی الحدید بھی خطبہ کی شرح میں کہتا ہے کہ اول کے تین فقروں سے مراد انتقال

خلافت ہے۔ اور چوتھے فقرے سے وہ کجی و نادرستی امور مراد ہے۔ جو آخر ایام حضرت عثمان میں تھی۔ اور پانچواں فقرہ اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حق تعالیٰ نے عثمان اور اس کے شیعوں کو حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کے ساتھ بدل دیا۔ اس کے بعد کہا ہے کہ اگر یہ کہیں کہ باوجودیکہ حضرت امیرؑ نے دنیا کو طلاق دے دیا تھا پھر خلافت پانے سے اس قدر شادی و سرور کیوں کیا پس ہم یہ جواب دیں گے کہ طلاق دنیا بسبب جاہ و اعتبار دنیوی کے تھا۔ اور شادی و سرور بہ امامت دین اور خلافت حق اور شریعت و ملت کے زندہ رکھنے کے سبب۔ بعد اس کے کہا ہے کہ آیا مذہب معتزلہ میں جائز ہے کہ حضرت علیؑ قتل عثمان کے اس طرح منتظر رہے ہوں جیسا کہ لوگ قحط سالی میں بارش کے منتظر رہتے ہیں۔ اور یہ عین مذہب شیعہ ہے۔ پس ہم یہ جواب دیں گے کہ حضرت امیرؑ نے انتظار تغیر فرمایا ہے نہ کہ انتظار قتل پس ممکن ہے کہ اس کے معزول ہونے کے منتظر رہے ہوں۔ بسبب ان اعتراضوں کے جو کہ اس نے کئے تھے اور یہ ہمارے اصحاب کے مذہب کے موافق ہے پس ظاہر و معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت امیرؑ کے ان کلمات سے جیسا کہ ابن ابی الحدید نے بھی اقرار و اعتراف کیا ہے۔ ثابت ہے کہ حضرت امیرؑ اس کے قتل ہونے سے شاد و خوشحال تھے۔ اور اس کی شقاوت کے لئے یہی کافی ہے۔ نیز بیان کرتے ہیں کہ امیر تیمور گورکانی کے زمانہ میں علماء ماوراء النہر نے متفق ہو کر ایک محضر اس مضمون کا لکھا کہ تمام لوگوں پر حضرت علی بن ابی طالب کا بغض واجب ہے۔ خواہ وہ بغض ایک جو کے برابر ہی کیوں کہ انہوں نے قتل عثمان کا فتویٰ دیا تھا۔ پھر امیر تیمور کو آمادہ کیا کہ یہ محضر شیخ زین الدین ابابکر کے پاس پہنچائیں کہ اس باب میں اس کی رائے بھی معلوم ہو شیخ نے اس محضر کی پشت پر لکھا کہ اس عثمان پر وائے ہو جس کے قتل کا فتویٰ حضرت علی مرتضیٰ دیں امیر کو اس کا قول پسند آیا اور اس محضر کو باطل و ابتر کیا۔

حضرت عثمان کا طغیان و عصیان اس حد تک جا پہنچا تھا کہ اہل مدینہ نے اس کے قتل ہونے کے بعد

دسواں طعن:۔ اس کے غسل و دفن کی فکر تک نہ کی اور نہ ہی اس پر نماز پڑھی جیسا کہ بلاذری نے مقتل عثمان میں اور واقدی و اعثم کوفی و طبری و ابن عبد البر اور نیز ان کے تمام عالموں نے اپنی تاریخوں اور کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے کہ اس کے قتل ہونے کے بعد تمام اہل مدینہ اور بزرگان صحابہ نے تین دن تک اس کو مزبلہ میں ڈال دیا تھا اور اس پر نماز پڑھنے غسل کفن دینے اور دفن کرنے سے لوگوں کو منع کرتے تھے تا اینکہ مروان اور دوسرے تین شخص جو کہ اس کے ملازموں سے تھے دفن کرنے کے لئے لیجاتے تھے۔ لوگوں کو اس کی خبر ہوئی اس کی لاش پر پتھر مارنے لگے تین روز بعد حضرت امیرؑ نے لوگوں کو ممانعت دفن سے منع کیا اور وقت شب اس کو یہودیوں کے مقبرہ میں دفن کیا۔ اور اکثر کا قول ہے۔ کہ بغیر غسل و کفن دفن کیا۔ اور حضرت امیرؑ اور بزرگان صحابہ و اہل اسلام سے کوئی شخص بھی اس پر نماز پڑھنے نہ آیا۔ مگر چند شخص جو کہ اس کے موالیوں سے تھے جب معاویہ والی ہوا اس نے حکم دیا کہ یہودیوں کے مقبرہ اور مسلمانوں کے مقبرہ کے درمیان جو دیوار ہے۔ اس کو گرا دیں اور اس کے بعد معاویہ کے حکم سے مسلمانوں نے اپنے مردوں کو

حضرت عثمان کی قبر کے اطراف و حوالی میں دفن کیا اور وہ مقام مسلمانوں کے مقبرہ سے متصل ہو گیا۔ اور تاریخ اعثم کوفی میں جو اس عہد میں موجود ہے۔ مذکور ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے لوگوں کو حکم دیا کہ حضرت عثمان کو دفن کیا حالانکہ تین دن گزر چکے تھے کہ اس کو مزبلہ میں ڈال دیا تھا اور ایک پاؤں کتے کھا گئے تھے۔ اور اس کو اٹھا کر ایک چھوٹے تختہ پر رکھا کہ اس کا پاؤں نکلتا تھا اور سر اس کا تختہ پر جنبش کرتا تھا اور بروایت دیگر اس تختہ سے ٹکراتا تھا۔ اور حق حق کرتا تھا اور حکیم بن حزام یا جبیر مطعم نے اس پر نماز پڑھی تھی۔ اور ظاہر و واضح ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام اور تمام صحابہ اس کو . . . . جانتے اس کی نماز سے تخلف نہ کرتے اور تین روز تک بغیر کفن دفن نہ چھوڑ گئے پس جو تھوڑا بھی انصاف رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اعتقاد خلافت حضرت امیرؑ کو اعتقاد خلافت عثمان کے ساتھ جمع نہیں کر سکتے کیونکہ واقع ان دونوں میں سے ایک کی قدح کا متضمن ہے۔ اور حضرت امیرؑ کی خلافت و جلالت متفق علیہ ہے۔ پس حضرت عثمان کی خلافت نیز ان لوگوں کی خلافت کا اعتقاد جو کہ خلافت پر عثمان کی خلافت متفرع ہے جائز و روا نہیں ہے اور کس لئے حضرت امیرؑ ایذا رسانی عمارؓ اور اخراج ابوذرؓ میں اس قدر معارضہ و انکار اور اصرار فرماتے تھے۔ اور قتل عثمان اور اس کے دفن و ترک نماز کرنے میں باوجودیکہ اس گروہ کے اعتقاد کے مطابق حضرت علیؑ اس کی رعیت تھے۔ بسہل انکاری و تغافل فرماتے تھے۔ کتاب صراط المستقیم میں روایت کی ہے کہ ابن جوزی نے جو کہ عامہ کا بہت بڑا عالم ہے بتقلید حضرت امیرؑ کو ایک دن یہ کہا کہ سلونی قبل ان تفقدونی یعنی جو کچھ کہ چاہتے ہو مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ پس ایک عورت نے اٹھ کر سوال کیا کہ بیان کرتے ہیں کہ سلمانؓ نے مدائن میں رحلت کی اور حضرت امیر علیہ السلام مدینہ سے مدائن میں جو ایک ماہ کی راہ ہے ایک شب میں تشریف لائے اور ان کی نماز و دفن سے فارغ ہو کر مراجعت فرمائی ابن جوزی نے کہا کہ ہاں اسی طرح روایت کرتے ہیں اس عورت نے کہا کہ حضرت عثمان مدینہ میں قتل کئے گئے۔ اور تین روز تک مزبلہ میں پڑے رہے اور حضرت امیرؑ نے اس پر باوجودیکہ مدینہ میں تشریف رکھتے تھے نماز نہ پڑھی جواب دیا ہاں درست ہے اس نے کہا پس ان دونوں میں سے ایک پر خطا لازم آتی ہے۔ پس ابن جوزی نے کہا کہ اگر تو بلا اجازت اپنے شوہر گھر سے باہر آئی ہے۔ تجھ پر خدا کی لعنت ہو اور اگر اس کی اجازت سے باہر آئی ہے اس پر لعنت ہو اس عورت نے پوچھا کہ کیا عائشہ باذن حضرت رسولؐ خدا حضرت علیؑ سے جنگ کرنے کے لئے گھر سے باہر نکلی تھی پس اس وقت ابن جوزی ساکت ہو گیا۔ اور معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت عثمان کی بدعتیں اور افعال و اقوال قبیحہ اس سے زیادہ ہیں کہ یہ رسالہ ان کی گنجائش رکھتا ہو۔ بلکہ وہ کتب مبسوط میں مذکور ہیں اور میں نے کتاب بحار الانوار میں ان میں سے اکثر حالات درج کئے ہیں۔ مگر اس جگہ جس قدر کہ ذکر کیا گیا وہ ایک صاحب انصاف کے لئے کافی ہے ابن ابی الحدید نے حضرت عثمان کے مطاعن بیان کرنے کے بعد یہ جواب مجمل دیا ہے کہ ہم اس کا انکار نہیں کرتے کہ حضرت عثمان نے بہت سی بدعتیں جاری کیں۔ اور اکثر اہل اسلام نے اس پر انکار کیا مگر ہم یہ ادعا کرتے ہیں کہ یہ امور فسق کی حد تک نہیں

پہنچے اور اس کے حبط اعمال کا باعث نہیں ہوئے بلکہ از گناہان صغیرہ مکفرہ تھے۔ اور وہ تین وجہوں سے امرزیدہ
اور اہل بہشت سے ہے پہلی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ اہل بدر سے ہیں اور حضرت رسولِ خدا نے فرمایا ہے۔ کہ حق تعالیٰ
اہل بدر پر مطلع ہوا پھر فرمایا کہ تم لوگ جو چاہو کرو۔ میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے ہیں اگرچہ وہ بدر میں حاضر نہ تھے مگر
رقیہ دختر رسولِ خدا کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں رہ گئے تھے۔ اور حضرت رسولِ خدا اس کے اجر اور حصہ غنیمت کے
ضامن ہوئے تھے۔ دوسری وجہ وہ اہل بیعت رضوان سے تھے جن سے کہ خدا راضی ہوا ہے جیسا کہ فرمایا لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ
عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔ اگرچہ وہ اس بیعت میں حاضر نہ تھے۔ مگر حضرت رسولِ خدا نے اس کو
کفار مکہ کی طرف برسالت بھیجا تھا۔ اور یہ بیعت اس لئے واقع ہوئی تھی کہ بدروغ مشہور و مذکور ہوا تھا کہ کافروں نے
اُسے قتل کیا ہے۔ پس ایک درخت کے نیچے حضرت رسالتمآب تشریف فرما ہوئے اور لوگوں سے بشرط ترک بیعت
لی۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اگر عثمان زندہ ہے میں اس کی جانب سے بیعت کرتا ہوں۔ اس کے بعد اپنے بائیں ہاتھ
کو اپنے دائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا کہ میرا بایاں ہاتھ عثمان کے دائیں ہاتھ سے بہتر ہے۔ تیسری وجہ وہ اُن آدمیوں میں
سے ہیں کہ احادیث میں جن کے لئے وارد ہوا تھا کہ وہ اہل بہشت سے ہیں پس یہ تینوں وجہیں اس امر پر دلالت کرتی
ہیں کہ وہ اُمرزیدہ ہے اور خدا اُس سے راضی ہے اور وہ اہل بہشت سے ہے۔ اور یہ امور اس پر دلالت کرتے ہیں۔
کہ وہ صاحب گناہ کبیرہ و . . . . . و فاسق نہیں۔ ابن ابی الحدید کے یہ تمام کلمات واہی ہیں۔ اور ہم بتائیدِ
خدا ان تمام وجہوں کا جواب اجمالاً و تفصیلاً اس طرح دیتے ہیں کہ ان تمام وجہوں کی بنا صرف وہ چند حدیثیں ہیں کہ
جن کو اُن لوگوں نے وضع کیا ہے اور ان کی روایت میں وہ خود بھی منفرد ہیں اور مکرر مذکور ہو چکا کہ ایسی چند معاتحوں سے
احتجاج کرنا چاہیئے۔ جو کہ دونوں فریق کے نزدیک مسلّم ہوں اور دونوں نے ان کی روایت کی ہو جیسا کہ ہم نے کیا ہے۔ نہ
صرف اس روایت سے جو ان کے لئے مخصوص ہو اور ہم اُن کو قبول نہ کریں اور ان کی عمدہ تریں روایات جن کو بخاری نے
روایت کی ہے۔ کہ وہ ایسی ہے کہ چند ناصبیوں نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے اور راوی عمرو ہے۔ کہ جس نے
حضرت امیر علیہ السلام کی نہ تو بیعت کی اور نہ ہی مدد کی بلکہ آپؑ کا دشمن تھا اور اس نے حجاج کافر فاسق کی بیعت کی تھی
حضرت امیر المومنینؑ نے جنگ جمل میں حدیث عشرہ مبشرہ کی تکذیب و تردید کی ہے جیسا کہ کتاب احتجاج میں شیخ طبرسیؒ
نے روایت کی ہے کہ جنگ جمل میں جب حضرت امیر علیہ السلام نے اہل بصرہ کے مقابل صف کشی کی اس وقت زبیر کو طلب
کیا۔ اور وہ طلحہ کے ساتھ حضرت امیرؑ کے پاس آیا آپؑ نے فرمایا قسم بخدا کہ تم دونوں اور اصحاب محمدؐ کے تمام اہل علم اور
نیز خود عائشہ اس کو جانتی ہیں کہ حضرت رسولِ خدا نے اصحاب جمل پر لعنت کی ہے اور وہ شخص خایب و نامید ہے جو حضرت
رسولِ خدا پر افترا کرے زبیر نے کہا ہم کیونکر ملعون ہیں حالانکہ ہم اہل بہشت سے ہیں فرمایا اگر میں تم کو اہل بہشت سے
جانتا تم سے جنگ کرنا حلال تصور نہ کرتا زبیر نے کہا شاید آپ نے سعید بن عمرو بن نفیل کی حدیث نہیں سنی کہ اس نے

حضرت رسالتمآبؐ سے روایت کی ہے کہ قریش کے دس شخص اہل بہشت سے ہیں فرمایا میں نے سنی ہے کہ یہ حدیث عثمان سے اس کے ایام خلافت میں بیان کی تھی۔ زبیر نے کہا آپ کو یہ گمان ہے کہ اس نے بدروغ اس حدیث کو حضرت رسول خدا سے منسوب کیا ہے آپؑ نے فرمایا تاوقتیکہ تو یہ نہ کہے کہ وہ دس شخص کون ہیں میں جواب نہیں دیتا زبیر نے کہا ابوبکر و عمر و عثمان، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن جراح، سعید بن عمرو بن نفیل آپؑ نے فرمایا تو نے دسویں شخص کا نام نہیں لیا وہ کون ہے کہا وہ آپؑ ہیں فرمایا کہ تو نے میرے لئے بہشت کا اقرار کیا اور جو کچھ کہ تو اپنے لئے اور اپنے اصحاب کے لئے دعوے کرتا ہے میں اس کو قبول نہیں کرتا ہوں زبیر نے کہا کیا آپ کو یہ گمان ہے کہ اس نے حضرت رسول خدا پر افترا کیا ہے آپ نے فرمایا میں گمان نہیں رکھتا بلکہ واللہ میں تو یقین رکھتا ہوں کہ اس نے آنحضرتؐ پر افترا کیا ہے اور قسم بخدا کہ جن لوگوں کا تو نے نام لیا ہے ان میں سے بعض ایک تابوت میں ہیں اور وہ تابوت ایک کنوئیں میں ہے جو کہ پائین ترین درکات جہنم کے ایک درہ میں ہے اور اس کنوئیں کے منہ پر ایک پتھر ہے کہ جہنم کو جس وقت حقتعالیٰ روشن و مشتعل کرنا چاہتا ہے وہ پتھر اس کے منہ سے ہٹا دیتے ہیں میں نے اس کو حضرت رسولِ خدا سے سنا ہے اگر تو نے سنا ہو حقتعالیٰ تجھ کو مجھ پر فتح و نصرت دے۔ اور میرا خون تیرے ہاتھ سے زمین پر بہائے اور اگر سنا ہے حقتعالیٰ مجھ کو تجھ پر اور تیرے اصحاب پر ظفر عطا فرمائے اور بہت جلد تمہاری روحوں کو جہنم کی طرف لیجائے پس یہ سن کر زبیر روتا ہوا اپنے اصحاب کی طرف لوٹ گیا نیز مخالفین نے اس حدیث کو اپنی صحاح میں سعید بن عمرو اور عبدالرحمن بن عوف سے روایت کیا ہے اور یہ دونوں ان دس شخصوں میں داخل اور اس روایت میں متہم ہیں باوجودیکہ اکثر متکلمین شیعہ نے بدلائل عقلیہ ثابت کیا ہے کہ از روئے عقل جائز نہیں ہے کہ حقتعالیٰ معصوم کے سوا اور کسی کو یہ خبر دے کہ اس کی عاقبت نیک اور وہ بہشت میں ہے کیونکہ یہ امر گویا اس کو امور قبیحہ کے لئے اغوا کرتا ہے۔ اور اس میں کوئی خلاف نہیں ہے کہ ان دس شخصوں میں سے اکثر معصوم نہ تھے بلکہ باتفاق ان میں سے بعض شخص گناہان کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں اور اگر یہ خبر واقع و صحیح ہوتی ابوبکر روز سقیفہ وغیرہ اس کو اپنے مناقب میں ذکر کرتے اور حضرت عمر نے بھی اسی طرح کبھی اس کو کسی مقام میں بیان نہیں کیا۔ اور حضرت عثمان اس وقت جبکہ لوگوں نے اس کو قتل کرنے کی غرض سے محصور کر لیا تھا اپنے مناقب بیان کرتے تھے وہ اس حدیث سے کیوں متمسک نہ ہوئے اور اگر اس حدیث میں اصلیت ہوتی ان چیزوں سے زیادہ نفع پہنچاتی جن کو اس نے بیان کیا تھا نیز اگر یہ حدیث واقع و درست ہوتی یہ احتمال کیونکر ہو سکتا تھا کہ بزرگان مہاجرین اس کی قرات پر جرأت کریں اور وہ سب خصوصاً حضرت امیر علیہ السلام اس امر پر راضی ہوں کہ جس شخص کے بارے میں یہ یقین جانتے ہوں کہ وہ اہل بہشت سے ہے اس کو ایسی ذلت و خواری سے مزبلہ میں ڈال دیں اور اس پر نماز تک نہ پڑھیں اور کس لئے اس کے اعوان و انصار بھی اس حدیث کے سبب ان پر حجت تمام نہیں کرتے تھے۔

ایضاً اگر ایسا ہو پس طلحہ کا کفر لازم آتا ہے۔ کہ وہ باتفاق اس کے قتل کو حلال جانتا تھا نیز لازم آتا ہے کہ جنگ جمل میں دونوں طرف کے لشکر کافر ہوں کیونکہ ان شخصوں سے بعض اس طرف اور بعض اس طرف تھے۔ اور ہر شخص دوسرے کے قتل کو حلال جانتا تھا نیز اگر یہ حدیث ثابت ہوتی لازم و ضرور تھا کہ عمر خود کو جانتا کہ وہ۔۔۔۔۔ نہیں ہے پھر وہ حذیفہ سے کیوں پوچھتا تھا کہ کیا حضرت رسالتمآبؐ نے مجھے۔۔۔۔۔ میں حساب کیا ہے؟ یا نہیں۔ نیز ہم کہتے ہیں کہ حدیث اہل بدر یا معنی ظاہر پر محمول ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید نے سمجھا ہے یعنی ان کو اجازت عام دی گئی ہے اور مغفرت ان کی تمام گناہان گذشتہ و آئندہ کے لئے شامل ہے یا کوئی مجاز و تخصیص اس میں ہے اور بنا بر اول لازم آتا ہے کہ اہل بدر سے تکلیف ساقط ہو گئی ہو اور ان کو تمام محرمات کی از قبیل صغیرہ و کبیرہ اجازت دی ہو اگرچہ وہ فعل کفر کی حد تک بھی پہنچتا ہو قتل استخفاف قرآن مجید کے اور یہ مخالف اجماع و ضرورت دین ہے اور کسی شخص نے اہل بدر میں عصمت کا دعوٰے نہیں کیا ہے۔ مگر حضرت امیرؑ میں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سب لوگ سوائے آنحضرت کے گناہوں کے مرتکب ہوتے تھے۔ پس ان کو ایسی مغفرت عام کی خبر دینا گویا امور قبیحہ کے لئے اغوا کرنا ہے اور یہ قبیح ہے اور اس کا صادر ہونا حق تعالیٰ سے محال ہے۔ اور بنا بر دوم یعنی مجاز و تخفیف قرار دینا پس یا اجازت کی تخصیص صغائر سے اور مغفرت کی تعمیم گناہان گذشتہ و آئندہ میں قرار دیتے ہیں اور یہ امر با وجود قبح مخالف اجماع ہے ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا اور اس پر دلالت نہیں کرتا کہ جتنے گناہ ان سے صادر ہوئے ہیں وہ سب کے سب صغائر مکفرہ تھے یا مغفرت کی تخصیص گناہان گذشتہ سے دینے اور اعملوا ما شئتم سے ان کے حسن عمل کا مبالغہ بدر میں مراد لیتے اور ان کے اس عمل شائستہ سے اظہار رضا و خوشنودی تصور کرتے ہیں پس یہ بھی ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے اور یہ سب احتمالات اس حالت میں ہیں جب ہم تسلیم کریں کہ عثمان اس عمل میں اہل بدر کا شریک ہے جس کی بنا ابن عمر کی ضعیف روایت پر ہے۔ اور حال اس کا سابقاً مذکور ہو چکا ہے و لیکن بیعت رضوان سے متمسک ہونا پس بر تقدیر یکہ ہم اس روایت کے صحیح ہونے کو تسلیم بھی کریں کہ حضرت رسالتمآبؐ نے اس کی جانب سے بیعت کی ہے اس کے ساتھ استدلال کرنا کئی وجہوں سے درست نہ ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آیت میں اپنی رضا کو ایمان و بیعت دونوں سے متعلق کیا ہے نہ تنہا بیعت سے اور حضرت عثمان اور اس کے اصحاب کا ایمان ممنوع ہے اور بہت سی حدیثیں خلفائے ثلاثہ کے نفاق پر دلالت کرتی ہیں۔ دوسری وجہ ہم اس کو قبول نہیں کرتے کہ المؤمنین کا الف اور لام استغراق کے لئے ہے جبکہ خصوصاً اس آیت میں بعد اس کے چند ایسے وصف مذکور ہوتے ہیں جو جماعت خاص کے اختصاص پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے بعد اس کے فرمایا ہے پس خدا نے جانا جو کچھ کہ ان کے دلوں میں ہے پس ان پر اطمینان کو نازل کیا اور ان کو ثواب عطا کیا فتح قریب و نزدیک کے سبب۔ اور بیعت رضوان کے بعد جو فتح کہ بلا خاصہ واقع ہوئی وہ فتح

خیبر تھی حضرت رسولِ خدا نے ابوبکر و عمر کو اس جنگ میں بھیجا مگر وہ دونوں حضرات بھاگ آئے پس اُس وقت حضرت رسولِ خدا نے علیؑ کو بھیجا۔ اور انہوں نے خیبر کو فتح کیا جیسا کہ مذکور ہوا پس حضرت امیرؑ علیہ السلام اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ تھے وہ اس آیت کے حکم کے لئے مخصوص ہیں اور حضرت کے ساتھ عثمان کا ہونا ثابت و معلوم نہ ہے۔ بایں سبب اس کا اس آیت کے حکم میں داخل ہونا بھی ثابت و معلوم نہ ہے اور یہ جواب بعض محققین و متکلمین شیعہ نے دیا ہے۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر ہم اس آیت کی تعمیم اور عثمان اور اُس کے اصحاب کے حق میں اس کا شامل ہونا تسلیم بھی کر لیں پس اس کا مفاد یہ ہے کہ تحقیق حق تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوا جبکہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کرتے تھے اور یہ امر اس پر کب دلالت کرتا ہے۔ کہ رضائے الٰہی ان کے لئے وقت موت تک ہمیشہ رہے گی اور یہ کہ یہ لوگ گناہان کبیرہ کے مرتکب نہ ہوں گے اور بنا بر مشہور یہ لوگ تقریباً ڈیڑھ ہزار یا ایک ہزار تین صد آدمی تھے اور یہ ثابت و معلوم ہے کہ ان میں بہت سے لوگ محرمات و کبائر کے مرتکب ہوئے اگر کوئی آقا ایک غلام رکھتا ہو اور وہ غلام کسی دن بہت اچھا کام کرے اور آقا اس سبب سے کہ اس نے اس کام سے بہت راضی ہوا اور پھر دوسرے دن وہی غلام نافرمانی عظیم کرے اس وقت آقا غضبناک ہو کر اس کو تنبیہ و تادیب کرے پس کوئی شخص اس آقا کو ملامت نہیں کرتا اور تناقض کی نسبت اس سے نہیں دیتا خصوصاً جبکہ وہ آیت جو کہ اسی سورہ میں تھوڑے فاصلے سے قبل اس آیت کے واقع ہوئی ہے وہ صریحاً اس پہ دلالت کرتی ہے کہ اس بیعت کا قبول ہونا وفا کرنے سے مشروط ہے اور ممکن ہے کہ اس بیعت کو برہم کر دیں جیسا کہ فرمایا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا یعنی بدرستیکہ جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ بیعت نہیں کرتے مگر خدا سے اور خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ پس جو یہ بیعت توڑ دے نہیں توڑتا ہے اس نے مگر اپنے نفس کے لئے۔ یعنی اس کا ضرر اس کے نفس کی طرف عاید ہوتا ہے اور جو کوئی اس چیز پر وفا کرے جس کا عہد خدا سے کیا ہے پس حق تعالیٰ نے اس کو بہت جلد ایک فرد بزرگ عطا کرے گا پس معلوم ہوا کہ اس بیعت کا فائدہ اس وقت ان کو ملتا ہے اور خدا کی رضا ان کے شامل حال ہوتی ہے جبکہ کوئی امر جو اس کے مخالف ہے ان سے صادر نہ ہو مگر ان لوگوں نے تو پہلے جنگ خیبر سے فرار کیا اس کے بعد حضرت رسولِ خدا کی اہلبیت کے ساتھ دشمنی کی آنحضرتؐ کا دین باطل اور ان کی شریعتوں کو برہم کیا ان کے وصی اور خلیفہ کو معزول اور ان کے پارۂ تن کو شہید کیا پھر ان اعمال قبیحہ کے صادر ہونے کے بعد اس بیعت کا حکم اور خوشنودی خدا ان لوگوں کی نسبت کہاں باقی رہی اور ہم نے اس مطلب کو محض اس لئے تھوڑا طول و بسط دیا کہ اس آیت اور ان حدیثوں سے بعض مخالفین شیعہ عوام کو شک و شبہ میں ڈالتے ہیں۔ اور بھی

ایسا بھی ہوتا ہے یہ لوگ جواب دینے سے عاجز ہو جاتے ہیں ولیکن مطاعن عثمان اس سے کہیں زیادہ ہیں مگر یہ رسالہ مختصر ان کا اختصار کر سکے اس لئے اس رسالہ میں انہیں چند مطاعن پر اکتفا کی گئی ہے اور جو شخص چاہے کہ ان سب سے مطلع و آگاہ ہو پس وہ کتاب بحار الانوار کی طرف رجوع کرے اور اسی طرح مطاعن معاویہ و طلحہ و زبیر و عائشہ و حفصہ و خلفائے بنی امیہ و عباس اور تمام اشقیا و ارباب بدعت کو بھی کتاب مذکور بحار الانوار اور نیز ارباب حق کی تمام کتب پر حوالہ کرتا ہوں۔

مقصد ہفتم

تمام ائمہ معصومین و طاہرین علیہم السلام کی امامت کا بیان

جاننا چاہیئے کہ لفظ شیعہ کا اطلاق اس شخص پر کرتے ہیں جو حضرت رسالتمآب کے بعد حضرت علی بن ابی طالب کو خلیفہ جانتا ہو۔ اور امامیہ و اثنا عشریہ کا اطلاق اس شخص پر کرتے ہیں جو کہ حضرت قائم علیہ السلام تک تمام بارہ اماموں کو امام و خلیفہ خدا و رسول جانتا ہو۔ اور یہ لوگ امام میں عصمت شرط جانتے ہیں اور حضرت رسول خدا کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو اور ان کے بعد حضرت امام حسن ع کو اور ان کے بعد حضرت امام حسین ع کو اور ان کے بعد امام زین العابدین ع کو اور ان کے بعد حضرت امام باقر ع کو اور ان کے بعد حضرت امام جعفر صادق ع کو اور ان کے بعد حضرت امام موسےٰ کاظم ع کو اور ان کے بعد حضرت امام رضا ع کو اور ان کے بعد حضرت امام تقی ع کو اور ان کے بعد حضرت امام نقی ع کو اور ان کے بعد حضرت امام حسن عسکری ع کو اور ان کے بعد حضرت امام حجتہ بن حسن مہدی ع کو امام جانتے ہیں۔ اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام زندہ ہیں اور اکثر خلائق سے غائب و پوشیدہ ہیں۔ اور بعد اس کے ضرور ظاہر ہو کر تمام بدعتوں کو دور کر دیں گے اور دنیا کو عدالت سے بھر دیں گے۔ اور تمام فرقہائے شیعہ میں مذہب حق یہی ہے پس اکثر زیدیہ و اسمٰعیلیہ و واقفیہ اور کیسانیہ وغیرہ میں داخل ہیں مگر امامیہ و اثنا عشریہ میں داخل نہیں ہیں۔ اور شیعہ باعتبار اس معنی کے بہت سے فرقہ رکھتے ہیں جیسا کہ فخر رازی اور محمد شہرستانی و صاحب مواقف وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اور اکثر بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں مثل کیسانیہ کے جو کہ حضرت امام حسین ع کے بعد محمد بن حنفیہ فرزند حضرت امیر علیہ السلام کو خلیفہ جانتے ہیں ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے رحلت نہیں کی ہے وہ مہدی ہیں غائب ہو گئے ہیں اور پھر ظاہر ہوں گے۔

ان کے بعد کوئی کلام نہیں ہے۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے رحلت کی اور امامت ان کی اولاد کو ملی ان کے درمیان بہت سے مذہب باطل تھے۔ مگر الحمد للہ کہ ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ اور نسل زیدیہ کے جو کہ حضرت امام حسینؑ یا امام زین العابدینؑ کے بعد فرزند امام زین العابدینؑ کی امامت کے قائل ہوئے ہیں ان میں سے بعض حضرت امیر علیہ السلام کو خلیفہ بلا فصل جانتے ہیں۔ اور بعض ان تینوں خلیفہ ہائے باطل کے بھی قائل ہیں۔ اور نسل اسمٰعیلیہ کے جو کہ اسماعیل فرزند امام جعفر صادقؑ کو امام جانتے ہیں۔ حالانکہ اسماعیل نے آنحضرت صادق علیہ السلام کے زمانہ میں رحلت کی اور اعلانیہ اُس کا جنازہ اٹھایا اور اس پر نماز پڑھی اور اسمٰعیلیہ میں بھی کئی فرقے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اسماعیل نے رحلت نہیں کی مگر حضرت صادق علیہ السلام نے از روئے تقیہ اس کو منصور دوانقی سے پنہاں کر کے اُس کی رحلت کی خبر مشہور کی اور حضرت صادق علیہ السلام کے بعد وہ تھوڑے عرصہ زندہ رہا۔ اور اس کی اولاد کو امامت ملی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت صادقؑ کی حیات میں اس نے رحلت کی مگر نص امامت بر طرف نہیں ہوئی۔ اور حضرت صادقؑ کے بعد اولاد اسماعیل کی طرف منتقل ہوئی ان میں سے اکثر فرقہ زمانہ دراز گزرنے کے بعد ملحد ہو گئے۔ اور تمام عبادتوں کو ترک کر کے تمام گناہوں کو جائز و مباح کیا۔ اور اس زمانہ میں اس فرقہ کے بہت کم لوگ پوشیدہ و پنہاں ہیں۔ اور نسل ناوسیہ کے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت صادق علیہ السلام نے رحلت نہیں کی بلکہ پنہاں ہو گئے ہیں اور پھر ظاہر ہوں گے۔ اور وہی مہدی ہیں۔ اور نسل فطحیہ کے جو کہ حضرت صادق علیہ السلام کے عبداللہ افطح یعنی آپؑ کے فرزند بزرگ کو جو کہ ظاہر و باطن میں معیوب تھا اسی لئے امامت اس کی طرف منتقل نہیں ہوئی امام جانتے ہیں اور اس کے بعد امام موسٰے کاظمؑ کو حضرت امام صادق علیہ السلام کے بعد عبداللہ نے چند دن زندہ رہنے کے بعد وفات پائی۔ اور نسل واقفیہ کے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام موسٰے کاظمؑ زندہ و غائب ہیں اور وہی مہدی ہیں۔ اور یہ لوگ حضرت کاظم علیہ السلام کے بعد اور اماموں کے قائل نہیں ہیں۔ ان فرقوں کے علاوہ اور چند فرقہ شاذ و نادر بھی روایت کرتے ہیں مگر ان تمام فرقوں سے اس وقت تک کہ ہجرت سے گیارہ سو نو برس (اور اب تیرہ سو چھیانوے برس) گزر چکے ہیں تین فرقوں سے زیادہ باقی نہیں رہے ہیں یعنی امامیہ اسمٰعیلیہ اور زیدیہ اور باقی دیگر تمام فرقے منقرض و مستاصل ہو چکے ہیں۔ اور ان سے بجز نام کے اور کچھ باقی نہیں رہا ہے نسل ان لوگوں کے جو کہ محمد فرزند حضرت صادقؑ کی امامت کے قائل تھے یا موسٰے برقعی کی یا جعفر کذاب کے یا ان کی نسل اور دوسروں کی امامت کے قائل تھے۔ لیکن جو مذہب کہ اب باقی نہیں ہیں ان کا باطل ہونا کسی شرح و بیان کا محتاج نہ ہے کیونکہ ان میں سے کوئی مدعی امامت ظاہر نہیں ہے اور با جماع ثابت و ظاہر ہے کہ تکلیف ساقط نہیں ہوئی پس تکلیف بغیر موجود ہونے ایسے شخص کے جو کہ تکلیف الٰہی کو لوگوں سے بیان کرے اور اس کی تعلیم کے سبب لوگوں کو امور مکلفہ معلوم ہوں تکلیف ما لا یطاق ہے اور وہ عقلاً قبیح ہے نیز تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ قیامت

تک مذہب حق کا امت کے درمیان رہنا ضروری و لازمی ہے نیز عام امت باجماع مرکب مذاہب موجودہ کے سوا اور تمام مذاہب
کی نفی پر متفق ہیں ۔ ولیکن امامت ائمہ اثنا عشر کی امامت کا ثابت کرنا اور تمام مذہبوں کا خواہ وہ موجود ہوں خواہ منقرض
ہو چکے ہوں باطل کرنا پانچ طریق سے ہو سکتا ہے جن میں سے پہلا طریق نص ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک مجمل اور دوسری
مفصل و لیکن مجمل نص اس کی چند قسمیں ہیں پہلی قسم صاحب جامع الاصول نے صحیح بخاری و مسلم سے بروایت جابر بن سمرہ روایت
کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے حضرت رسالتمآب سے سنا کہ فرماتے تھے کہ بعد میرے بارہ امیر ہوں گے اور ازاں بعد آپؐ
نے کوئی کلمہ فرمایا جس کو میں نہ سن سکا اور اپنے باپ سے پوچھا کہ آنحضرتؐ نے کیا فرمایا تھا جواب دیا آپ نے فرمایا تھا
کہ وہ سب قریش سے ہیں اور بروایت دیگر فرمایا کہ ہمیشہ لوگوں کا امر جاری و رہا ہے تاوقتیکہ بارہ شخص ان کے والی
ہیں اور مسلم نے جابر سے بسند دیگر روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ حضرت رسالتمآب کی خدمت
میں گیا پس میں نے سنا کہ فرماتے تھے کہ ہمیشہ یہ دین عزیز و غالب و منیع و بلند مرتبہ ہے بارہ خلیفوں تک اور میرے
باپ نے کہا کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ یہ سب قریش سے ہیں اور پھر بسند دیگر اسی مضمون کی روایت کی ہے اور دین
کی جگہ اسلام کہا ہے نیز جامع الاصول میں یہی مضامین صحیح ترمذی و نسائی سے مروی ہیں اور بعض روایتوں میں
اس طرح ہے کہ آنحضرتؐ سے لوگوں نے پوچھا کہ اس کے بعد کیا ہوگا آپؐ نے فرمایا ہرج مرج ۔ اور بعض روایت میں اس طرح ہے
کہ یہ دین ہمیشہ قائم و برپا ہے جبتک کہ بارہ امیر لوگوں کے والی رہیں نیز صحیح مسلم میں عامر بن سعید بن وقاص سے روایت
کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے جابر بن سمرہ کو خط لکھا کہ مجھے اس چیز سے مطلع کر جو تو نے حضرت رسولؐ خدا سے سنی ہے اس
نے جواب دیا کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے بروز جمعہ بوقت عصر جبکہ اسلمی کو سنگسار کیا کہ فرماتے تھے کہ یہ دین ہمیشہ
برپا ہے جب تک کہ قیامت برپا ہو اور ان لوگوں پر قریش کے بارہ خلیفہ ہوں گے اور دوسری روایت میں
اس کا تتمہ یہ ہے کہ پس چند دروغگو باہر نکلتے ہیں قریب قیامت کے اور بسند ہائے بسیار ان کی کتب معتبرہ میں
شعبی سے مروی ہے اور شعبی نے مسروق سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ ہم ابن مسعودؓ کے پاس تھے ۔ اور
وہ قرآن ہمارے سامنے پڑھ رہا تھا پس ایک شخص نے اٹھ کر اس سے پوچھا کہ آیا تم لوگوں نے حضرت رسولؐ خدا سے
پوچھا تھا کہ آپؐ کے بعد کتنے خلیفہ ہوں گے ابن مسعود نے کہا میں جب سے عراق سے آیا ہوں یہ امر مجھ سے کسی نے
نہیں پوچھا البتہ ہم لوگوں نے پوچھا تھا اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ بارہ شخص ہوں گے تعداد نقبائے بنی اسرائیل کے مطابق
اور وہ سب قریش سے ہوں گے ابو جحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ ہمیشہ یہ دین برپا ہے
قریش کے بارہ خلیفہ تک پس جب یہ بارہ خلیفۃ اللہ جائیں گے زمین اپنے اہل کے ساتھ موج میں آئے گی نیز عبداللہ
بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا فرماتے تھے کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے نیز روایت کرتے
ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا فرماتے تھے کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے ایضاً روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر نے ابی الطفیل

سے کہا کہ بارہ خلیفوں کو حساب کر اس کے بعد ہرج و مرج اور قتل و قتال ہوگا نیز مروی ہے کہ لوگوں نے عائشہ سے پوچھا کہ حضرت رسولِ خدا کے کتنے خلیفہ ہوں گے جواب دیا کہ آنحضرتؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ بارہ خلیفہ ہوں گے پوچھا وہ کون ہیں جواب دیا کہ اُن کے نام بخط حضرت رسولؐ میرے پاس لکھے ہیں کہا کہ ہم سے بیان کر اس نے انکار کیا اور نہ کہا اس مضمون کے مطابق اور بہت سے الفاظ دیگر میں بھی روایت کرتے ہیں صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمر سے روی ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ فرماتے تھے کہ یہ امر ہمیشہ قریش میں رہے گا تاوقتیکہ لوگوں سے دو شخص باقی رہیں۔ اسحاق بن سلیمان عباسی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتا تھا کہ ہارون الرشید نے مجھے خبر دی ہے کہ اُس کے آباؤ اجداد عباسی سے روایت کرتے تھے کہ حضرت رسولِ خدا نے اُن سے فرمایا اے عم میرے فرزندوں سے بارہ خلیفہ ہوں گے پھر امور کریہ اور شدت عظیمہ ظاہر ہوگی بعد اس کے میرے فرزندوں سے مہدیؑ ظاہر ہوں گے اور حق تعالیٰ ایک رات میں اس کے امور کی اصلاح کرے گا پس وہ روئے زمین کو عدالت سے بھر دے گا جو کہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی اور وہ زمین پر رہے گا جب تک خدا کو منظور ہو پھر دجال خروج کرے گا اور خلافت اثنا عشر پر ان حدیثوں کے دلالت کرنے کی یہ وجہ ہے کہ اسلام کے تمام فرقوں سے کوئی فرقہ بارہ خلیفوں کا خصوصاً بارہ اماموں کا جو کہ سب قریش سے ہوں اور جب تک کہ خلائق باقی رہیں ہمیشہ اُنکی خلافت واجب ہونے کا قائل نہیں ہے۔ مگر فرقہ ہائے شیعہ سے فرقہ اثنا عشریہ۔ پس انہیں حدیثوں سے جو کہ اُنکی تمام صحاح میں مکرر وارد ہوئی ہیں ہمارا مذہب ثابت ہوگیا اور دوسرے تمام مذہب باطل ہو گئے اور مخالفوں کا ایک عجیب و غریب تعصب یہ ہے کہ اُن میں سے بعضوں نے یہ چاہا ہے کہ ان حدیثوں کو اپنے مذہب کے موافق قرار دیں اور کہتے ہیں کہ بارہ خلیفہ یہ ہیں۔ خلفائے ثلاثہ۔ حضرت امیر المومنینؑ۔ حضرت امام حسنؑ اور بنی اُمیہ کے سات خلیفہ۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ صالحین خلفا مراد ہیں اور وہ حضرت امام حسنؑ کے بعد عبداللہ بن زبیر اور عمر بن عبدالعزیز اور بنی (؟) کے دوسرے پانچ خلیفہ ہیں۔ یہ دونوں توجیہیں نہایت رکیک ہیں کیونکہ تمام خلفائے بنی امیہ و بنی عباس شقاوت و ضلالت اور جہالت میں ایک دوسرے کے شبیہ تھے مگر عمر بن عبدالعزیز کہ وہ بعض اقوال نیک رکھتا تھا پس اُن کے درمیان بعضوں کو انتخاب کرنا اور بعضوں کی تردید کرنا بے وجہ ہے۔ علاوہ تمام حدیثوں کا ظاہر مضمون اُنکی خلافت کا اتصال و استمرار ہے۔ اور بعضوں میں بصراحت مذکور ہے کہ قیامت تک ہمیشہ رہیں گے اور بعضوں میں مذکور ہے فَاِذَا مَضَوا سَاخَتِ الْاَرْضُ بِاَهْلِهَا۔ یعنی جب یہ ائمہ اٹھ جائیں گے زمین اپنے اہل کے ساتھ موج میں آئے گی اور انتظام عالم برطرف ہو جائے گا اور بعضوں میں صریحاً مذکور ہے کہ قریش کی خلافت قیامت تک باقی ہے پس ثابت و معلوم ہوا کہ یہ تاویلیں ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتیں اور یہی حدیثیں ہمارا مدعا ثابت کرنے کے لئے کافی و وافی ہیں۔ دوسری قسم۔ حدیث ثقلین اور اس کی مثل دوسری حدیثیں ہیں جو کہ اس

پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت رسولؐ نے قرآن و اہلبیتؑ کی متابعت کا حکم دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ یہ دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔ پس مخالفوں کے خلیفوں کا زمانہ ختم ہوگیا اور یہ لوگ اہلبیتؑ میں سے کسی کی خلافت کے قائل نہیں ہیں۔ اور اگر ائمہ اسمٰعیلیہ ہوں پس وہ چند فاسق و ملحد ہیں جو کہ ظاہر میں تابع سلاطین شیعہ ہیں اور فسق و فجور اور انواع معاصی میں مشہور و معروف ہیں اور کوئی عاقل ان کی امامت جائز نہیں جانتا۔ زیدیہ بھی اپنے اصولِ دین میں کسی حجت سے متمسک نہیں ہیں اور ان کے اعتقاد کے مطابق جو سید فاطمی کہ تلوار اٹھا کر خروج کرے وہی امام ہے اور وہ ائمہ حق کی نسبت وہ لوگ اس زمانہ میں امامت کا دعوے کرتے ہیں اگرچہ ان کا نسب ثابت ہو لازم ہے کہ احکام الٰہی اور معانی قرآن کے جاننے والے ہوں کہ جو ان کی متابعت کتاب خدا کے ساتھ صادق آتی حالانکہ ان میں اکثر ایسے ہیں جو کہ کتاب و سنت سے جاہل ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے فروعِ دین میں اکثر مسئلوں میں ابو حنیفہ کے مقلد ہیں۔ اور اپنی تخصیص امامت کی کوئی حجت و دلیل نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ اپنی امامت پر کوئی نص رکھتے ہیں نہ کوئی دلیل اور نہ کوئی اجماع اس کے لئے منعقد ہوا ہے بلکہ تمام بادشاہان جور کی مانند غلبہ و استیلا بادشاہ ہوتے ہیں اور اس کا نام امامت رکھا ہے اور ان بزرگواروں کو ناسزا کہتے ہیں جو کہ افضل تر اہلبیت میں مثل حضرت باقرؑ و صادقؑ کے باوجودیکہ خوارج کے سوا تمام امت کے لوگ ان بزرگواروں کی فضیلت و جلالت و عدالت کا اقرار کرتے ہیں۔ اس لئے یہ لوگ مثل خوارج کے ہیں احادیث اہلبیتؑ میں وارد ہوا ہے کہ زیدیہ مخالفوں سے بدتر ہیں کیونکہ مخالفین ہمارے شیعوں سے عداوت رکھتے ہیں و ادیدہم سے عداوت نہیں رکھتے۔ جبکہ زیدیہ ہم سے عداوت رکھتے ہیں۔ اور تیسری قسم ابن ابی الحدید نے صاحب حلیۃ الاولیاء سے روایت کی ہے۔ اور فضائل احمد بن حنبل اور خصائص نطنزی میں بھی مذکور ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ فرماتے تھے کہ جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی زندگی مثل میری زندگی اور اس کا مرنا مثل میری رحلت کرنے کے ہو اور اس جنت میں ساکن ہو جس کو حق تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے بویا ہے اور وہ میرا مقام و منزل ہے پس ایسے شخص کے لئے لازم ہے کہ وہ میرے بعد حضرت علی بن ابی طالب کی ولایت اختیار کرے اور ان ائمہ و اوصیاء کی پیروی کرے جو کہ اس کے فرزندوں سے ہیں۔ بدرستیکہ یہی میری عترت ہیں اور میری طینت سے خلق ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ نے میرا علم و فہم ان کو عطا فرمایا ہے۔ اور میری امت کے اس گروہ پر وائے ہو جو ان کی تکذیب کرے اور میرے اور ان کے درمیان قطع کر دیں اور میری رعایت ان کے حق میں نہ کریں۔ حق تعالیٰ میری شفاعت ان تک نہ پہنچائے اور چوتھی قسم زمخشری نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خدا فرماتے تھے کہ فاطمہؑ میرے دل کا سرور ہے اور اس کے دونوں فرزند میرے دل کا میوہ ہیں اور اس کا شوہر میری آنکھوں کا نور ہے اور اس کی اولاد کے ائمہ میرے پروردگار کے امین ہیں اور وہ رسیاں ہیں جو خدا کے اور اس کی مخلوق کے درمیان کھینچی ہوئی ہے جو کوئی ان کی پیروی اس سے متمسک ہوگا وہ نجات پائے گا اور جو کوئی ان سے تخلف کرے گا اور جدا ہو جائے گا۔

وہ جہنم کی وادی اسفل میں داخل ہوگا اگرچہ اس مضمون کی احادیث اُن کی معتبر کتابوں میں مذکور ہیں مگر اُن کی صحاح میں نہ ہونے کی وجہ سے مذکور نہ ہوئیں ولیکن نقل مفصل پس جبکہ حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت ثابت ہوگئی حضرت امیر علیہ السلام کا حضرت امام حسن علیہ السلام پر نص کرنا اور حضرت امام حسن علیہ السلام کا حضرت امام حسین علیہ السلام پر اور اسی طرح ہر ایک امام کا دوسرے امام پر نص کرنا حضرت امام مہدی علیہ السلام تک علما و محدثین امامیہ کے درمیان جن کے اشخاص کثیرہ ہر عہد و عصر میں ہر ایک شہر و ناحیہ میں بکثرت متواتر ہے اور انہوں نے اپنی کتب و تصانیف میں مرقوم کیا ہے اور ثابت و معلوم ہے کہ دیانت و حقانیت کے سوا اُن کے لئے اور کوئی چیز اس امر کا باعث نہ ہوئی کیونکہ ملک و بادشاہی ہمیشہ مخالفین کے پاس رہی اور وہ لوگ قاہر و غالب تھے اور باوجودیکہ یہ بزرگوار ان سے نہایت خوف رکھتے تھے ان تمام اخبار و آثار کو ضبط کرتے تھے اور اگر ان کی غرض دنیا ہوتی لازم و ضرور تھا کہ خلفائے جور مخالفین سے متوسل ہوں اور خوف و بیم سے نجات پا کر عزیز و مکرم رہیں علاوہ اس کے ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے اکثر بزرگوار اہل صلاح و سداد تھے۔ اور دروغ سے حد درجہ احتراز کرتے تھے۔ پس جو کہ ان اسباب و قراین کے ساتھ ان روایتوں کو ملاحظہ کرے البتہ اس کو ان کا حق و راست ہونے کا علم حاصل ہو جاتا ہے اور طریق ہائے معتبرہ شیعہ بارہ اماموں کی حدیثیں اور ان کے نامہائے مقدس حضرت رسول خدا اور ہر ایک امام سے متواتر ہیں اور وہ سب معجزہ ہیں کیونکہ ہر ایک امام کا نام اور صفات اور اس کے ماں باپ کا نام اُس کے قبل از وجود بیان کیا ہے غیبت امام دوازدہم یعنی امام حضرت مہدی علیہ السلام تک نیز تمام حالات آنحضرت اور اُن خلفا کا ذکر جو کہ زمانہ ولادت آنحضرت میں تھے اور وہ کتابیں جن میں یہ احادیث مذکور ہیں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت قائم علیہ السلام کے زمانہ تک تمام شیعہ و سنی کے درمیان معروف و متداول تھیں پس ان احادیث میں کسی قسم کے شک و شبہ کو دخل نہیں ہے اور دوسرا طریق افضلیت ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے آئمہ طاہرین علیہم السلام کا ہر ایک امام اپنے تمام اہل عصر سے علم و صلاح اور زہد و ورع اور فضائل و مناقب میں افضل تھا خصوصاً ان خلفاء سے کہ جنہوں نے ان بزرگواروں کا حق غصب کیا تھا اور اس امر میں موالف و مخالف متفق ہیں اور مسائل مشکلہ و واقعات عظیم میں علما و فقہا ان بزرگواروں کی طرف رجوع کرتے اور ان کے کلام کو حجت اور پیروی کرنے کو سزاوار جانتے تھے۔ اور یہ بزرگوار جمیع رعایا و امرا کے مرجع تھے اور تمام خلفائے بنی امیہ و بنی عباس ان کو مستحق خلافت جانتے تھے اور ان سے خائف رہتے تھے اور عامہ کی تاریخ و احادیث کی کتب ان امور سے اور ان کے فضائل و مناقب سے بھری ہوئی ہیں اور خصوصاً فضائل و مناقب حسنین اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا اختصار کر سکیں اور صحیح بخاری و مسلم و ترمذی سے بروایت براء بن عازب جامع الاصول میں روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا

کہ میں نے رسولِ خدا کو دیکھا درحالیکہ امام حسنؑ آپ کے دوشِ مبارک پر سوار تھے۔ اور آپ فرماتے تھے
میں اس کو دوست رکھتا ہوں اے خدا تو بھی اس کو دوست رکھ نیز ان سب نے براء سے روایت کی ہے
کہ حضرت رسولِ خدا نے ایک دن حسینؑ کو دیکھا اور فرمایا خداوندا میں ان کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی ان
کو دوست رکھ نیز صحیح ترمذی سے بروایت ابن عباس جامع الاصول میں روایت کی ہے کہ حضرت امام حسنؑ کو
حضرت رسالتمآب نے اپنے دوشِ مبارک پر سوار کیا کسی نے حضرت امام حسنؑ علیہ السلام سے کہا کہ اے طفل تم
بہت اچھے مرکب پر سوار ہوئے ہو آپؐ نے فرمایا کہ یہ بھی بہت اچھا سوار ہے ایضاً صحیح ترمذی سے بروایت
انس روایت کی ہے کہ لوگوں نے حضرت رسولِ خدا سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک آپ کی اہلبیت سے کون لوگ
محبوب تر ہیں ارشاد فرمایا حسنینؑ اور حضرت فاطمہؑ سے فرماتے تھے کہ میرے دونوں فرزندوں کو بلاؤ جب
وہ حاضر ہوئے ان کو سونگھتے اور آغوش میں لیتے اور اپنے سینہ سے لپٹا لیتے تھے نیز صحیح ترمذی سے بروایت
ابوہریرہ روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں ایک دن حضرت رسالتمآب کے ہمراہ دیر تک رہا مگر آپؐ نے
مجھ سے کوئی کلام نہ کیا اور نہ ہی میں نے کوئی بات آپؐ سے کی تاوقتیکہ حضرتؐ بازار بنی قینقاع کی جانب تشریف
لے گئے پھر وہاں سے مراجعت فرما کر حضرت فاطمہؑ کے گھر تک آئے اور وہاں فرمایا کہ آیا میرا لڑکا یہاں ہے یعنی
امام حسن علیہ السلام۔ پس میں نے دیکھا کہ امام حسن علیہ السلام باہر نکل کر حضرتؐ کی طرف دوڑے اور دونوں
بزرگواروں نے ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے اس وقت حضرت رسولِ خدا نے فرمایا خداوندا میں
اس کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو اُس کو دوست رکھے اُس کو بھی دوست رکھ صحیح
بخاری سے بھی اس مضمون کو ابوہریرہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ حضرت رسولِ خدا حضرت فاطمہؑ کے گھر تشریف
لائے اور امام حسن علیہ السلام کو تین بار طلب فرمایا پس امام حسن علیہ السلام آئے کہ اُن کی گردن میں ایک تعویذ
آویزاں تھا حضرت رسولِ خدا نے اُن کو دیکھ کر ہاتھ بڑھائے اور ان کو اپنی آغوش میں لے کر کہا خداوندا میں
اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ اور اس کو بھی جو اسے دوست رکھے ابوہریرہ کہتا ہے
کہ آنحضرتؐ سے یہ کلام سننے کے بعد میرے نزدیک امام حسن علیہ السلام سے زیادہ اور کوئی شخص محبوب نہ
تھا۔ اور بروایت اُسامہ صحیح ترمذی سے روایت کی ہے کہ میں کسی ضرورت کے سبب ایک شب حضرت
رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ حضرت نے کوئی چیز اپنی رانوں پہ رکھی ہے اور اس پر کپڑا
اوڑھا لیا ہے جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا پوچھا یا رسول اللہ یہ کیا چیز ہے جس کو آپ اپنی گود میں لئے
ہیں آنحضرتؐ نے کپڑا ہٹا دیا پس میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ آپؐ کی رانوں پر سو رہے ہیں آنحضرتؐ
نے فرمایا یہ دونوں میرے فرزند اور میری دُختر کے فرزند ہیں خداوندا میں ان کو دوست رکھتا ہوں پس

پس تو بھی ان کو دوست رکھ اور اُسے بھی دوست رکھ جو اِن کو دوست رکھے نیز صحیح ترمذی سے بروایت یعلیٰ بن مرہ روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خدا فرماتے تھے کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں اور خدا اُس کو دوست رکھتا ہے جو اس کو دوست رکھتا ہے حسینؑ ایک سبط بھی ہے اسباط سے اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ سبط فرزند کا فرزند ہے یعنی اُن اسباط میں سے ہے جو کہ فرزندانِ یعقوب تھے گویا کہ پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر ہیں اور نہایۃ اللغۃ میں بھی یہی حدیث نقل کی ہے اور اپنی تفسیر میں کہا ہے یعنی خیر و خوبی میں بمنزلہ ایک امت کے ہیں تمام اُمتوں سے اور کہا ہے کہ دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حسنینؑ دو سبط رسول اللہ میں پھر کہا ہے یعنی دو طائفہ اور دو قطعہ ہیں آنحضرتؐ سے نیز بروایت ابو سعید خدری سے صحیح ترمذی سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خدا فرماتے تھے کہ حسنینؑ بہترین جوانانِ اہلِ بہشت ہیں نیز صحیح بخاری و مسلم و ترمذی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عمر سے یہ مسئلہ پوچھا کہ حالتِ احرام میں خونِ پشہ اور اُس کے مارنے کا کیا حکم ہے ابن عمر نے پوچھا کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے اس نے جواب دیا کہ عراق کا۔ ابن عمر نے کہا کہ اے لوگو اس شخص کی طرف نظر کرو یہ مجھ سے خونِ پشہ کا مسئلہ پوچھتا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں نے فرزندِ پیغمبر کو شہید کیا ہے۔ اور میں نے حضرت رسولِ خدا سے سُنا ہے کہ ان کے اور ان کے بھائی کے حق میں فرماتے تھے کہ یہ دونوں میرے باغ کے دو پھول ہیں اور یہ دونوں سیّد و بہتر و بہترِ اہلِ بہشت ہیں ایضاً صحیح نسائی سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن شداد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ حضرت رسالتمآبؐ مغرب یا عشا کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے درحالیکہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کو دوشِ مبارک پر سوار کئے تھے پس ان کو زمین پر اُتار کر نماز کی تکبیر کہی اور اثنائے نماز ایک سجدہ کو بہت طول دیا میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ وہ فرزند حضرتؐ کی پیٹھ پر سوار ہے اور حضرتؐ سجدہ میں ہیں۔ پس میں نے اپنا سر پھر سجدہ میں جھکا دیا جب رسولِ خدا نماز سے فارغ ہوئے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے ایک سجدہ کو بہت طول دیا تا اینکہ ہم نے یہ گمان کیا تھا کوئی امر حادث ہوا ہے یا وحی نازل ہوتی ہے آپ نے فرمایا یہ بات نہ تھی بلکہ میرا فرزند میری پیٹھ پر سوار تھا اور میں نے اس کو پسند نہ کیا کہ اس کے اتارنے میں تعجیل کروں کہ یہ اپنی حاجت و لذت سے بہرہ مند ہو اور نیز بروایت حسن بصری بخاری و سنن ابوداؤد و ترمذی و نسائی سے روایت کی ہے کہ ابوبکرہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت رسولِ خدا کو دیکھا کہ بالائے منبر تشریف رکھتے تھے اور امام حسنؑ ان کے پہلو میں تھے پس آنحضرتؐ کبھی لوگوں کی طرف نظر کرتے تھے اور کبھی ان کی طرف دیکھتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ یہ فرزند سیّد و بزرگوار ہے اور شاید حق تعالیٰ اس کے سبب میری اُمت کے دو گروہ عظیم میں اصلاح کرے اور صحیح بخاری و ترمذی سے بروایت انس بن مالک روایت

کی ہے کہ حسنؑ و حسینؑ سے زیادہ کوئی شخص حضرت رسول خدا کا شبیہ نہ تھا اور ان بزرگواروں کے فضائل میں اس قدر احادیث وارد ہوئی ہیں کہ جن کا احصار ممکن نہ ہے۔ اور جو کچھ مذکور ہوا وہ از قبیل نازل ہونے آیۂ تطہیر و آیۂ مباہلہ وغیرہ کے ان بزرگواروں کی فضیلت کے لئے کافی ہے کیونکہ اُن میں سے اکثر اُن بزرگواروں کی امامت پر دلالت کرتی ہیں خصوصاً محبوب خدا اور رسول خدا ہونے کی حدیثیں اس لئے کہ ثابت و ظاہر ہے کہ محبت رسولِ خدا تابع محبت خدا ہے اور آنحضرتؐ کی محبت بسبب قرابت و بشریت کے نہ تھی جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے اور جبکہ یہ بزرگوار محبوب خدا اور حضرتؐ کے نزدیک محبوب ترین اہلبیت ہوں پس ضرور ہے کہ قرب خدا اور تمام کمالوں میں بھی جمیع امت سے زیادہ ہوں بجز حضرت امیر المومنینؑ کے۔ پس بدلائل خارجہ اُن کی فضیلت ثابت ہو چکی ہے اور بہت سی روایتوں میں ان حدیثوں کا تتمہ یہ ہے۔ وَ اَبُوْهُمَا خَیْرٌ مِّنْهُمَا یعنی ان کے باپ ان سے بہتر ہیں۔ پس یہی بزرگوار جمیع خلق سے زیادہ خلافت امت کے حق دار ہوں گے۔ خصوصاً ان منافقوں سے جو کہ ان کے زمانہ میں بجبر و قہر خلافت کے متصرف ہوئے اور حضرت رسولؐ نے اکثر مقاموں میں اُن پر لعنت کی تھی ایضاً جو شخص ایسا ہو کہ اُس کی دوستی متلازم محبت خدا ہو پس ضرور ہے کہ اُس کی محبت و معرفت ارکان دین سے ہو۔ اور وہ کبھی کسی گناہ و رجس سے آلودہ نہ ہوا ہو ورنہ اُس گناہ کے مرتکب ہونے کے سبب اُس کی عداوت واجب ہوگی۔ ایضاً جو شخص کہ حضرت رسولؐ کے ساتھ وہ اختصاص رکھتا ہو۔ کہ اُس کی شان میں یہ فرمائیں۔ کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اور اسباط بنی اسرائیل سے جو کہ انبیاؑ و اوصیا تھے۔ اُس کی تشبیہ دی ہو۔ وہی شخص دوسروں سے زیادہ امامت کا حقدار ہے۔ اسی طرح ان دونوں بزرگواروں کا بہترین جوانان اہل بہشت ہونا اس کی دلیل ہے۔ کہ وہ تمام اہل عالم سے افضل و بہتر ہیں بجز اُس شخص کے جو کہ بدلیل خارج ہوا ہے۔ کیونکہ باتفاق تمام اہل بہشت جوان ہیں اور اُن میں کوئی شخص بوڑھا نہیں ہے۔ اگر جوانوں سے وہ لوگ مراد ہوں۔ جو کہ حالت جوانی میں دنیا سے اوٹھے ہیں۔ پس یہ خطا غلط ہے۔ کیونکہ یہ بزرگوار سن پیری میں شہید ہوئے ہیں۔ علاوہ اس کے ہمارا مدعا اس صورت میں بھی ثابت ہے کیونکہ بہت سے پیغمبر مثل حضرت یحییٰؑ وغیرہ کے ایسے ہیں جنہوں نے جوانی میں رحلت کی ہے۔ پس جبکہ یہ بزرگوار ان پیغمبروں سے افضل ہوں گے البتہ معصوم اور خلائق کے مقتدا پیشوا ہوں گے۔ اور اگر یہ کہیں کہ چونکہ یہ دونوں بزرگوار اُس وقت جوان تھے۔ اس لئے فرمایا۔ کہ یہ دونوں اہل بہشت کے اُس گروہ سے بہتر ہیں جو کہ اُس وقت جوان تھے پس یہ توجیہ بھی بیجا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں بزرگوار اُس وقت لڑکے تھے نہ کہ جوان اور اگر ہم اس کو تسلیم بھی کر لیں۔ ہمارا مطلب ثابت و متحقق ہے۔ کیونکہ درحالیکہ یہ بزرگوار لڑکپن میں تمام اہل بہشت سے بہتر ہوں۔

ان کی افضلیت وقت شباب میں بوجہ اتم ثابت ہوتی ہے ۔ اور نہایت تعجب کی یہ بات ہے کہ عامہ نے یہ چاہا ہے کہ اس حدیث کے مقابل ایک فضیلت ابوبکر و عمر کے لئے بھی ثابت کریں اور یہ حدیث وضع کی ہے کہ ابوبکر و عمر پیران اہل بہشت کے سید و سردار ہیں ۔ یہ لوگ اس امر سے غافل ہیں کہ بہشت میں کوئی شخص بوڑھا نہیں ہوتا ۔ اور وہ دوسرے تمام احتمال بھی باطل ہیں ۔ جیسا کہ معلوم ہو چکا ۔ باوجودیکہ اس حدیث ضعیف کو جس کی روایت میں یہ لوگ خود منفرد ہیں ۔ اور ابن عمر سے اس کی روایت کی ہے جو کہ اس باب میں جبر و تعصب کے ساتھ متہم اور حضرت امیر کی دشمنی میں معروف و مشہور ہے ۔ یہ حدیث اس حدیث سے یعنی جوانان اہل بہشت کے سید و سردار ہونے سے منافات رکھتی ہے ۔ جس کو عامہ و خاصہ نے بطریق ہائے متواترہ روایت کی ہے ایضاً یہ حدیث ان روایتوں سے منافات رکھتی ہے جن کو مخالفوں نے اپنی کتب معتبرہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت رسول فرماتے تھے کہ فرزندان عبدالمطلب تمام اہل بہشت کے سید و بہتر و بزرگ ہیں یعنی میں اور علی و جعفر فرزندان ابوطالبؑ اور حمزہؑ و حسنؑ و حسینؑ حضرت مہدیؑ تک ۔ اور اگر یہ کہیں ۔ کہ مراد یہ ہے کہ یہ دونوں اہل بہشت کے اس گروہ سے بہتر ہیں جو کہ اس وقت بوڑھے تھے ۔ باوجودیکہ یہ توجیہ بہت بعید ہے اُن کو کوئی نفع نہیں پہنچاتی ۔ کیونکہ اس گروہ سے ان کے افضل ہونے پر دلالت نہیں کرتے ۔ جو کہ اُس وقت جوان یا لڑکے تھے ۔ مثل حضرت امیرؑ و حسنینؑ کے اسی طرح حدیث اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا میں بھی یہ وضع کر کے ملحق کیا ہے ۔ وَعُمَرُ سَقْفُهَا اور اس امر سے غافل ہیں کہ شہر سقف نہیں رکھتا ۔ ایضاً اُس بزرگوار کے لئے حضرت رسولؐ کا سجدہ کو طول دینا اس پر دلالت رکھتا ہے کہ وہ بزرگوار خدا کے نزدیک نہایت قرب و منزلت رکھتے تھے کہ آنحضرتؐ نے آداب و سنن جماعت کو جس میں تخفیف مطلوب ہے ۔ محض اس لئے ترک کیا کہ اُن کی خواہش پوری ہو اور اُن کا دل رنجیدہ نہ ہو ۔ اور اگر ان فضیلتوں میں سے ہر ایک فضیلت اثبات امامت کے لئے کافی نہ ہو پس اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان سبھوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مرتبہ افضلیت انہیں کے لئے مخصوص تھا اور ان کے اہل عصر اس امر میں ان کے شریک نہ تھے پس یہی بزرگوار امامت کے لئے اولٰے و احق ہوں گے ۔ کیونکہ ترجیح مفضول از روئے عقل کے قبیح ہے ۔

تیسرا طریق عصمت ہے اور ہم دلائل عقلیہ و نقلیہ سے عصمت امام کا واجب ہونا ثابت کر چکے ہیں ۔ اور کوئی فرقہ سوائے امامیہ اثنا عشریہ کے عصمت امام اور تمام اماموں کی عصمت کا قائل نہیں ہے کہ جن کو اپنا امام جانتے ہیں ۔ پس وہ تمام مذاہب باطل ہیں اور مذہب اثنا عشریہ ہی حق ہے ۔ چوتھا طریق معجزہ ہے اور ہر ایک امام سے معجزات بے حد و بے شمار ظاہر ہوتے ہیں جو کہ شیعوں کے درمیان بلکہ عامہ کے درمیان بھی متواتر ہیں جیسا کہ مطالب السئول میں ابن طلحہ شافعی نے ابن صباغ مکی مالکی نے فصول مہمہ میں اور ملا جامی نے شواہد النبوۃ میں اور ان کے علاوہ

عامہ کے دوسرے عالموں نے بھی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے اور نام اس کا کرامت رکھا ہے حتیٰ کہ حضرت صاحب الامرؑ کے وکیلوں اور سفیروں سے معجزات عظیمہ ظاہر ہوتے تھے جس کے سبب اُن کی سفارت و نیابت سے لوگ آگاہ ہوتے تھے۔ اور پانچواں طریق اجماع ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام امت کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ مذہب حق ان مذہبوں سے خارج نہیں ہے۔ جو کہ امت کے درمیان ہیں اور ہم نے تمام مذہبوں کو بدلیل عدم نص و عدم عصمت و عدم معجزہ و عدم افضلیت باتفاق کر دیا ہے۔ کیونکہ اکثر اہل مذاہب اپنے تمام اماموں کے لئے جن کی امامت کے قائل ہیں ان امور مذکورہ کے قائل نہیں ہیں۔ اور ان امور کے جو لوگ قائل ہیں مثل ناووسیہ و واقفیہ کے وہ اصل امامت میں فرقہ اثنا عشریہ کے شریک ہیں پس امامت اثنا عشر سبھوں کے اجماع کے مطابق ثابت ہے اور وقف و غیبت و حیات کا ادعا کرنا جو کہ ان فرقوں کے لئے مخصوص ہے ان نصوص ثابتہ متواترہ سے باطل ہے جو کہ وجوب تعداد ائمہ اثنا عشر اور ان بزرگواروں کی تخصیص اور ثبوت مودت میں وارد ہوئی ہیں اور ان بزرگواروں کے اثبات امامت کے لئے ان پانچ طریقوں کے علاوہ اور طریقے بھی ہیں ولیکن اگر کوئی انصاف پسند اور حق کا طالب شخص تعصب سے بالاتر ہو کر ان طریقوں میں غور و تامل کرے گا انشاءاللہ ہدایت پائے گا۔ پہلا طریق وہ علوم ہیں جو ان بزرگواروں سے اہل عالم کے تمام فرقوں میں منتشر ہوئے اور وہ تمام علوم ہمارے آئمہ طاہرینؑ میں جمع ہوتے ہیں حتیٰ ہیں کہ ایک ایک علم کے ساتھ ایک ایک عالم مشہور و ممتاز رہا ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ تمام علما حضرت امیر علیہ السلام کی رعیت ہیں اور سبھوں نے حضرت امیرؑ سے اخذ کیا ہے اور تمام علوم میں از قبیل اصول دین و احکام شریعت و تفسیر قرآن و علم عربیت و طب و حکمت و وصایا و آداب و علم اخلاق و معاشرت و سیاست و نجوم وغیرہ کے اپنے کو آنحضرت سے منسوب کرتے ہیں۔ اور سبھوں نے آپؑ سے روایت کی ہے اور کلام جناب امیرؑ کو واجب الاتباع جانتے ہیں اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتے باوجود اس عداوت کے جو کہ اکثر فرقے اپنی اغراض باطلہ کے سبب آنحضرتؑ سے رکھتے تھے اور اسی طرح ان تمام علوم کو ذریت آنحضرتؑ کی آئمہ طاہرینؑ سے اخذ کیا ہے اور اہل علم سے کوئی شخص ان بزرگواروں کی فضیلت و جلالت و بلندی مدارج میں شک نہیں رکھتا اور چونکہ بنی امیہ زمانہ حضرت امام زین العابدینؑ میں مستولی تھے اور تمام عالم کو کفر و ضلالت نے گھیر لیا تھا۔ اور تقیہ بہت شدید تھا آپ لوگوں کو اپنی خدمت میں کم آنے دیتے تھے۔ اگرچہ ان وجہوں سے تمام علوم آپ سے بہت کم منقول ہوئے ہیں مگر وہ ادعیہ جو کہ آنحضرتؑ سے منقول ہوئی ہیں مثل صحیفۂ کاملہ کے جو کہ کتب سماویہ کا شبیہ ہے اور ثابت و متحقق ہے کہ یہ الہام الٰہی حضرت کی زبان معجز بیان پر جاری ہوا ہے اسی لئے انجیل اہلبیتؑ اور زبور آل محمدؐ کے ساتھ اس کو ملقب کیا ہے اور نیز آپ کی تمام دعائیں کہ جن کو میں نے صحیفۂ کاملہ سے کئی حصہ زیادہ جمع کیا ہے اور حق یہ ہے کہ اگر یہ دعائیں نہ ہوتیں تمام لوگ قاضی الحاجات سے مناجات کرنے کا طریقہ نہ جانتے اور آداب حسنہ و کلمات جلیلہ و اطوار پسندیدہ آنحضرتؑ

جن سے خاص و عام کی کتابوں نے زینت و آرائش پائی ہے ارباب حال و اصحاب زہد و ریاضت و کمال کے لئے وہ سرچشمہ ہے جس پر کہ اکتفا کر سکتے ہیں۔ اور چونکہ زمانہ حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ میں کہ آخر زمانہ بنی امیہ اور آغاز دولت بنی عباس تھا۔ ان دونوں بزرگواروں سے مسائل حلال و حرام اور علم تفسیر و کلام اور قصص انبیاء و سیر و تواریخ ملوک عرب و عجم اور نیز ان کے سوا دوسرے علوم غریبہ بے حد منتشر ہوئے اور محدثین شیعہ اطراف عالم میں پھیلے اور مناظرہ و مباحثہ میں تمام فرقوں کے علما پر ہمیشہ غالب رہتے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے چار ہزار شخصوں نے علمائے مشہور سے روایت کی ہے کہ جن میں سے اکثر علما صاحب تصانیف تھے اور شیعوں کے درمیان چار سو اصول ظاہر ہوئے جن کو اصحاب باقرؑ و صادقؑ و کاظمؑ نے روایت کی تھی۔ اور یہ لوگ کسی حکم میں علمائے مخالفین کی طرف رجوع کرنے کی احتیاج نہ رکھتے تھے بلکہ وہ سب ان ہی کے محتاج تھے اور ابو حنیفہ اور ان کے تمام قاضی اور عالم جب کسی مسئلہ میں عاجز و حیران و پریشان ہوتے تھے محمد بن مسلم اور مثل اس کے دوسرے اصحاب آنحضرتؑ سے رجوع کرتے تھے اور محمد بن نعمان جو اصحاب آنحضرت سے تھے۔ طاق المحامل کی کوفہ میں ایک دوکان تھی وہ اس قدر ان کے علما کو مناظرہ و مباحثہ میں عاجز و حیران کرتا تھا کہ وہ لوگ اسے شیطان الطاق اور شیعہ اس کو مومن الطاق کہتے تھے۔ ہشام بن الحکم و ہشام بن سالم اور محمد بن مسلم اور زرارہ و مثل ان کے اور اصحاب آنحضرتؑ تمام علوم و فنون میں اور خصوصاً ہشامینؒ علم کلام میں اس قدر ماہر تھے کہ خلفا و امرا کی مجالس میں مخالفین کے علمائے مشہور سے مباحثہ کرتے اور سب ان پر غالب آتے تھے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی نشر علوم میں اس قدر مصروف و مشغول تھے کہ ہارون ملعون نے آپ کو قید کیا اور حضرت امام رضاؑ سے اس مدت قلیل میں کہ خراسان میں تشریف رکھتے تھے۔ اس قدر علوم و آثار منتشر ہوئے کہ علما نے اس باب میں علیحدہ کتابیں مرتب کی ہیں اور مامون ملعون نے تمام مذاہب کے علما کو آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے جمع کیا تھا کہ شاید آپ عاجز ہوں مگر سب پر غالب آئے اور وہ سب کے سب حضرت کی امامت کا اقرار کر کے دین حق میں داخل ہوئے اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نو برس کی عمر میں امام ہوئے اور اپنی امامت کے پہلے ہی سال حج کو تشریف لے گئے اطراف و جوانب سے بہت سے شیعہ بھی جن میں فاضلان مشہور سے تھے حج کو آئے کہ حضرتؑ کی خدمت اقدس سے بہرہ یاب ہوں اور آپ نے ایام منیٰ کے تین دن میں علم کلام وغیرہ کے تیس ہزار مسئلوں کا ایسا درست و شافی جواب ارشاد فرمایا کہ سب حیران و ششدر رہ گئے اور آپ نے یحییٰ بن اکثم اور مخالفین کے تمام علمائے مشہور سے مجلس مامون میں مناظرہ کیا اور ان سب نے عاجز آنے کے بعد حضرت کے فضل و کمال و امامت کا اقرار کیا اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام چونکہ سر من رائے میں محبوس تھے اور بہت کم لوگ ان دونوں بزرگواروں کی خدمت میں پہنچتے تھے

بنابریں ان بزرگواروں سے بہت کم احادیث مروی ہیں مگر اکثر شیعوں کی بہت سی عرضیاں ہر سال ان بزرگواروں کی خدمت میں آتی تھیں۔ اور آپ اُن کے جوابات رقوم فرماتے تھے۔ اور نیز خلفا کے وقت کو جن مسئلوں میں اشتباہ ہوتا تھا ان بزرگواروں سے عرض کرتے تھے اور اُن کے قول کو تمام فقیہوں کے اقوال پر ترجیح دیتے تھے اور کوئی شخص یہ دعوےٰ نہ کر سکتا تھا کہ ان بزرگواروں نے ان امور کو علمائے مخالفین سے یا اُن کے راویوں سے اخذ کیا ہے۔ کیونکہ کسی شخص نے کبھی نہ دیکھا تھا کہ یہ بزرگوار کسی عالم کے پاس آمد و رفت رکھتے ہوں۔ نیز ان بزرگواروں کے علوم سابقین و مخالف اور ان ہی بزرگواروں کے لئے مخصوص تھے اور تمام علما علم میں اُن کے محتاج تھے۔ مگر یہ کسی کے محتاج نہ تھے پس معلوم ہوتا ہے کہ یہ علم لدنی ہے جو خدا و رسولؐ کی جانب سے ان کو ملا ہے۔ اور حق تعالیٰ نے ان کو اس کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ کہ تمام امت کے علما و ماوا اقرار یا دیں اور اس کو ان کا معجزہ قرار دیا ہے جیسا کہ ان کے جد بزرگوار یعنی رسولؐ خدا کا معجزہ تھا کہ بغیر کسی کتاب میں پڑھے یا کسی سے سُنے علوم اوّلین و آخرین اور قصص انبیاء و مرسلین کو ظاہر فرمایا۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ ان بزرگواروں کی امارت و عدالت پر تمام امت نے اجماع کیا ہے۔ اور کسی میں یہ قدرت و طاقت نہ تھی کہ ان بزرگواروں میں سے کسی پر کوئی قدح کرے یا کسی فسق و عیب کی نسبت ان سے دے اس سعی و کوشش کے باوجود جو کہ ان کے اعدا مثل خلفا و اُمرا اور اُن کے حاسد ان کا رتبہ پست کرنے میں کرتے تھے۔ اور اس شخص کو اپنا مقرب قرار دیتے تھے۔ جو ان بزرگواروں کی عداوت و دشمنی کا اظہار کرتا تھا۔ اور جس پر ان کی محبت و ولایت کا گمان رکھتے تھے۔ اُس کو دور و محروم بلکہ اس کے قتل و استیصال کی فکر میں رہتے تھے کہ اکثر لوگ ان کی امامت کا جو کہ نظیر مرتبہ نبوت ہے اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور اُن کے شیعہ اطراف بلاد میں منتشر ہو کر ان سے معجزات صادر ہونے کا اور نیز ان کی عصمت کا جمیع معاصی اور تمام لغزشوں سے پاک ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں تاوقتیکہ ان بزرگواروں کے غرائب احوال و محاسن صفات اور حالات غیب کی خبر دینے اور تمام معجزوں کے سبب جو کہ ان سے مشاہدوں سے کرتے تھے۔ اور غالیوں میں سے بعض نے ان کی پیغمبری کا اور بعض نے اُن کی خدائی کا اعتقاد کیا ہے۔ پس ان امور کے باوجود اور کثرت اعدا و حساد کے ممکن نہ ہو سکا کہ ان کے حق میں کوئی افترا کریں یا کسی معصیت و خطا کی نسبت ان سے دیں حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اہل علم کی یہ عادت ہے۔ کہ جو شخص کہ لوگوں کے درمیان علم یا اصلاح میں تھوڑا مرتبہ یا تھوڑی سی منزلت حاصل کرے وہ دشمنوں کی زبان سے بچ نہیں رہتا اور اس کے لئے چند عیب ثابت اور اس کے حق میں چند امور افترا کرتے ہیں تاکہ اُس کی قدر و منزلت کم کر دیں اور اس کو اس کے مرتبہ سے گرا دیں پس یہ امر بھی ان بزرگواروں کے معجزات سے ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے دشمنوں کی زبان اور ہاتھ کو باندھ دیا ہے۔ اور اُن کے رتبہ و منزلت کو دوست و دشمن کے درمیان

اس قدر ظاہر و واضح کر دیا کہ کوئی شخص ان کے حق میں تہمت و افترا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور تیسرا طریق اہل اسلام کے تمام فرقے خواہ وہ لوگ جو ان کو امام نہیں جانتے سبھوں نے اُن کی فضیلت و عدالت و طہارت اور بلندی قدر و شرافت پر اتفاق کیا ہے ماسوائے چند لوگوں کے مثل خوارج اور اُن کے امثال و اشباہ کے جو کہ اسلام کے فرقوں سے خارج ہیں ان بزرگواروں کے قول کو تمام لوگ حجت جانتے ہیں اور اُن سے روایتیں نقل کرتے ہیں اور نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کا ذکر اپنی کتابوں میں کرتے ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ کہ اہل حجاز و عراق و خراسان و فارس وغیرہ سے فضلا کی ایک جماعت کثیر حضرت امام باقرؑ حضرت امام جعفر صادقؑ اور نیز تمام ائمہ کے اصحاب سے تھے۔ مثل زرارہ۔ محمد بن مسلم۔ ابو بریدہ۔ ابو بصیر۔ ہشامین۔ حمران۔ بکیر۔ مومن الطاق ابان بن تغلب۔ معاویہ بن عمار کے اور علاوہ ان کے ایک جماعت کثیر اور بھی تھی۔ کہ جن کا شمار نہیں کر سکتے۔ اور کتب رجال اور علمائے شیعہ کی فہرستوں میں مسطور و مذکور ہیں۔ اور یہ سب شیعوں کے رئیس تھے۔ انہوں نے فقہ و حدیث و کلام میں کتابیں تصنیف کر کے تمام مسائل کو جمع کیا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کے بہت سے شاگرد و پیرو کار تھے۔ اور یہ لوگ ہمیشہ خدمت ائمہ طاہرینؑ میں حاضر ہو کر احادیث سنتے تھے۔ اور پھر ملک عراق و دیگر شہروں کی طرف مراجعت کر کے اُن احادیث کو اپنی کتابوں میں ثبت کرتے تھے۔ یہ لوگ ائمہ طاہرینؑ سے روایت کرتے اور ان بزرگواروں کے معجزات مشتہر کرتے تھے۔ ان لوگوں کا اختصاص ائمہ طاہرینؑ کے ساتھ معلوم و متحقق ہے جیسا کہ ابو حنیفہ کے ساتھ ابو یوسف اور اس کے شاگردوں کا اختصاص اور شافعی کے ساتھ اس کے شاگردوں کا اختصاص۔ اور یہ بھی سب لوگ جانتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شخص بھی نہیں ہے کہ ان کے اقوال و احوال سے ائمہ طاہرینؑ مطلع تھے پس ان لوگوں کی حالت دو صورتوں سے خالی نہیں یعنی یہ لوگ مذاہب شیعہ سے جن امور کی نسبت ائمہ طاہرینؑ سے دیتے ہیں ان میں راست گو اور محق ہیں یا دروغ گو اور مبطل ہیں اور اگر ان امور میں صادق ہیں کہ جنکی نسبت اپنے ائمہ طاہرینؑ سے دیتے ہیں یعنی دعوئے امامت۔ ان بزرگواروں پر نص کا صادر ہونا۔ ان بزرگواروں کے معجزات اور اُن کے مخالفوں کا کفر و فسق۔ پس یہ تمام امور حق اور ثابت ہیں اور اگر دروغ گو تھے پھر باوجودیکہ اُن کے ائمہ ان کے اقوال و احوال سے آگاہ تھے کس لئے ان سے بیزاری طلب نہ کی اور ان کا کذب و بہتان ظاہر نہ کر دیا جیسا کہ ابو الخطاب و مغیرہ بن شعبہ اور تمام غالیوں اور اہل ضلالت کے مذاہب باطلہ سے بیزاری طلب کرتے تھے۔ اگر دیدہ و دانستہ اغماض کر کے ان مذاہب باطلہ کے اقوال و افعال کو نیک و بہتر کہتے تھے۔ پس العیاذ باللہ خود بھی اہل ضلالت سے قرار پائیں گے۔ کیونکہ ان امور عامی تھا خمس و زکوٰۃ ان لوگوں سے قبول فرماتے تھے۔ مگر نہ ہی کوئی مسلمان اس امر کی نسبت ان بزرگواروں سے دیتا ہے۔ اور نہ ہی ان کو ایسا جانتا ہے۔ اور چوتھا طریق یہ ہے کہ حقتعالیٰ نے ہر شخص کو خواہ دوست ہو

خواہ دشمن ان بزرگواروں کی تعظیم و تکریم پر مجبور و مجبول کیا ہے۔ حتیٰ کہ خلفائے جور اور ان کے امرا باوجودیکہ ان سے نہایت عداوت رکھتے تھے۔ ان کی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ اور انکی فضیلت کے منکر نہ تھے جیسا کہ خلفائے ثلاثہ کہ جنہوں نے حق حضرت امیر علیہ السلام غصب کیا تھا۔ اپنے دور خلافت میں ظاہراً آنحضرتؐ اور حسنین کے اعزاز و اکرام میں نہایت مبالغہ کرتے تھے۔ اور اسی طرح وہ لوگ کہ جنہوں نے آپؑ کی بیعت توڑ دی تھی۔ باوجودیکہ آپؑ سے جنگ و جدال کرتے تھے۔ مگر آپ کی فضیلت کا انکار نہ کرتے تھے۔ اسی طرح معاویہ باوجودیکہ اس کے تمام کاموں کی بنا فساد و عناد پر تھی۔ مگر فضیلت و مناقب آنحضرتؑ کا وہ بھی منکر نہ تھا اور ماسوائے قتل عثمان میں شریک ہونے کے اور کوئی فسق آپؑ سے منسوب نہ کر سکتا تھا۔ بلکہ وہ اسی پر قانع تھا کہ حضرت امیرؑ اس کی امارت برقرار رکھیں۔ اور حضرت کی بیعت کرکے حضرت کی خلافت کا اقرار کرے اور لوگ حضرت کے مناقب و فضائل اکثر اس کے سامنے ذکر کرتے تھے۔ اور وہ ان کا انکار نہ کرتا تھا اور یزید پلید بھی باوجود ان اعمال قبیحہ کے حضرت جناب سید الشہداؑ کی فضیلت کا انکار نہ کرتا تھا اور تعظیم و توقیر حضرت امام زین العابدینؑ کرتا تھا بلکہ واقعہ حرہ میں مسلم بن عقیل سے سفارش کی تھی کہ آنحضرتؑ اور اہلبیتؑ آنحضرتؑ کی حرمت کی رعایت کرے اور بنی مروان بھی آنحضرتؑ کی بہت تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ اور اسی طرح تمام خلفائے بنی امیہ و بنی عباس ہر ایک امام کی جو کہ ان کے زمانہ میں تھے ظاہراً تمام شخصوں سے زیادہ رعایت کرتے تھے حتیٰ کہ متوکل بھی حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی باوجود اس عداوت و عناد و تعصب کے نہایت تعظیم کرتا تھا اگرچہ تمام آئمہ طاہرینؑ ان خلفائے جور کے زیر دست اور ان کے پاس محبوس تھے۔ مگر حق تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایسا مسخر کیا تھا کہ بوقت ملاقات نہایت تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ اور قدرت حقیر و ذلیل کرنے کی نہ رکھتے تھے۔ اور اس کا موید یہ امر ہے کہ حق تعالیٰ نے خلائق کے طائفہ ہائے مختلفہ کے دلوں کو ان بزرگواروں کی قبور مقدسہ کی زیارت و مشاہد شرفہ کی تعظیم پر مسخر کیا ہے۔ کہ ان بزرگواروں کی زیارت کے لئے باوجود خوف و خطر شدید کے دور دراز کے شہروں سے آتے اور ان کی ضریحوں کے پاس حاجت ہائے عظیمہ کے لئے دعا کرکے اجابت کی امید رکھتے ہیں اور وہ حاجتیں بر آتی ہیں۔ خصوصاً عظیمہ میں بھی انہیں کی ضریحوں کی طرف پناہ لے جاتے اور وہاں جاتے ہیں۔ اور مخالفین بھی اپنے خلفاء و آئمہ کی قبروں کے پاس جن کے معتقد ہیں یہ اعمال بجا نہیں لاتے بلکہ ان کی ضریحوں کی طرف پناہ لے جاتے ہیں۔ نیز اگرچہ خلفائے بنی امیہ و بنی عباس روئے زمین کے مالک تھے اور مشرق و مغرب کے بہت سے بادشاہ ان کے مطیع اور ان کے پیرو ہمارے آئمہ طاہرینؑ کے شیعوں سے ہزار گنا زیادہ تھے ان کی قبریں کہنہ و خراب اور متروک ہو گئیں۔ بلکہ ان میں سے اکثر ایسے ہیں کہ جن کا مقام دفن تک معلوم نہیں کہ کس جگہ دفن ہوئے اور اگر شاذ و نادر کسی کی قبر کا مقام معلوم ہے کوئی شخص اس کی زیارت کی رغبت نہیں

رکھتا اور بعض سادات جن کی نسبت حضرت رسولِ خدا سے مثل ان کے ہی یا نزدیک تر ہیں اور بظاہر علم و زہد
اور پرہیزگاری و عبادت میں زیادہ بھی رکھتے ہیں پس ان کی حالت حیات و موت میں کوئی شخص ان بزرگواروں کی تعظیم
اور ان کی قبروں کی تعظیم کے ہزارویں حصہ میں سے ایک حصہ بھی ان کے لئے نہیں کرتا۔ اور اگر ان میں سے بعض
کی تھوڑی تعظیم و رعایت کرتے ہیں وہ انہیں بزرگواروں سے منسوب ہونے کے سبب ہے۔ مثل حضرت معصومۂ
قم و شہزادہ عبدالعظیم کے پس یہ امر بھی ان ہی بزرگواروں کے معجزات سے ہے کہ حق تعالیٰ نے اصناف خلائق
کے دلوں کو ان کی تعظیم کے لئے ان کی حالت حیات میں اور نیز بعد وفات مسخر کیا ہے۔ باوجودیکہ اسباب و
جمعیت دنیوی آن کے پاس نہ تھے۔ اور اکثر لوگوں کو خلفاء جور سے ان کے احترام و اکرام کے سبب ضرر پہنچتا
تھا۔ مگر پھر بھی ان کی تعظیم و تکریم ترک نہ کرتے تھے اور ہر چند خلفائے جور نے سعی و کوشش اس امر میں کی کہ
لوگ ان کی زیارت ترک کر دیں۔ خصوصاً متوکل نے کہ جس نے چاہا کہ قبر امام حسین علیہ السلام اور دوسرے
تمام شہداء کی قبروں کا مقام کندہ کر کے وہاں زراعت کرے۔ اور حضرتؑ کی قبر مطہر کا نام و نشان باقی نہ رکھے۔
مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ اور جتنے بیل کہ زمین میں ہل چلانے کے لئے مقرر ہوئے تھے وہ جب حائر تک پہنچتے تھے پھر آگے نہ
بڑھتے تھے۔ تا دیکہ بہت سے بیلوں کو قتل کیا مگر حائر سے آگے نہ بڑھے پس اس وقت متوکل نے لوگوں کو بھیجا کہ
کدال و بیلچہ سے حضرتؑ کی قبر کھود کر نشان مٹا دیں۔ پس حضرتؑ کی قبر کے پاس ایک گروہ ظاہر ہوا جن کو یہ لوگ
پہچانتے نہ تھے۔ اور اس کام سے ان لوگوں کو منع کیا ان کے سردار نے حکم دیا کہ اس گروہ کی طرف تیر لگائیں پس
جو کوئی تیر اس گروہ کو لگاتا تھا وہ تیر الٹ پھر کر تیر لگانے والے شخص کو قتل کرتا تھا جب متوکل نے یہ حال دیکھا حکم
دیا کہ اس صحرا میں پانی جاری کریں۔ جب پانی حائر تک پہنچا چاروں طرف سے بلند ہو گیا اور حائر میں داخل نہ
ہوا اور بعض کا قول ہے۔ کہ حائر کی وجہ تسمیہ یہی ہے۔ پھر متوکل نے راستوں پر لوگوں کو مقرر کر دیا تاکہ جو کوئی
شخص زیارت کو جائے اس کو قتل کریں۔ اور اس کا گھر خراب و ویران کریں۔ مگر اس کے باوجود لوگوں نے
زیارت ترک نہ کی۔ اور اس خوف و خطر کے باوجود قبر مطہر کی زیارت کرنے جاتے تھے۔ اور یہ امر بغیر اس کے
نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کو یہ منظور ہے۔ کہ ان کی قدر کو عظیم اور ان کے درجوں کو ظاہر کرے علاوہ اُن معجزوں
کے جو ہر سال ان بزرگواروں کے مشاہد مطہرہ میں ظاہر ہوتے ہیں خصوصاً حضرت سید الشہداءؑ کی ضریح مقدس
کے پاس مثل روشن ہونے چشم کور کے اور بلاؤں سے نجات اور مرضوں سے شفا پانے کے جن کا اقرار
تمام دوست دشمن کرتے ہیں، اور میں نے بحار الانوار اور حیات القلوب اور جلاء العیون میں ان میں سے
بعضوں کا ذکر کیا ہے۔ اور بطریق ہائے معتبرہ بسند منقول ہے۔ کہ قتادہ بصری جو کہ عامہ کا مشہور مفسر ہے
حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو اہل بصرہ کا فقیہ ہے۔ جواب

دیا ہا حضرتؑ نے فرمایا اے قتادہ تجھ پر وائے ہو حق تعالیٰ نے ایک خلق کو پیدا کیا ہے جن کو اپنی مخلوقات پر اپنی حجت قرار دیا ہے پس وہی لوگ زمین کی میخیں اور علم الٰہی کے خزینہ دار ہیں اور ان کو برگزیدہ کیا ہے قبل اس کے کہ خلق کو پیدا کرے اور وہ عرش الٰہی کے داہنی طرف کے نور تھے قتادہ کافی دیر تک ساکت و خاموش رہا کہ بات کرنے کی سکت نہ رکھتا تھا۔ بعد اس کے عرض کیا قسم بخدا کہ میں خلفا اور فقہا اور ابن عباسؓ اور بادشاہوں کے پاس بیٹھا ہوں مگر کبھی بھی میرا دل ان کے سامنے ایسا مضطر نہیں ہوا جیسا کہ آپ کے سامنے ہوا ہے۔ آپؑ نے فرمایا تو جانتا ہے کہ اس وقت تو کس جگہ ہے۔ اور ایسے خانوادہ کے پاس بیٹھا ہے جس کی شان میں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ تا آخر آیہ یعنی مشکوٰۃ نور الٰہی جس کے ساتھ حق تعالیٰ نے اپنے نور کی مثل بیان فرمائی وہ ایسے چند گھروں میں روشن ہے جن کو خدا نے رفعت دی ہے اور مقرر فرمایا ہے کہ ہمیشہ رفیع و بلند و آراستہ رہیں اور ان میں خدا کا نام مذکور ہو۔ اور ان گھروں میں صبح و شام خدا کی تسبیح و تنزیہ کریں ایسے چند مرد کہ جن کو نہ کوئی تجارت نہ کوئی بیع یادِ خدا سے اور نماز کو برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل کرتی ہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو اس وقت ان گھروں میں بیٹھا ہے۔ اور ہم ہی وہ خانوادہ ہیں قتادہ نے عرض کیا واللہ آپؑ نے راست فرمایا ہے خدا مجھے آپ پر فدا کرے۔ قسم بخدا وہ گھر پتھر اور مٹی کے نہیں ہیں بلکہ خاندان نبوت و امامت و علم و حکمت ہے نیز بروایت دیگر وارد ہوا ہے کہ جس سال ہشام بن عبدالملک حج کرنے کے لئے گیا تھا اس نے مسجد الحرام میں لوگوں کو حضرت امام محمد باقرؑ کے گرد ہجوم کئے دیکھا کہ اپنے دین کے امور دریافت کرتے ہیں ہشام سے عکرمہ شاگرد ابن عباسؓ نے پوچھا یہ کون ہے؟ جس کی پیشانی سے علم نور چمک رہا ہے۔ پس میں جاتا ہوں کہ اس کو خجل کروں جب وہ حضرتؑ کے نزدیک آکر کھڑا ہوا اس کا بدن کانپنے لگا۔ اور مضطرب ہو کر کہا اے فرزندِ رسولِ خدا میں بہت سی مجلسوں میں ابن عباسؓ اور نیز دوسروں کے پاس بیٹھا ہوں مگر ایسی حالت مجھ پر کبھی طاری نہ ہوئی۔ آپ نے اس کو وہی جواب دیا پس معلوم ہوا کہ یہ امر بھی امام کے معجزوں اور امامت کی دلیلوں میں سے ہے کہ حق تعالیٰ دوستوں کے دلوں میں ان کی محبت اور دشمنوں کے دلوں میں ان کا رعب جاگزیں کرتا ہے کہ طوعاً و کرہاً حالت حیات و ممات میں ان کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور حوائج دین و دنیا میں ان کی طرف پناہ لے جاتے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

مقصد ہشتم

وجہ غیبت بارہویں امام حضرت صاحب الامر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان

جاننا اور معلوم ہونا چاہیئے کہ خاصہ و عامہ کے بطریق ہائے متواترہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے خروج

کی حدیث روایت کی ہے جیساکہ بروایت ابوہریرہ جامع الاصول میں صحیح بخاری وسلم وابوداؤد وترمذی سے روایت کی ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ فرماتے تھے کہ بحق اس خدا کے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے قریب ہے کہ فرزند مریمؑ نازل ہو جو کہ حاکم عادل ہوگا پس نصاریٰ کا چلیپا توڑ دے گا خنزیروں کو قتل کرے گا یعنی سوائے اسلام کے اُن سے اور کوئی چیز قبول نہ کرے گا اور مال کو اس قدر زیادہ کرے گا کہ لوگ مال دیں گے مگر کوئی شخص قبول نہ کرے گا۔ ابوہریرہ کہتا ہے کہ بعد اس کے حضرت رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جبکہ تمہارے درمیان فرزند مریمؑ ہوگا اور تمہارا امام تم سے ہوگا یعنی مہدی علیہ السلام اور بروایت جابر صحیح مسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ میری امت سے ہمیشہ ایک گروہ حق پر مقاتلہ کرے گا اور قیامت تک غالب رہے گا۔ پس عیسےٰ بن مریمؑ آسمان سے نیچے اتریں گے اس وقت عیسیٰؑ سے اُن کا امیر کہے گا۔ کہ آؤ ہم لوگ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں وہ جواب دیں گے کہ نہیں۔ تم لوگ باہم ایک دوسرے پہ امیر ہو کیونکہ حق تعالیٰ نے اس امت کو گرامی کیا ہے۔ اور بروایت ابن مسعود سنن ابی داؤد ترمذی سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسولِ خدا فرماتے تھے۔ کہ اگر قیامت میں ایک دن باقی رہے البتہ حق تعالےٰ اُس دن کو طولانی کرے گا۔ کہ اُس دن میری امت یا میری اہلبیتؑ سے ایک شخص کو مبعوث کرے جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔ اور وہ زمین کو عدالت سے بھر دے گا۔ جیساکہ ظلم وجور سے بھری ہوگی اور بروایت دیگر فرمایا کہ دنیا منقضی نہ ہوگی۔ جب تک کہ میری اہلبیتؑ کا ایک بادشاہ عرب نہ ہو جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔ اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ اگر دنیا سے باقی نہ رہے مگر ایک دن پس حق تعالیٰ اس دن کو طولانی کرے گا۔ کہ میری اہلبیتؑ کا ایک بادشاہ ہو کہ نام اُس کا میرے نام کے مطابق ہوگا۔ اور سنن ابی داؤد سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے تھے۔ کہ حضرت رسولِؐ خدا نے فرمایا ہے۔ کہ اگر زمانہ سے باقی نہ رہے مگر ایک دن البتہ حق تعالیٰ میری اہلبیتؑ سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا۔ جو زمین کو عدالت سے بھر دے گا۔ جیسا کہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔ نیز بروایت اُم سلمہؓ سنن ابی داؤد سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسالتمآبؐ فرماتے تھے کہ میری عترت کا مہدیؑ فرزندانِ فاطمہؑ میں سے ہے۔

اور ابوداؤد وترمذی سے بروایت ابوسعید خدری روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مہدی میرے فرزندوں میں سے ہے۔ کہ پیشانی اُس کی کشادہ ہوگی۔ اور ناک دراز کشیدہ ہوگی اور زمین کو قسط وعدالت سے بھر دے گا۔ جیساکہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔ اور وہ سات برس تک بادشاہی کرے گا۔ اور بھی روایت کی ہے۔ کہ ابوسعید کہتا تھا کہ ہم اس امر سے ڈرتے تھے۔ کہ آنحضرتؐ کے بعد بدعتیں ظاہر ہوں گی۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ میری امت میں مہدیؑ ہوگا اور وہ خروج کرے گا پانچ یا سات سال یا نو سال تک بادشاہی کرے گا

پس ایک شخص اُس کے پاس آئے گا۔ اور کہے گا کہ اے مہدی مجھ پر عطا فرما۔ پس حضرت مہدیؑ اُس کے دامن میں اس قدر سونا ڈالیں گے کہ بھر جائے گا۔ اور بروایت ابو اسحاق سنن ترمذی سے روایت کی ہے۔ کہ ایک روز حضرت علیؑ نے اپنے فرزند حضرت امام حسینؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ یہ میرا فرزند سید و مہتر قوم ہے جیسا کہ حضرت رسولِ خدا نے اس کا نام سید رکھا ہے۔ اور اس کے صلب سے وہ شخص پیدا ہوگا جو کہ تمہارے پیغمبر کا ہم نام اور خلقت و [illegible] میں آنحضرت کا شبیہ ہوگا۔ اور زمین کو عدالت سے بھر دے گا۔ اور علماء کے مشہور محدث حافظ ابو نعیم نے اُن کی صحاح سے چالیس حدیثیں روایت کی ہیں جو کہ احوال و اسم و نسب حضرت مہدیؑ پر مشتمل ہیں۔ منجملہ ان کے علی بن ہلال سے اور اُس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں بوقتِ رحلت حضرت رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس وقت حضرت فاطمہؑ آپؐ کے سرہانے بیٹھی روتی تھیں۔ بعد اُس کے حضرت فاطمہؑ کے رونے کی آواز بلند ہوئی آنحضرتؐ نے اپنا سر ان کی طرف اٹھا کر فرمایا۔ اے میری حبیبہ فاطمہؑ تیرے رونے کا سبب کیا ہے۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا میں ڈرتی ہوں کہ آپؐ کی اُمت کے لوگ آپؐ کے بعد مجھے ضائع کر دیں گے۔ اور میری حرمت کی رعایت نہ کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا اے میری حبیبہ کیا تو نہیں جانتی کہ حق تعالیٰ زمین پر مطلع ہوا از روئے مطلع ہونے کے اور اُس سے تیرے باپ کو اختیار کیا اور پھر اس کو برسالت مبعوث فرمایا اس کے بعد دوبارہ مطلع ہوا۔ اور تیرے شوہر کو برگزیدہ کر کے مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ تیرا نکاح اُس کے ساتھ کروں۔ اے فاطمہؑ حق تعالیٰ نے ہم کو سات خصلتیں ایسی عطا کی ہیں کہ نہ پہلے ہم سے کسی کو دی ہیں اور نہ بعد ہمارے کسی کو دے گا میں خاتم پیغمبران اور خدا کے نزدیک گرامی ترین انبیاء اور محبوب ترین خلائق ہوں۔ اور میں تیرا باپ ہوں میرا وصی بہترین اوصیاء اور محبوب ترین اوصیاء ہے خدا کے نزدیک اور وہ تیرا شوہر ہے۔ ہمارا شہید بہترین شہیداں اور خدا کے نزدیک محبوب ترین شہیداں ہے۔ اور وہ حمزہؓ تیرے باپ کا اور تیرے شوہر کا چچا ہے۔ اور وہ شخص ہم میں سے ہے۔ جس کو خدا نے شہپر عطا کئے ہیں۔ اور وہ بہشت میں فرشتوں کے ساتھ جس جگہ چاہتا ہے پرواز کرتا ہے۔ اور وہ جعفرؑ تیرے باپ کا چچیرا بھائی اور تیرے شوہر کا بھائی ہے اس اُمت کے دونوں سبط ہم میں سے ہیں۔ اور وہ تیرے دونوں فرزند حسنینؑ ہیں۔ یہ دونوں بہترین جوانانِ بہشت ہیں اور بحق اُس خدا کے جس نے برحق و راستی مجھے مبعوث کیا ہے کہ اُن کا باپ اُن سے بہتر ہے اور اے فاطمہؑ بحق اُس خدا کے جس نے بحق و راستی مجھے مبعوث کیا ہے کہ اس اُمت کا مہدیؑ حسنؑ و حسینؑ سے پیدا ہوگا۔ اور اُس وقت ظاہر ہوگا۔ جبکہ دنیا ہرج و مرج سے بھر جائے گی۔ فتنے ظاہر اور تمام راہیں بند ہو جائیں گی۔ بعض لوگ بعضوں کو غارت کریں گے۔ نہ بوڑھے لڑکوں پر رحم کریں گے اور نہ کوئی لڑکا کسی بوڑھے

کی عزت کرے گا۔ پس حق تعالےٰ اُس وقت اُن دونوں کے فرزندوں سے اُس شخص کو مبعوث فرمائے گا۔
جو کہ ضلالت کے قلعوں کو اور ایسے دلوں کو فتح کرے گا جو کہ حق سے غافل ہوں وہ آخر زمانہ میں دینِ خدا پر
قیام کرے گا جیسا کہ میں نے قیام کیا ہے۔ اور وہ زمین کو عدالت سے بھر دے گا۔ جیسا کہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔
اے فاطمہؑ اندوہناک نہ رہ۔ اور گریہ نہ کر کہ حق تعالیٰ۔۔۔ تجھ پر بہت رحیم و مہربان ہے بسبب اُس منزلت
کے جو تو میرے نزدیک رکھتی ہے۔ اور بسبب اُس محبت کے جو تجھ سے میرے دل میں ہے۔ اور حق تعالےٰ نے اس کے
ساتھ تجھ کو تمتع کیا ہے جس کا حسب سب سے بزرگتر اور جس کا منصب سب سے گرامی تر ہے۔ اور وہ رعیت
پر رحیم ترین مردم ہے وہ بالسویہ قسمت کرنے میں عادل ترین مردم اور احکامِ الٰہی میں داناترین خلائق ہے۔ میں نے
حق تعالےٰ سے سوال کیا ہے کہ تو میری اہلبیتؑ میں سب سے پہلے مجھ سے ملحق ہو۔ حضرت علی بن ابی طالب فرماتے
ہیں۔ کہ حضرت فاطمہؑ نے حضرت رسالتمآب سے پچھتر دن بعد رحلت فرمائی۔ اور اپنے پدر بزرگوار سے ملحق ہوئیں۔
اس مقام پر مؤلف ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت رسالتمآبؐ نے حضرت امام مہدیؑ کو حسنینؑ سے اس لئے نسبت دی ہے کہ وہ
ماں کی طرف سے حضرت امام حسنؑ کی نسل سے ہیں۔ کیونکہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ دخترِ امام حسنؑ مجتبیٰ ہیں
اور کئی دوسری حدیثوں میں روایت کی ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی نسل سے ہیں۔ اور دارقطنی نے جو کہ عامہ کا مشہور
محدث ہے۔ ابوسعید خدری سے اس حدیث طولانی کی روایت کی ہے۔ اور اُس کے آخر میں کہا ہے کہ حضرت نے
فرمایا کہ اس اُمت کا مہدیؑ ہم میں سے ہے۔ کہ جس کے پیچھے حضرت عیسےٰ علیہ السلام نماز پڑھیں گے۔ پھر حضرت امام
حسینؑ کے کاندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ کہ اس کا مہدیؑ اس سے پیدا ہوگا۔ نیز ابونعیم نے حذیفہ اور ابو امامہ باہلی
سے روایت کی ہے کہ مہدیؑ کا چہرہ ستارۂ درخشندہ کی مانند ہے۔ اور اُن کے روئے مبارک پر ایک تل سیاہ
ہے اور بروایت عبدالرحمٰن بن عوف ان کے دانت کشادہ ہیں۔ اور بروایت عبداللہ بن عمر اُن کے سر پر ایک
ابر سایہ کرے گا۔ اور اُن کے بالائے سر ایک فرشتہ یہ ندا دے گا۔ کہ یہی مہدیؑ اور خلیفۂ خدا ہے۔ پس اس کی
پیروی کرو اور جابر بن عبداللہ اور ابوسعید کی روایت کے مطابق حضرت عیسےٰؑ حضرت مہدیؑ کے پیچھے نماز پڑھیں
گے۔ صاحب کفایۃ الطالب یعنی محمد بن یوسف شافعی نے جو کہ علمائے عامہ سے ہے حضرت مہدیؑ کے ظہور و صفات
و علامات میں ایک کتاب لکھی ہے۔ کہ جس میں پچیس باب ہیں۔ اور اس میں کہتا ہے۔ کہ میں نے یہ تمام حدیثیں
بغیر طریق شیعہ روایت کی ہیں۔ اور کتاب شرح السنۃ حسین بن مسعود بغوی جو کہ عامہ کے مشہور اور معتبر کتابوں
سے ہے۔ اس کا ایک نسخہ قدیم میرے پاس ہے۔ جس پر ان علماء کے دستخط ہیں۔ اور اس میں پانچ احادیث اوصاف
حضرت مہدیؑ کی بابت اُن کی صحاح سے مروی ہیں۔ اور حسین بن مسعود فرا نے مصابیح میں جو کہ اس عہد میں عامہ کے
درمیان معروف و متداول ہے۔ خروج و ظہور حضرت مہدیؑ میں پانچ احادیث روایت کی ہیں۔ اور

علمائے شیعہ نے عامہ کی کتب معتبرہ سے اس باب میں ایک سو چھپن احادیث روایت کی ہیں۔ اور شیعوں کی معتبر کتابوں میں ولادت و غیبت حضرت امام مہدیؑ اور اُن کے بارہویں امام اور امام حسن عسکریؑ کی نسل سے ہونے میں ہزار حدیثوں سے زیادہ مروی ہیں اور ان میں کی اکثر حدیثیں معجزہ ہیں کیونکہ ان میں ایک ایک امام کی بارہویں امام تک بہ ترتیب خبر دی گئی ہے۔ اور نیز اخفائے ولادت حضرت مہدیؑ کی اور نیز اس امر کی کہ حضرت مہدی کے لئے دو غیبت ہوں گی۔ اور غیبت ثانی غیبت اوّل سے دراز تر ہو گی۔ اور نیز اس امر کی کہ آنحضرتؑ مخفی تولد ہوں گے اور نیز تمام خصوصیات کی۔ پس یہ تمام امور واقع ہوئے اور ظاہر و معلوم ہے کہ جن کتب میں ان حالات کی حدیثیں مندرج ہیں وہ ان حالات کے ظاہر ہونے سے برسوں پیشتر تصنیف و تالیف ہوئیں پس یہ احادیث تواتر کے علاوہ اور کئی وجوہ سے بھی علم و یقین کا باعث ہوتی ہیں۔ نیز ولادت آنحضرتؑ اور جماعت کثیر کا اس ولادت سے مطلع ہونا اور وقت ولادت سے غیبت کبریٰ تک بلکہ بعد اس کے بھی اکثر اصحاب ثقہ و معتمد کا آنحضرت علیہ السلام کو دیکھنا بھی ثابت و معلوم اور خاصہ و عامہ کی کتب معتبرہ میں مذکور ہے۔ جیسا کہ آئندہ مذکور ہو گا انشاء اللہ۔ نیز بہت سے مخالفین نے مثل صاحب کتاب فصول مہمہ و مطالب السئوال و شواہد النبوۃ ابن خلکان نے اپنی کتابوں میں آپؑ کی ولادت کو ان تمام خصوصیات کے ساتھ جو کہ شیعہ روایت کرتے ہیں ذکر کیا ہے پس جس طرح کہ آبائے طاہرین آنحضرتؑ کی ولادت ثابت و معلوم ہے۔ اسی طرح آنحضرتؑ کی ولادت بھی ثابت و معلوم ہے۔ اور مخالفین جو استبعاد کہ آنحضرتؑ کے طول غیبت و اخفائے ولادت و طول عمر شریف سے رکھتے ہیں وہ ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اور جو امر کہ بدلائل و براہین قاطعہ ثابت ہو چکے ہیں۔ محض استبعاد کے سبب ان کا انکار نہیں کر سکتے جیسا کہ کفار قریش محض استبعاد کے سبب معاد کا انکار کرتے تھے۔ کہ جو استخوان بوسیدہ اور خاک ہو گئیں۔ وہ پھر کیونکر زندہ ہو سکتی ہیں۔ باوجودیکہ امت ہائے گذشتہ میں مثل اس کے بہت سے واقعات گذر چکے ہیں۔ اور خاصہ و عامہ کی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ کہ جو کچھ امت ہائے گذشتہ میں واقع ہوا ہے۔ اس کا مثل و مانند اس امت میں ضرور واقع ہو گا۔ اور منجملہ ان واقعات کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال ہے۔ یعنی چونکہ منجموں نے نمرود کو یہ خبر دی تھی کہ اس عہد میں وہ شخص پیدا ہو گا جو کہ تمہارا دین اور ملک برہم کر دے گا۔ نمرود نے یہ حکم دیا تھا کہ مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے سے جدا رکھیں پس حضرت ابراہیمؑ کے باپ نے ان کی ماں سے پوشیدہ و پنہاں مقاربت کی۔ اور حضرت ابراہیمؑ مخفی ایک غار میں پیدا ہوئے بعد مدت دراز تک پوشیدہ رہے۔ اور اسی طرح موسےٰ علیہ السلام بھی کیونکہ منجموں نے یہ خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل سے وہ شخص پیدا ہو گا جو کہ فرعون کے ہلاک ہونے کا باعث ہو گا۔ اس لئے فرعون نے بنی اسرائیل کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور حمل و ولادت موسےٰ علیہ السلام پوشیدہ و مخفی واقع ہوئی۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ کہ جب حضرت موسےٰ علیہ السلام فرعون سے بھاگے اور برسوں تک آپؑ

میں رہے۔ اور فرعون باوجود اس سلطنت و استیلا کے اُن کے مقام سے مطلع نہ ہوا۔ اور حضرت یعقوبؑ و یوسفؑ کے درمیان نو دن کی راہ کا فاصلہ تھا۔ اور یوسفؑ بادشاہ تھے۔ اور یعقوب پیغمبر مگر چونکہ حق تعالےٰ کو یہ منظور تھا۔ کہ ان کا ثواب عظیم کرے۔ وہ مدت دراز تک اپنے فرزند کے حال اور ان کے زندہ ہونے سے مطلع نہ ہوئے۔ پھر یہ امر کیا استبعاد رکھتا ہے۔ مگر چونکہ خلفائے جور نے یہ سُنا تھا کہ حضرت رسالتمآبؐ اور ائمہ طاہرینؑ نے یہ خبر دی ہے۔ کہ بارھویں امام یعنی امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے۔ اور عالم کو عدالت سے بھر دیں گے۔ اور خلفائے جور و بادشاہان ظالم کو برطرف کر دیں گے۔ اور شیعہ ہمیشہ وجود و ظہور آنحضرتؑ کا انتظار کرتے اور یہ گروہ معاندین اس نور کو خاموش کرنے کی فکر و سعی در رکھتے تھے۔ اور اسی لئے حضرت امام علی نقیؑ اور حضرت امام عسکریؑ کو سُرّ من رائے میں قید کر کے ہمیشہ حضرت مہدیؑ کے حمل و ولادت کی خبر رکھتے۔ اور آنحضرتؑ کے ضائع و تلف کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ پس حق تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ ظاہر کی۔ اور آنحضرتؑ کے حمل کو مستور اور ولادت باسعادت کو ظالموں اور خلفائے جور سے مخفی رکھ کر اپنی حفظ و حمایت میں ظالموں کے شر سے دور و محفوظ رکھا۔ جیسا کہ اُن دونوں بزرگواروں کی ولادت کو مخفی و مستور رکھا تھا۔ اور شیعوں اور صحابیوں اور مخالفوں پر آثار و اخبار سے اس امر کو مثل آفتاب نصف النہار کے ظاہر و ہویدا کر دیا ہے۔ کہ اہل عالم پر حجت تمام ہو جائے۔ اور ایک جماعت کثیر جن کے نام مشہور و معروف ہیں حضرت امام مہدیؑ کی ولادت و سعادت سے مطلع ہوئے ہیں۔ مثل حلیمہ خاتون اور ماریس دایہ کے جو کہ سُرّ من رائے میں اُن کے ہمسایہ تھی۔ اور ولادت آنحضرتؑ سے وفات حضرت امام عسکریؑ تک ایک گروہ کثیر آنحضرتؑ کی خدمت میں پہنچے ہیں اور بوقتِ ولادت آنحضرتؑ اور نرجس خاتون اور آنحضرتؑ سے جو معجزات ظاہر ہوئے ہیں وہ بے شمار ہیں۔ اور میں نے کتاب بحار الانوار اور جلاء العیون اور دوسرے رسالوں میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور تاریخ ولادت آنحضرتؑ کے باب میں یہ قول مشہور تر ہے کہ دو سو پچپن ہجری میں واقع ہوئی بعض نے دو سو چھپن اور بعض نے دو سو اٹھاون ہجری بھی کہا ہے۔ اور جیسا کہ عامہ و خاصہ میں مشہور ہے۔ حضرت امام حسن عسکریؑ کی وفات دو سو ساٹھ ہجری میں ہوئی تھی۔ پس آنحضرتؑ کا سن شریف امامت کے وقت پہلے قول کے مطابق پانچ سال اور دوسرے قول کے مطابق چار سال اور تیسرے قول کے مطابق دو سال تھا۔ مگر باوجود اس کمسنی کے وہ تمام معجزات اور غرائب حالات آنحضرتؑ سے ظاہر ہوتے تھے۔ اور حضرت امام مہدیؑ کی دو غیبت تھیں۔ ایک غیبت صغرا اور دوسری غیبت کبرا۔ غیبت صغرا میں آنحضرتؑ کے چند نائب و سفیر تھے۔ جنکو لوگ اپنی عرضیاں دیتے اور مسائل دریافت کرتے تھے۔ اور اُن کا جواب آنحضرتؑ کے خط مبارک سے آتا تھا۔ اور خمس و نذرانے کر جو لوگ جاتے تھے۔ اس کو آپؑ کے نائب و سفیر لے کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ اور حضرت اس کو شیعوں کے سادات اور فقیروں میں تقسیم کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اور ایک گروہ کثیر اس مال سے ہر سال وظیفہ رکھتے تھے۔

ان نائبوں اور سفیروں کے ہاتھ اور زبان سے معجزات عظیم ظاہر ہوتے تھے۔ جس سے لوگوں کو یقین ہو جاتا تھا کہ یہ لوگ آنحضرتؑ کی جانب سے معین ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ جس نے مال بھیجا اُس کا نام و پتہ مال کی مقدار اور جو کچھ کہ راستہ میں اُن پر گزرا اُس کی خبر دیتے تھے۔ اور اسی طرح ان کی موت و بیماری اور تمام حالات آئندہ سے آگاہ کرتے تھے۔ اور جیسا کہ وہ کہتے تھے۔ اسی طرح واقع ہوتا تھا غرض کہ ان سے ہر قسم کے معجزات ظاہر ہوتے تھے۔ اس غیبت صغرا میں سفیروں کے علاوہ اور بہت سے لوگ بھی آنحضرتؑ کی خدمت میں مشرف ہوئے تھے۔ اور مدت اس غیبت صغرا کی تقریباً چوہتر سال تھی۔ اگرچہ آپؑ کے نائب و سفیر بہت تھے مگر وہ سفیر جو کہ مشہور و معروف تھے اور تمام شیعہ ان کو پہچانتے اور ان سے رجوع کرتے تھے۔ وہ چار شخص تھے۔ ان میں سب سے پہلے عثمان بن سعید اسدی تھے۔ جس کی عدالت و امامت پر حضرت امام علی نقیؑ اور حضرت امام حسن عسکریؑ نے نص فرمائی تھی۔ اور شیعوں سے ارشاد کیا تھا۔ کہ وہ جو کچھ کہتا ہے حق ہے۔ اور ہماری جانب سے کہتا ہے جب اُس نے رحلت کی اس کے بعد ابو جعفر محمد بن عثمان اس کے قائم مقام ہوئے حضرت امام حسن عسکریؑ کی نص کی سبب نیز اس کے باپ کی نص کے سبب جو کہ حضرت صاحب الامرؑ کی جانب سے تھی اور حضرت صاحب الامرؑ نے عثمان کی وفات کے بعد محمدؒ کو یہ نامہ لکھا۔ کہ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ ہم امر خدا کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کی قضا پر راضی ہوتے ہیں تیرے باپ نے سعادت کے ساتھ زندگی بسر کی اور دنیا سے اٹھا۔ درحالیکہ حمیدہ و پسندیدہ تھا۔ پس حق تعالیٰ اُس پر رحمت کرے اور اُس کو اُس کے اولیا و موالی سے ملحق فرمائے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ ان کے امر میں اہتمام اور اُن کے کاموں میں سعی کرنے والا تھا۔ جو کہ خدا کی درگاہ میں اور ائمہ طاہرین کے پاس اُس کے قرب کا باعث تھے۔ حقتعالیٰ اُس کا چہرہ منور کرے اور اُس کی لغزشوں کو بخش دے۔ حق تعالیٰ تیرا ثواب عظیم کرے اور صبر نیک و بہتر تجھ کو عطا فرمائے اُس کی مصیبت تجھ کو بھی اور ہم کو بھی پہنچی ہے۔ اور اُس کی مفارقت نے تجھ کو اور ہم کو وحشت میں ڈالا ہے۔ پس حق تعالیٰ اُس کو بازگشت آخرت کے وقت اس کو خوش کرے۔ اور منجملہ اُس کے کمال سعادت کے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مثل تیرے ایک فرزند اس کو عطا فرمایا ہے۔ کہ اس کے بعد اس کا جانشین اور اس کے امور میں اُس کا قائم مقام ہو۔ اور اُس پر ترحم کرے اب میں کہتا ہوں الحمدللہ کہ نفوس تیرے مکان سے اور اُن امور سے راضی ہیں جن کو حق تعالیٰ نے تجھ میں اور تیرے پاس مقرر کیا ہے۔ پس حق تعالیٰ تیری تائید کرے اور تجھ کو تقویت دے اور تیری اعانت فرمائے۔ تجھ کو توفیق عطا فرمائے۔ اور تیرا حافظ و ناصر و مددگار رہے اس کے علاوہ اور بہت سے فرمان واجب الاذعان اُس کی سفارت کے باب میں ناحیہ مقدسہ سے باہر نکلے تھے۔ اس کی عدالت و نیابت پر شیعوں کا اجماع بھی منعقد ہوا تھا اور ہمیشہ تمام امور میں اُس کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور اُس سے معجزات بھی ظاہر ہوتے تھے۔ اور اُس نے فقہ میں کتابیں بھی تصنیف کیں۔ جن میں وہ احادیث درج ہیں جن کو اس نے حضرت امام حسن عسکریؑ

علیہ السلام اور حضرت صاحب الامرؑ اور اپنے باپ سے سُنی تھیں۔ اور ابن بابویہ نے اس سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا قسم بخدا کہ حضرت صاحب الامرؑ ہر سال موسم حج میں کعبہ و مشاعر میں تشریف لاتے اور لوگوں کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں۔ اور لوگ بھی ان کو دیکھتے ہیں مگر پہچانتے نہیں۔ لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ تُو نے اس امر کے صاحب و مالک کو بھی دیکھا ہے جواب دیا کہ ہاں تھوڑا عرصہ گزرا ہے۔ کہ میں نے آنحضرتؑ کو دیکھا ہے۔ کہ مقام مستجار میں کعبہ کے پردوں سے لپٹے ہوئے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ خداوندا میرے سبب اپنے دشمنوں سے انتقام لے۔

علی بن احمد سے ابن بابویہ و شیخ طوسی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتا تھا میں ایک روز محمد بن عثمان کی خدمت میں گیا۔ کہ اس کو سلام کروں میں نے دیکھا کہ وہ ایک تختہ اپنے سامنے رکھے ہوئے اور نقاش بیٹھا ہے۔ کہ آیات قرآنی کو اس کے درمیان اور ائمہ طاہرینؑ کے نام اس کے حاشیہ پر نقش کرتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ اے میرے سید و سردار یہ تختہ کیسا ہے جواب دیا کہ اس تختہ کو اپنی قبر کے لئے تیار کرتا ہوں۔ کہ اس پر مجھے دفن کریں یا قبر میں اس کو رکھ کر مجھ کو اس کا ٹیکا دیں میں نے اپنی قبر کھود لی ہے اور ہر روز اپنی قبر میں داخل ہو کر وہاں قرآن کا ایک جزو پڑھتا ہوں۔ اس کے بعد باہر آتا ہوں۔ جب فلاں سال کے فلاں مہینے کی فلاں تاریخ ہوگی۔ میں دنیا سے رحلت کروں گا۔ اور اس تختہ کے ساتھ اس قبر میں دفن ہوں گا۔ پس جب میں اس کی خدمت سے فارغ ہو کر باہر آیا اس تاریخ کو لکھ لیا۔ اور ہمیشہ اس کا انتظار کرتا تھا۔ تا اینکہ اُسی سال و ماہ وقت میں اس نے رحلت کی۔ اور اُس قبر میں دفن ہوا۔ اور اُس کی دختر اُمِّ کلثوم اور دوسروں نے بھی اسی طرح اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اور روایت کرتے ہیں کہ اُس نے تین سو پانچ ہجری میں رحلت کی تھی۔ اور جب اُس کا وقت آخر ہوا حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے اُس کو حکم دیا کہ ابوالقاسم حسین بن روح کو اپنا قائم مقام کرے اور جعفر بن محمد بن متیل محمد عثمان کے ساتھ نہایت خصوصیت رکھتا تھا۔ اور وہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے اکثر کاموں کے انجام دینے کو اس سے کہتا تھا۔ اس وجہ سے اکثر لوگ گمان کرتے تھے کہ اس کو اپنا نائب کرے گا جعفر کہتا ہے کہ میں محمد بن عثمان کی رحلت کے وقت اس کے سرہانے بیٹھا ہوا اُس سے کلام اور سوالات کرتا تھا۔ اور حسین بن روح اُس کی پائین کی طرف بیٹھا تھا پس محمد بن عثمان نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ حسین کو اپنا وصی اور نائب قرار دوں۔ یہ سن کر میں اٹھا اور حسین کا ہاتھ تھام کر اس کو اپنی جگہ بٹھا دیا۔ اور خود اس کی پائنتی بیٹھ گیا۔ جعفر ہمیشہ اس کے بعد حسین بن روح کے پاس حاضر رہتا۔ اور اس کی خدمتوں کو انجام دیتا تھا۔ اور شیعہ محدثین کی جماعت کثیر نے روایت کی ہے۔ کہ جب محمد بن عثمان کی وفات کا وقت قریب آیا۔ اس نے بزرگان شیعہ کو طلب کر کے سب کو کہا کہ اگر میری اجل آئے نیابت و سفارت ابوالقاسم حسین بن روح نوبختی سے متعلق ہے اور میں صاحب الامر علیہ السلام کی جانب سے مامور ہوا ہوں کہ اس

کو نائب کروں میرے بعد تم لوگ اس کی طرف رجوع کرو پس تمام شیعہ اس کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور وہ اکیس برس سے زیادہ سفارت و نیابت میں مشغول اور تمام شیعوں کا مرجع تھا۔ اور وہ اس طرح تقیہ کرتا تھا۔ کہ اکثر اہلسنت اس کو اپنے گروہ سے جانتے۔ اور اُس سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ تا اینکہ ماہ شعبان تین سو چھبیس ہجری میں اُس نے رحلت کی اور اپنے بعد حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے حکم کے مطابق شیخ جلیل علی بن محمد سمری کو اپنا وصی و قائم مقام کیا اور سفارت و نیابت اس سے متعلق ہوئی اور تین سال تک نیابت اُس سے متعلق رہی۔ اور اُس نے نیم ماہ شعبان تین سو انتیس ہجری میں رحلت کی۔ اور اسی سال گردش نجوم کی ایسی تاثیر تھی کہ اکثر علما محدثین شیعہ نے اس سال رحلت کی۔ اور غیبت کبریٰ کی ابتدا شروع ہوئی۔ اور ظاہراً امامت کے آثار منقطع ہو گئے۔ ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینیؒ اور رئیس المحدثین علی ابن بابویہؒ نے بھی اسی سال رحلت کی احمد بن ابراہیم کہتا ہے کہ ہم مشائخ اور بزرگان شیعہ کے ساتھ علی بن محمد سمری کی خدمت میں گئے۔ اور جب وہاں پہنچے اُس نے پہلے یہ کہا کہ حق تعالےٰ علی بن حسین بابویہ قمی پر رحمت فرمائے۔ کہ وہ اسی وقت برحمت الٰہی واصل ہوا ہے۔ پس بزرگان شیعہ نے اس تاریخ اور اس دن کو لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا۔ کہ سترہ یا اٹھارہ روز بعد یہ خبر پہنچی۔ کہ علی بن حسینؒ نے اسی دن اور اُسی وقت رحلت کی تھی۔ اور اس خبر کو حسین بن علی بابویہؒ نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔ اور حسن بن احمد مکتب سے ابن بابویہ و شیخ طوسی نے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتا تھا کہ جس سال سمری نے دنیا سے رحلت کی اُس سال ہم بغداد میں تھے۔ اور اُس کی رحلت کرنے سے چند دن پہلے ہم لوگ اُس کی خدمت میں گئے۔ پس اُس نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام کا ایک فرمان نکالا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اے علی بن محمد سمری حق تعالےٰ تیرے بھائیوں کا اجر تیری مصیبت میں عظیم کرے۔ تو آج سے چھٹے دن دنیا سے رحلت کرے گا۔ پس تو اپنے کاموں کو جمع کر اور کسی کو اپنی وفات کے بعد اپنا وصی و قائم مقام قرار نہ دے۔ کہ غیبت تامہ واقع ہوئی ہے۔ اور میں اس کے بعد کسی کے لئے ظاہر نہ ہوں گا۔ مگر حق تعالیٰ کے اذن و حکم کے بعد اور یہ ظاہر ہونا اس کے بعد ہوگا۔ کہ غیبت کی مدت بہت طولانی ہو جائے۔ اور لوگوں کے دل سنگین اور زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی۔ اور بعد اس کے شیعوں کا ایک گروہ میرے دیکھنے کا دعویٰ کرے گا۔ پس جو کوئی ایسا دعویٰ کرے کہ اُس نے مجھے خروج سفیانی اور صدائے آسمانی سے پہلے دیکھا ہے وہ دروغگو اور افترا کرنے والا ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ حسن کہتا ہے کہ ہم نے اس فرمان کی نقل کر لی۔ اور اُس کے پاس سے باہر نکلے پس چھٹے روز جب اُس کی خدمت میں گئے اس کو حالت احتضار میں پایا۔ کسی نے اُس سے پوچھا کہ بعد تیرے کون تیرا وصی ہے۔ جواب دیا کہ خدا کا ایک حکم اور ایک حکمت ہے جس کے مطابق

عمل کیا جائے گا۔ یعنی غیبت کبریٰ اور یہ کہہ کر اس نے عالم قدس کی طرف رحلت کی۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ ایک گروہ کثیر جو کہ ثقہ و معتمد ہیں روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؑ کو غیبت کبریٰ میں دیکھا ہے۔ مگر اس وقت نہیں پہچانا۔ اور آنحضرتؑ سے جدا ہونے کے بعد پہچانا ہے۔ پس ممکن ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہو کہ اگر یہ کہیں کہ جس وقت دیکھا اسی وقت پہچانا۔ کہ آنحضرتؑ ہیں دروغ کہتے ہیں۔ لیکن وہ معجزات جو کہ سفیروں کے ہاتھ اور زبان سے ظاہر ہوئے وہ اس قدر ہیں کہ یہ مختصر رسالہ ان کے ذکر کے لئے کافی نہیں۔ اور شیخ ابن بابویہ کہتے ہیں کہ ابو علی بغدادی نے مجھے خبر دی ہے کہ میں بخارا میں تھا۔ کہ ابن جاوشیر نے دس عدد شمس طلا مجھے دیئے۔ کہ بغداد میں حسین بن روح کو دوں۔ چنانچہ ایک شمس راستہ میں گم ہو گیا۔ اور میں نے ایک شمس اسی وزن کا خرید کر کے اُن میں ملا دیا۔ اور حسین بن روح کے پاس لے گیا۔ جب میں نے ان کو کھولا۔ حسین نے خرید کردہ شمس کی طرف اشارہ کر کے کہا اس کو اٹھا لے کہ جو شمس گم ہو گیا تھا وہ ہمارے پاس پہنچ چکا ہے۔ اور یہ تو نے اس کے عوض خرید کیا ہے۔ پھر مجھے وہ گم شدہ شمس دکھایا اور میں نے پہچانا کہ یہ وہی ہے۔ نیز ابو علی کہتا ہے کہ میں نے ایک عورت کو بغداد میں دیکھا جو پوچھتی تھی۔ کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کا وکیل کون ہے۔ ایک شیعہ نے اس کو بتایا کہ حسین بن روح ہیں۔ پس وہ عورت حسین کے پاس آئی اور کہا کہ بتاؤ میں تمہارے لئے کیا چیز لائی ہوں۔ حسین نے کہا تو جو چیز لائی ہے اس کو دریائے دجلہ میں ڈال دے۔ کہ بعد اس کے میں بتاؤں گا کہ تو کیا چیز لائی ہے۔ پس وہ عورت گئی اور جو چیز لے کر آئی تھی اس کو دجلہ میں ڈال دیا اور پھر حسین کے پاس آئی جب اس کی مجلس میں داخل ہوئی حسین نے خادم سے کہا کہ وہ حقہ لے آ۔ جب خادم وہ حقہ لے کر حاضر ہوا حسین نے کہا کہ یہ وہ حقہ ہے جسے تو لے کر آئی تھی۔ اور دجلہ میں جس کو ڈال دیا تھا۔ اور اس حقہ میں طلائی کنگن کی ایک جوڑی بھی ہے۔ اور ایک حلقہ بزرگ ہے جس میں دو جواہر جڑے ہیں۔ اور دو چھوٹے حلقے ہیں اور اُن میں بھی جواہر جڑے ہیں۔ اور دو انگشتری میں ایک عقیق کی اور دوسری فیروزہ کی پس جب اس حقہ کو کھولا۔ اس میں سے وہ سب چیزیں نکلیں جن کو بیان کیا تھا۔ پس اس عورت نے جب یہ حالت دیکھی بیہوش ہو گئی۔ اور ان چار شخصوں کے علاوہ اور لوگ بھی آنحضرتؑ کے سفیر و نائب تھے۔ کہ جن سے بعض شیعہ رجوع کرتے تھے۔ مثل علیمہ خاتون کہ جن کا ذکر پیشتر مذکور ہوا۔ اور وہ حضرتؑ کی پھوپھی تھیں۔ اور محمد بن جعفر اسدی اور حاجز اور شاہ محمد بن ابراہیم بن ماہیار اور قاسم بن علا جو کہ مدتوں تک اندھا رہا۔ اور اپنی وفات سے سات روز قبل با عجاز حضرت صاحب الامر علیہ السلام اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اور حضرتؑ نے اس کی وفات کی خبر آذربائیجان میں اس کو لکھی تھی۔ اور اس کے لئے کفن بھیجا تھا اور اس گروہ کے علاوہ

اور لوگ بھی تھے۔ جن میں سے بعض شاذونادر خود آنحضرتؑ کی خدمت میں پہنچتے تھے۔ اور بعض بتوسط اُن چار سفیروں کے نائب تھے۔ کلینیؒ و شیخ طبرسیؒ و شیخ طوسیؒ نے زہری سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو بہت تلاش کیا اور مال بھی بہت خرچ کیا مگر یہ سعادت مجھے نصیب نہ ہوئی۔ تا اینکہ محمد بن عثمان عمروی کی خدمت میں حاضر ہوا جو کہ آنحضرتؑ کے نائبوں میں سے تھا اور ایک مدت اُس کی خدمت کی اس کے بعد ایک روز اُن سے التماس کیا کہ مجھے آنحضرتؑ کی خدمت میں لے جائیں مگر اُس نے انکار کیا آخر جب میں نے بہت ہی تضرع و زاری کی اُس نے کہا کل صبح کو آ۔ جب میں اُس کے پاس گیا دیکھا کہ وہ آتا ہے۔ اور ایک جوان خوش رو و خوشبو ہیئت تجار اُس کے ہمراہ ہے۔ اور کوئی متاع اپنی آستین میں لئے ہوئے ہے۔ عمروی نے اُس جوان کی طرف اشارہ کیا کہ تو جس کا طالب ہے وہ یہی بزرگوار ہیں۔ میں آنحضرتؑ کی خدمت میں گیا اور جو کچھ چاہا سوال کیا اور آنحضرتؑ نے جواب دیا۔ ازاں بعد ایک گھر کے دروازہ پر پہنچے کہ جو مشہور و معروف نہ تھا اور میں اُس کی اعتنا نہ رکھتا تھا۔ آنحضرتؑ نے چاہا کہ اُس گھر میں داخل ہوں عمروی نے کہا کہ اگر تو کوئی اور سوال رکھتا ہے دریافت کر لے کہ بعد اس کے تو کبھی آنحضرتؑ کو نہ دیکھے گا۔ جونہی میں سوال کرنے کے لئے آگے بڑھا حضرتؑ نے کچھ نہ سنا اور گھر میں داخل ہو گئے۔ اور یہ فرمایا کہ ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو کہ نماز صبح میں تاخیر کرے تا اینکہ ستارے زائل و برطرف ہو جائیں۔ یعنی جو کوئی وقت فضیلت طلب کرنے میں تاخیر کرے قطب راوندی و کلینیؒ وغیرہ نے ایک شخص سے جو اہل مدائن سے تھا۔ روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں ایک رفیق کے ساتھ حج کو گیا اور جب ہم لوگ موقف عرفات میں بیٹھے تھے میں نے ایک جوان کو دیکھا جو ہمارے نزدیک بیٹھا تھا۔ اور ایک ازار پہنے اور ایک ردا اوڑھے تھا کہ جن کی قیمت ڈیڑھ سو دینار تک ہو گی۔ اور اُس کے پاؤں میں نعلین زرد تھی۔ اور آثار سفر اُس سے ظاہر نہ تھے۔ ناگاہ ایک سائل نے ہم سے سوال کیا اور ہم نے اُس کا سوال رد کیا پس وہ اُس جوان کے پاس گیا۔ اور سوال کیا اُس جوان نے زمین سے کوئی چیز اٹھا کر اس کو دی پس وہ سائل بہت دعا دینے لگا۔ اور وہ جوان ہمارے پاس سے اٹھ کر کہیں غائب ہو گیا۔ ہم لوگوں نے سائل کے پاس جا کر پوچھا کہ اُس جوان نے تجھے ایسی کون سی چیز عطا کی ہے۔ کہ تو اس قدر دعائیں دیتا ہے۔ پس اُس نے ایک سنگریزہ طلا ہم کو دکھایا جس میں ریت کی مانند دندانے تھے۔ اور جب ہم نے اس کو وزن کیا تو وہ بیس مثقال تھا اُس وقت میں نے اپنے رفیق سے کہا کہ ہمارے مولا اور ہمارے امام ہمارے پاس تھے۔ مگر ہم نہ پہچان سکے کیونکہ یہ سنگریزہ اُن ہی کے اعجاز سے طلا ہو گیا ہے اس کے بعد ہم نے اُن کو تمام عرفات میں تلاش کیا مگر کہیں نہ پایا مگر اُس گروہ

سے جو کہ آنحضرتؑ کے گرد اہلِ مکہ و مدینہ سے آیا تھا دریافت کیا کہ یہ بزرگوار کون تھے جواب دیا کہ ایک جوان علوی ہے جو ہر سال پیادہ حج کو آتا ہے۔ اور قطب راوندی نے حسن بن مسروق سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں ایک روز حسن بن حمدان ناصر الدولہ کی مجلس میں تھا اتفاقاً وہاں ناحیہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام اور غیبت آنحضرتؑ کا ذکر ہونے لگا۔ اور میں اس کلام پر استہزا کرتا تھا۔ اُس وقت میرے چچا حسین مجلس میں داخل ہوئے جبکہ میں وہی کلمات کہہ رہا تھا۔ میرے چچا نے کہا اے فرزند میں بھی اس باب میں تیرے مثل یہی اعتقاد رکھتا تھا تا اینکہ حکومت قم مجھ کو ملی۔ جبکہ اہل قم خلیفہ سے باغی ہو گئے تھے۔ اور جو حاکم کہ جاتا تھا۔ اُس کو قتل کرتے اور مطیع نہ ہوتے تھے۔ پس ایک لشکر میرے ہمراہ کر کے مجھ کو قم کی طرف بھیجا۔ جب میں ناحیہ طرز میں پہنچا وہاں شکار کرنے گیا۔ اور ایک شکار میرے آگے سے بھاگا میں بھی اُس کے پیچھے گیا اور بہت دور جانے کے بعد ایک نہر کے پاس پہنچا اور اُس کے اندر روانہ ہوا۔ مگر جس قدر اُس نہر میں جاتا تھا اُس نہر کی وسعت اور بڑھتی جاتی تھی۔ ناگاہ ایک سوار نظر آیا جو کہ اسپ اشہب پر سوار اور خز سبز کا عمامہ اپنے سر پر رکھتا تھا۔ اور اُس عمامہ کے نیچے اُس کی آنکھوں کے سوا اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ اور اُس کے پاؤں میں دو موزہ سرخ تھے۔ اُس نے مجھ سے کہا اے حسین نہ تو اس نے امیر کہا۔ اور نہ کنیت کے ساتھ پکارا بلکہ حقارت کے ساتھ میرا نام لیا ہے۔ میں نے کہا تو مجھ سے کیا چاہتا ہے جواب دیا۔ تو کس لئے میری غیبت کرتا ہے۔ اور میرے ناحیہ کو سبک و حقیر جانتا ہے۔ اور اپنے مال کا خمس میرے اصحاب اور نائبوں کو کس لئے نہیں دیتا میں ایک مرد صاحب وقار اور نہایت دلیر تھا۔ اور کسی چیز سے نہ ڈرتا تھا مگر اُس سوار کے اس کلام سے میں کانپنے لگا۔ اور ڈر کر کہا کہ اے میرے سید و سردار جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ ایسا ہی کروں گا۔ اس سوار کو کہا کہ جب تو اس مقام میں پہنچے۔ جہاں کا ارادہ رکھتا ہے اور بآسانی تمام بغیر جنگ و جدال شہر میں داخل ہو اور مال کثیر جمع کرے۔ اس وقت کہ جو مال کہ وہاں حاصل کرے گا اُس کا خمس اس کے مستحق کو پہنچا دینا۔ میں نے کہا آپ کا حکم سنتا اور اُس کی اطاعت کی اس سوار نے کہا اب رشد و صلاح کے ساتھ روانہ ہو اور اس کے بعد اپنے گھوڑے کی باگ پھیر کر چلا اور میری نظر سے غائب ہو گیا اور مجھے نہ معلوم کہ کہاں گیا ہے۔ ہر چند دائیں بائیں تلاش کیا مگر نہ پایا اس وقت میرا خوف و رعب اور بھی زیادہ ہو گیا۔ اور وہاں سے اپنے لشکر کی طرف پھر آیا۔ اور میں نے یہ حال کسی سے بیان نہ کیا۔ اور اپنے دل سے بھلا دیا۔ جب شہر قم میں پہنچا مجھے یہ گمان تھا۔ کہ اہل قم سے جنگ و جدال ہوگا۔ مگر اہل قم نے بیرون شہر میرے پاس آکر کہا جو شخص کہ مذہب میں ہمارا مخالف ہوتا اور ہماری طرف آتا تھا۔ ہم اس سے جنگ کرتے تھے۔ مگر چونکہ تو ہم سے

ہے۔ اور ہماری طرف آیا ہے ہمارے اور تیرے درمیان کوئی مخالفت نہیں ہے۔ تو شہر میں داخل ہو اور جیسے تجھے منظور ہو شہر کا انتظام کر۔ میں ایک مدت تک قم میں رہا اور امید سے زیادہ مال جمع کیا بعد اس کے خلیفہ کے امیروں نے مجھ پر اور میرے کثرت اموال پر حسد کر کے خلیفہ کے روبرو میری مذمت کی تا اینکہ خلیفہ نے مجھے معزول کر دیا۔ اور میں بغداد میں آکر پہلے خلیفہ کے پاس گیا۔ اور اس کو سلام کیا۔ پھر اپنے گھر آیا لوگ میری ملاقات کے لئے آئے تھے۔ اس وقت محمد بن عثمان عمروی میرے گھر آیا۔ اور تمام لوگوں سے آگے بڑھ کر میری مسند پر بیٹھ گیا۔ اور جس تکیہ سے میں ٹیکا دیئے ہوئے تھا۔ اس نے بھی ٹیکا دیا۔ جس کی اس حرکت سے میں بہت غضبناک ہوا۔ لوگ برابر آجا رہے تھے۔ مگر وہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور حرکت نہ کرتا تھا۔ اس لئے میرا خشم و غضب اس پر اور زیادہ ہوتا تھا۔ پس جب مجلس خالی ہوئی۔ میرے نزدیک آیا اور کہا کہ میرے اور تیرے درمیان ایک راز ہے اس کو سن۔ میں نے کہا بیان کر اس نے کہا صاحب اسپ اشہب و نہر فرماتے تھے کہ ہم نے اپنا وعدہ وفا کیا پس وہ قصہ مجھے یاد آیا۔ اور میں نے کانپ کر کہا کہ اس کا حکم سنتا اس کی اطاعت کرتا اور بجان و دل ممنون ہوتا ہوں۔ پھر میں اس کا ہاتھ تھام کر اندر لے گیا۔ اور خزانوں کے دروازے کھول کر تمام مال کا خمس اس کے سپرد کیا۔ بعض اموال جو میں بھول گیا تھا۔ اس نے یاد دلائے اور ان کا خمس لیا۔ اور اس کے بعد میں نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے امر میں کبھی شک نہیں کیا۔ حسن ناصر الدولہ کہتا ہے کہ جب میں نے اپنے چچا سے یہ قصہ سنا میرے دل کا شک بھی زائل ہو گیا۔ اور مجھ کو آنحضرت کا یقین آیا۔

شیخ طوسیؒ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ علی بن بابویہؒ نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور حسین بن روح کو دیا۔ اور اس عریضہ میں یہ خواہش کی تھی۔ کہ آنحضرتؑ اس کے لئے دعا فرماویں۔ کہ حقتعالیٰ اس کو ایک فرزند عطا کرے۔ حضرتؑ نے اس کا یہ جواب لکھا کہ ہم نے تیرے لئے دعا کی اور حق تعالیٰ بہت جلد تجھ کو دو فرزند نیک کردار عطا فرمائے گا۔ پس حق تعالیٰ نے تھوڑے عرصہ میں ایک کنیز سے اس کو دو فرزند عطا کئے۔ ایک محمد دوسرا حسین۔ محمد سے بہت سی تصانیف باقی ہیں اور منجملہ ان کے کتاب لایحضرہ الفقیہ ہے اور حسین کی نسل سے محدثین و فضلا پیدا ہوئے۔ اور محمد فخر کرتا تھا۔ کہ میں حضرت قائم علیہ السلام کی دعا سے پیدا ہوا ہوں۔ اور سب استاد اس کی تحسین کرتے اور کہتے تھے۔ جو شخص حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی دعا کے سبب پیدا ہو سزاوار ہے۔ کہ وہ ایسا ہی ہو۔ اور شیخ صدوق محمد بن بابویہ نے بسند صحیح احمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور یہ سوال کرنا چاہتا تھا کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا

پس حضرتؑ نے میرے سوال کرنے سے پہلے ہی ارشاد فرمایا۔ کہ اے احمد! حق تعالیٰ نے جس دن سے آدمؑ کو پیدا کیا ہے۔ آج تک زمین کو حجت سے خالی نہیں رکھا۔ اور قیامت تک ایسے شخص سے خالی نہ رکھے گا۔ جو کہ خلائق پر حجت خدا ہو اور اسی کی برکت سے اہل زمین سے بلاؤں کو رفع کرے گا۔ اور اسی کے سبب آسمان سے پانی نازل کرے گا۔ اور زمین کی برکتوں کو اگائے گا۔ میں نے کہا اے فرزندِ رسولِ خدا پس آپ کے بعد کون امام و خلیفہ ہوگا۔ پس حضرت یہ سن کر اٹھے گھر میں تشریف لے گئے اور پھر باہر آئے درحالیکہ ایک لڑکا مانند چودھویں رات کے چاند کہ عمر تین برس کی تھی آپؑ کے دوش مبارک پر سوار تھا۔ آپؑ نے فرمایا۔ اے احمد میرے بعد یہ امام ہے اور اگر تو خدا کی درگاہ میں اور اس کی حجتوں کے پاس گرامی نہ ہوتا میں یہ فرزند تجھے نہ دکھاتا۔ اس کا نام اور اس کی کنیت حضرت رسولِ خدا کے نام و کنیت کے مطابق ہے اور یہ زمین کو عدالت سے بھر دے گا۔ بعد اس کے کہ ظلم و جور سے بھری ہو گی۔ اے احمد اس کی مثل اس امت میں خضرؑ و ذوالقرنینؑ کی مانند ہے قسم بخدا یہ غائب ہوگا اور اس طرح غائب و پنہاں ہوگا کہ اس کی غیبت میں ہلاک و گمراہ ہونے سے نجات نہ پائے گا۔ مگر وہی شخص جس کو حق تعالیٰ اس کی امامت کے اقرار پر ثابت رکھے اور اس کو توفیق دے کہ اس کی تعجیل فرج کی دعا کرے۔ میں نے عرض کیا کوئی معجزہ یا ایسی علامت ظاہر ہو سکتی ہے۔ جس سے میرا دل مطمئن ہو۔ پس وہ لڑکا بزبان عربی فصیح گویا ہوا کہ میں زمین پر بقیۃ خدا اور اس کے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہوں۔ اور تو آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد پھر کسی خبر کو طلب نہ کر۔ احمد کہتا ہے۔ کہ میں بہت شاد و خوش حال آنحضرتؑ کی خدمت سے باہر آیا۔ اور پھر دوسرے روز حضرتؑ کی خدمت میں گیا۔ اور عرض کیا اے فرزندِ رسولِ خدا آپ نے جو انعام و احسان مجھ پر کیا ہے۔ اس کے سبب میرا سرور بہت زیادہ ہوا ہے۔ اب ارشاد فرمائیے کہ خضرؑ اور ذوالقرنینؑ کی سنت کیا ہے۔ جو کہ اس کی حجت ہو گی۔ ارشاد فرمایا اے احمد وہ سنت طول غیبت ہے۔ پس میں نے عرض کیا اے فرزند رسولِ خدا اس کی غیبت طولانی ہو گی فرمایا ہاں قسم بخدا وہ غیبت اس قدر طولانی ہو گی کہ جو لوگ اس کی امامت کے قائل ہوں گے ان میں سے اکثر لوگ دین سے پھر جائیں گے اور دین حق پر باقی نہ رہے گا۔ مگر وہی شخص کہ جس سے کہ روزِ میثاق حق تعالیٰ نے ہماری ولایت کا عہد و پیمان لیا ہو اور اس کے دل میں قلم قدرت سے ایمان کو نقش کیا ہو اور اس کو روح ایمان کے ساتھ مؤید فرمایا ہو۔ اے احمد یہ ایک امر حق تعالیٰ کے امور غریبہ سے اور ایک غیب اس کے غیبوں سے اور ایک راز اس کے رازہائے پنہاں سے ہے۔ پس جو کچھ کہ میں نے تجھ کو عطا کیا ہے۔ اس کو لے اور پنہاں رکھ اور شکر کرنے والوں سے ہو تاکہ قیامت کے دن علیین میں ہمارا رفیق قرار پائے۔ نیز یعقوب بن منقوش سے روایت کی ہے کہ وہ

کہتا تھا کہ میں ایک روز حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں گیا دیکھا کہ آنحضرت ایک تخت پر تشریف فرما ہیں۔ اور ان کے داہنی طرف ایک حجرہ تھا کہ جس کے دروازہ پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے عرض کی کہ اے میرے سید و سردار آپ کے بعد امر امامت کا صاحب و مالک کون ہے فرمایا یہ پردہ اٹھا۔ جب میں نے پردہ اٹھایا اسوقت باہر ایک لڑکا باہر آیا جس کا قد پانچ بالشت کا تھا۔ اور تقریباً آٹھ برس یا دس برس کا ہوگا۔ اس کی پیشانی کشادہ آنکھیں روشن و درخشاں چہرہ سفید نورانی ہاتھ قوی زانو بجید تھے۔ داہنے رخسارہ پر ایک خال تھا اور بال اس کے سر پر ایک کاکل۔ وہ لڑکا آیا اور اپنے بزرگوار کے زانو پر بیٹھ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارا امام یہی ہے۔ اس کے بعد حضرت نے کہا وہ لڑکا اٹھا۔ اور حضرت نے فرمایا اے فرزند گرامی جاؤ اس وقت معلوم تک جو کہ تمہارے ظہور کا مقرر ہوا ہے۔ میں اس لڑکے کی طرف نظر کرتا تھا۔ تا اینکہ حجرہ میں داخل ہوا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اٹھ اور اب دیکھ کہ اس حجرہ میں کون ہے۔ میں حجرہ میں گیا۔ اور ہر طرف پھرا۔ مگر وہاں کسی کو نہ دیکھا۔ ایضاً کتاب قاضی کے پہر دیکھا محمد بن معاویہ و محمد بن ایوب و محمد بن عثمان عمروی نے روایت کی ہے یہ سب کہتے تھے کہ جب امام نے خروج اپنے فرزند یعنی حضرت صاحب الامر کو ہمیں دکھایا۔ ہم لوگ حضرت کے دولت سرا میں تھے [illegible]۔ اور بروایت شخص تھے۔ حضرت نے فرمایا میرے بعد تمہارا امام اور میرا خلیفہ تم لوگوں میں یہی ہے۔ میرے بعد اس کے ساتھ کی اطاعت کرو اور پراگندہ نہ ہو جاؤ۔ ورنہ اپنے دین میں ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور اس روز کے بعد تم لوگ پھر اس کو نہ دیکھو گے۔ پس ہم لوگ حضرت کی خدمت سے باہر آئے اور تھوڑے دنوں کے بعد امام حسن عسکری نے رحلت فرمائی۔ ایضاً محمد بن صالح قنبری سے روایت کی ہے۔ کہ جبکہ جعفر نے اپنے بھائی حضرت امام حسن عسکری کی میراث میں تنازعہ کیا۔ حضرت صاحب الامر ظاہر ہوئے اور فرمایا اے جعفر تو کس لئے میرے حق کا متعرض ہوتا ہے۔ جعفر متحیر و ساکت ہو گئے۔ جواب دیا۔ غائب ہو گئے۔ بعد اس کے جعفر نے بہت تلاش کی مگر حضرت کا نشان نہ پایا تا اینکہ حضرت کی والدہ کی دادی نے رحلت کی اور انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کو اس گھر میں دفن کریں جب لوگوں نے دفن کرنا چاہا جعفر نے آکر منع کیا اور کہا کہ یہ گھر میرا ہے یہاں دفن نہ کرو۔ اس وقت ناگاہ اس حجرہ میں سے حضرت صاحب الامر ظاہر ہوئے۔ اور فرمایا کہ اے جعفر یہ گھر تیرا نہیں ہے۔ بعد اس کے غائب ہو گئے تمام لوگوں سے اور پھر کسی نے آنحضرت کو نہ دیکھا۔ شیخ طوسی نے اسمٰعیل بن علی نوبختی سے روایت کی ہے حضرت صاحب الامر کی ولادت سامرہ میں واقعہ ہوئی۔ سن دو سو چھپن ہجری میں اور اس وقت ابوالقاسم تھی۔ اور حضرت رسالتمآب نے وصیت فرمائی تھی کہ مہدی کا نام میرا نام اور کنیت کو مخصوص کیا۔ اس ہے۔ اور لقب مہدی ہے۔ اور وہی حجت و منتظر اور صاحب الزمان ہے۔ اسماعیل بہت متحیر ہوا اور

پس حضرتؑ از
ہے۔ آج تک - بعد حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ درحالیکہ آپ کی رحلت کا وقت قریب تھا۔ پس میں آنحضرتؑ کے پاس
پدر حجت خدا ۔ نے عقیدت خادم سے فرمایا۔ کہ میرے لئے مصطگی کو پانی میں جوش دے۔ اس کے بعد آنحضرتؑ کی والدہ نے آب مصطگی کا
سے پانی نازل حضرتؑ کو دیا۔ جونہی آپ پینے لگے دستِ مبارک کانپنے لگا۔ اور قدح دانتوں سے ٹکرایا۔ پس حضرت نے قدح رکھ دیا،
بعد کون امام و تیہ فرمایا۔ کہ اس گھر میں داخل ہو۔ اور جو لڑکا سجدہ میں ہے اُسے میرے پاس لے آ۔ پس جب میں اس گھر میں داخل ہوا
لڑکا مانند چودہ تو سجدہ میں دیکھا۔ کہ دونوں انگشتِ شہادت آسمان کی طرف بلند کئے ہیں۔ جب میں نے سلام کیا اس نے اپنی نماز مختصر
کہا میرا آقا آپ کو طلب فرماتا ہے۔ پس حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی والدہ وہاں تشریف لائیں۔ اور اُن کا ہاتھ
اے احمد میرے
یہ فرزند تجھے نہ دو رتؑ کے پاس لائیں۔ جب وہاں داخل ہوئے آپ نے پدر بزرگوار کو سلام کیا۔ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کا رنگ درخشاں
اور یہ زمین کو عد سپید اور دندان کشادہ تھے۔ جب امام حسن عسکریؑ کی نظر ان پر پڑی رونے لگے۔ اور فرمایا۔ اے سید و سردار اہلبیتؑ
امت میں خدا و نی مجھے پانی دو کہ میں اپنے خدا کی طرف جاتا ہوں۔ پس حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے وہ آبِ مصطگی کا قدح اٹھایا۔ اور
کی غیبت میں بلا کہ دعا میں جنبش دے کر اپنے پدر بزرگوار کو پلایا۔ اس کے بعد امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ مجھے نماز کے لئے آمادہ و مہیا کرو۔
کے اقرار پر ثابت حضرتؑ کے دامن پر ایک رومال ڈال دیا۔ اور صاحب الامر علیہ السلام نے آنحضرتؑ کو وضو کرایا۔ اور حضرتؑ کے سر اور
معجزہ یا ایسی علامت کیا۔ اس وقت آنحضرتؑ نے صاحب الامر علیہ السلام سے فرمایا۔ اے فرزند گرامی تم ہی صاحب الزمانؑ اور مہدی
میں زمین پر خلیفہ حجت خدا اور میرے فرزند و وصی اور مجھ سے متولد ہوئے ہو۔ تم محمد ابن حسن اور فرزند حضرت رسول اللہؐ اور خاتم
پھر کسی خبر کو طلب ہو۔ اور حضرت رسالت مآبؐ نے اُمت کو تمہاری بشارت دی ہے اور تمہارا نام و کنیت بیان فرمائی ہے۔ اللہ
اور پھر دوسرے روز جو کہ میرے آبا و اجداد سے مجھ تک پہنچا ہے اس کے بعد امام حسن عسکریؑ علیہ السلام نے رحلت فرمائی۔
مجھ پر کیا ہے۔ اس بن عثمان عمروی سے روایت ہے کہ جب ہمارے آقا حضرت صاحب الامر علیہ السلام متولد ہوئے حضرت امام حسن
سنت کیا ہے۔ مجھے محمد سے پدر کو بلایا۔ اور حکم دیا کہ بنی ہاشم وغیرہ کو دس ہزار رطل نان اور دس ہزار رطل گوشت بطریق تصدق عطا کریں۔
عرض کیا اے فرزند کے لئے بہت سے گوسفند ذبح کریں۔ اور حضرت امام حسن عسکریؑ کی نسیم نامی کنیزوں سے روایت ہے کہ جب آپؑ پیدا
لوگ اس کی امامت ہوئے تو بیٹھے اور دونوں انگشتِ شہادت کو بطرف آسمان بلند کیا۔ اور عطسہ کرنے کے بعد فرمایا۔ الحمد للہ رب العالمین
رہے گا۔ گروہ ہی تحمید محمد و آلہ اور اس کے بعد فرمایا کہ ظالموں نے گمان کیا تھا۔ کہ حجتِ خدا زائل و برطرف ہو جائے گی۔ اور ہمیں اگر حق تعالیٰ
دل میں قلم قدرت سے اجازت دے۔ پھر کوئی شک باقی نہ رہے گا۔ نیز نسیم سے روایت ہے۔ کہ میں آنحضرتؑ کی ولادت سے ایک دن
امر حقتعالیٰ کے امو رتؑ کی خدمت میں گئی۔ اور مجھے چھینک آئی فرمایا یرحمک اللہ میں بہت خوش ہوئی فرمایا کیا تو چاہتی ہے کہ تجھے عطسہ کا باب
کر دوں۔ میں نے کہا ہاں آپؑ نے فرمایا تین روز تک موت سے امان کا باعث ہے۔ اور ابو علی خیزرانی نے حضرت امام حسن عسکریؑ
سے ہے۔ پس جو کچھ
تاکہ قیامت کے دن روایت کی ہے کہ جب حضرت قائم آل محمدؑ پیدا ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرتؑ سے ایک نور ساطع ہے۔ کہ اس سے اطراف
میں۔ میں نے دیکھا کہ مرغان سفید آسمان سے نیچے اترتے اور اپنے پروں کو حضرتؑ کے سر اور چہرہ اور تمام بدن

پستے اور آسمان کی طرف اُڑ جاتے تھے۔ جب میں نے امام حسن عسکریؑ سے یہ حال عرض کیا آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا ہے۔ تا کہ آپ کو پتہ ہو
ملائکہ آسمان ہیں۔ اور آسمان سے اس لئے اترے ہیں۔ کہ حضرت قائم علیہ السلام کے سبب برکت طلب کریں۔ جن سے اس وقت باہر
خروج کریں گے یہ سب اُن کے یار و مددگار ہوں گے۔ اور شیخ محمد بن بابویہ قمیؒ اور شیخ طوسیؒ نے بسند معتبر بشیرؒ وردان بردہ فروشوں
سے غیبت کی کتابوں میں روایت کی ہے۔ جو کہ ابو ایوب انصاری کی اولاد سے اور حضرت امام علی نقیؑ اور حضرت [illegible] اس کے
کے خاص شیعوں سے تھا۔ اور سُر من رائے میں ان بزرگواروں کا ہمسایہ تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ایک روز کافور خادم۔ اس کے بعد حضرت امام علی
نقیؑ میرے پاس آیا۔ اور مجھے طلب کیا۔ جب میں آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا۔ کہ تو انصار کے خدمت گاروں کو بھیجا
اور ہمیشہ ہم اہلبیتؑ کی ولایت و محبت حضرت رسولؐ کے زمانہ سے اس وقت تک تمہارے درمیان رہی ہے جس نے انکار کیا اور
ہمیشہ ہمارے محل اعتماد رہتے۔ اب میں تجھے اختیار کرتا ہوں۔ اور ایسی فضیلت کے ساتھ مشرف کرتا ہوں کہ اس کے سبب قاضی کے پر دیکھا
سبب ہماری ولایت میں تمام شیعوں پر سبقت لے جائے گا۔ اور میں تجھے ایک راز پنہاں سے آگاہ کرتا ہوں اس نے خروج
تجھے ایک کنیز خریدنے کے لئے بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد حضرتؑ نے ایک خط فرنگی زبان میں تحریر فرمایا۔ اور اس پر مہر کی۔ اور بروایت
ایک کیسہ اشرفیوں کا لائے کہ جس میں دو سو بیس اشرفیاں تھیں۔ اور فرمایا کہ یہ خط اور اشرفیاں لے کر بغداد جا اور بروز دو آدمیوں کے ساتھ
چاشت جسر بغداد پر جا۔ جب قیدیوں کی کشتیاں کنارے پر آئیں گی تو بہت سی کنیزوں کو دیکھے گا بیچنے کو کوئی کھینچتا ہو گا
کے وکیلوں کو اور تھوڑے سے جوانان عرب کو دیکھے گا۔ کہ قیدیوں کے پاس جمع ہوں گے۔ پس تو تمام دن نشان بتایا اور کہا کہ جب
فروخت کی طرف دور سے دیکھتا رہ تاوقتیکہ وہ ایک کنیز کو خریداروں کے سامنے ظاہر کرے گا۔ جو فلاں فلاں ہو اور اس کے گھر میں جیسی
گی۔ آپ نے اس کے تمام اوصاف بیان کئے۔ اور وہ کنیز موٹی حریر کا لباس پہنے ہو گی۔ اور خریداران غلام سیاہ بیٹھا تھا۔
نظر کرنے اور اپنے جسم پر ہاتھ رکھنے سے منع کرے گی۔ اور تو عقب پردہ سے اس کی صدا بزبان سنے۔ جواب دیا۔
تو یقین رکھ کہ وہ بزبان رومی یہ کہتی ہے۔ وائے کہ میرا پردہ عفت چاک ہوا اس کے بعد خریدار دن جب ہم گھر میں داخل
کہے گا۔ کہ میں اس کی قیمت تین سو اشرفیاں دیتا ہوں کیونکہ اس کنیز کی عفت نے مجھ کو اس کی خرید پر راغب کیا وہ ہم سے پیشتر نہ دیکھا
سا عجب کیا ہے۔ وہ عورت بزبان عربی اُس شخص سے کہے گی۔ کہ اگر تو حضرت سلیمانؑ کی حیثیت میں ظاہر ہو یا اس حجرہ میں ایستادہ
تجھے مل جائے۔ تب بھی میں تیری طرف رغبت نہ کروں گی۔ پس تو اپنا مال ضائع و برباد نہ کر۔ جب یہ سنا تمام لوگوں سے
کہے گا۔ کہ میں تیرے لئے کیا چارہ و تدبیر کروں۔ کہ تو کسی بھی خریدار کے ساتھ راضی نہیں ہوتی ہے۔ حاضر بردہ میں جانے کے لئے
کرنے کے سوا اور کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔ پس وہ کنیز جواب کہے گی۔ کہ تو اتنی تعجیل کیوں کرتا ہے۔ وہ کرنے لگا۔ اس وقت
آئے گا کہ جس کی طرف میرا دل مائل ہو۔ اور میں اس کی وفا و دیانت پر اعتماد رکھوں پس تو اس وقت کو موقع دیا۔ اس
جا اور اُس سے بیان کر کہ میرے پاس ایک مرد شریف و بزرگ کا خط ہے۔ جس کو اس نے از روئے ملاطفت متعبر ہو اور
تحریر کیا ہے۔ اور اس خط میں اپنے کرم و سخاوت اور وفاداری و بزرگی کا حال بیان کیا ہے۔ خط

پس حضرتؑ نے

ہے۔ آج تک اگر اس خط لکھنے والے سے راضی ہو گی میں اس بزرگوار کی طرف سے وکیل ہوں۔ کہ یہ کنیز اُس کے لیے خرید کروں۔
پر حجت خدا ہا سلمان کہتا ہے۔ کہ حضرت نے جن امور کی خبر دی تھی وہ سب واقع ہوئے اور جیسا کہ فرمایا تھا۔ میں نے
سے پانی نازل عمل کیا۔ جب وہ خط اس کنیز نے دیکھا اور پڑھا بہت روئی اور عمرو بن یزید سے کہا کہ مجھے اس خط لکھنے
بعد کون امام و بنا تھ فروخت کر۔ اور بہت سخت قسمیں کھائیں کہ اگر اس بزرگوار کے ہاتھ فروخت نہ کرے گا۔ میں خود کو
لڑکا مانند چور دھاگی۔ چنانچہ میں نے عمرو بن یزید سے قیمت کے باب میں بہت گفتگو کی تا اینکہ اُسی قیمت پر راضی ہوا
اے احمد میرے کہ جناب نقی علیہ السلام نے مجھے دی تھی۔ پس وہ اشرفیاں دے کر میں نے اُس کنیز کو خرید لیا۔ اور وہ کنیز بہت
یہ فرزند مجھے نہ دیا جائی۔ اور میرے ہمراہ اس حجرہ میں آئی۔ جو کہ میں نے بغداد میں لیا تھا۔ اور حجرہ میں پہنچتے ہی امام علیہ
اور پر زمین کو عد نکال کر چھنے لگی۔ کبھی اُس کو اپنی آنکھوں پر رکھتی تھی اور کبھی منہ پر اور کبھی اپنے بدن سے مس کرتی
امت میں حضرت و از روئے تعجب کہا۔ کہ جب تو اس خط لکھنے والے کو پہچانتی ہی نہیں تیرا اس قدر اس خط کو چومنے کا سبب
کی غیبت میں بلا کم کنیز نے کہا اے عاجز اور کم معرفت تو بغور میرا کلام سن۔ کہ میں اپنا حال تجھ سے بیان کروں میں ملیکہ دختر
کے اقرار پر ثابت پر بادشاہ روم ہوں اور میری ماں حضرت شمعون بن حمون الصفا وصی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔
معجزہ یا ایسی علامت [illegible] و عجیب امر سے تجھے مطلع کرتی ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ میرا دادا قیصر نے چاہا کہ میرا عقد اپنے بھتیجے سے
میں زمین پر بھتیجہ خانہ (?) وقت میری عمر تیرہ سال تھی۔ پس اس نے حواریان عیسیٰ علیہ السلام کی نسل سے مذہب نصاریٰ کے عالموں
پھر کسی خبر کو طلب کے تین سو آدمی اور صاحبان قدر و منزلت سے سات سو آدمی اور امرائے لشکر و سرداران لشکر اور بزرگان سپاہ و
اور پھر دوسرے رو ا ل سے چار ہزار آدمی اپنے محل میں جمع کئے۔ اور حکم دیا کہ وہ تخت حاضر کریں۔ جس کو اس نے اپنے دور حکومت
مجھ پر کیا ہے۔ اس جواہرات سے مرصع کیا تھا۔ پس اُس تخت کو چالیس پایوں پر نصب کیا۔ اور اس کی بلندیوں پر بتوں اور
سنت کیا ہے۔ مجھے بلا۔ اور اس کے بعد اپنے بھتیجے کو تخت پر بٹھایا پس جس وقت پادریوں نے انجیلوں کو ہاتھوں میں پڑھنے کے
عرض کیا اے فرزند [illegible] بت اور صلیبیں سرنگوں زمین پر گر پڑیں۔ اور پائے اُس تخت کے خراب ہو گئے۔ اور وہ تخت بھی
لوگ اس کی امامت۔ اور بادشاہ کا بھتیجا تخت سے گر کر بیہوش ہو گیا۔ اُس وقت پادریوں کا رنگ متغیر ہو گیا اور پادریوں
رہے گا۔ مگر شاہی تخت [illegible] کانپنے لگے۔ سب سے سرکردہ و بزرگ پادری نے میرے دادا سے کہا اے بادشاہ ہم کو ایسے کام سے
دل میں قلم قدرت نے [illegible] کے سبب وہ نحوستیں ظاہر ہوئیں۔ جو دین مسیح کو بہت جلد زائل ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ پس تیرے
امر حقتعالیٰ کے [illegible] فال بد جانا اور پادریوں کو حکم دیا۔ کہ پھر اس تخت کو قائم کریں۔ اور صلیبوں کو اُن کی جگہ نصب کریں۔
سے ہے۔ پس تو کچھ [illegible] کے بھائی کو حاضر کریں۔ کہ اس لڑکی کا عقد اس سے کر دوں۔ تا کہ اس بھائی کی سعادت اس بھائی کی نحوست
تا کہ قیامت کے دن پس جب ایسا کیا۔ اور اُس کے دوسرے بھائی کو تخت پر بٹھا کر انجیل پڑھنا شروع کیا۔ وہی پہلی جیسی
ہی ئی۔ اور اُن دونوں بھائیوں کی نحوست برابر نکلی مگر وہ لوگ اس کام کے راز نہیں آگاہ نہ تھے۔

کہ یہ ایک سرور محترم کی سعادت کے سبب ہے نہ کہ اُن دونوں بھائیوں کی نحوست کی وجہ سے چنانچہ اس
ہوگئے۔ اور میرا دادا بہت غمناک حرم میں آیا۔ اور پردۂ خجالت میں پوشیدہ ہوا۔ جب رات ہوئی
نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور شمعون اور حواریوں کا ایک گروہ میرے دادا کے محل
جس مقام پر میرے دادا نے تخت رکھا تھا۔ اُسی مقام پر ایک ممبر نور کا نصب کیا ہے۔ جس کی رفعت
تھی۔ بعد اس کے حضرت رسالتمآبؐ نے اپنے وصی و داماد یعنی علی علیہ السلام اور چند اماموں کے ساتھ
بزرگواروں کی اولاد سے تھے۔ وہاں تشریف لائے۔ اور اُس قصر کو اپنے نور قدم سے منور فرمایا
اجلال حضرت عیسےٰ علیہ السلام نہایت ادب کے ساتھ حضرت خاتم الانبیاءؐ کے استقبال کے لئے دوڑے
میں اپنے ہاتھ ڈال دیئے۔ حضرت رسولِ خدا نے فرمایا۔ اے روح اللہ میں اس لئے آیا ہوں۔ کہ ملیکہ
شمعونؑ کی دختر ہے اپنے اس فرزند سعادت مند کے لئے خواستگاری کروں۔ اور آنحضرتؐ
خلافت حضرت امام حسن عسکریؑ کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی اس بزرگوار کے فرزند گرامی کی طرف جس
پس حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے شمعونؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ کہ دونوں جہان کا شرف تجھ کو
اور تو اپنے رحم کو آلِ محمدؐ کے رحم سے وصل کر۔ شمعونؑ نے کہا۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پس وہ سب
نے گئے۔ اور حضرت رسول اللہ نے خطبہ پڑھا اور حضرت عیسیٰؑ نے حضرت امام حسن عسکریؑ علیہ السلام کا
فرزندان حضرت رسولِ خدا اور حواریان حضرت عیسےٰؑ اس عقد کے گواہ ہوئے۔ پس جب میں اس خواب سے بیدار ہوئی۔ بخوف قتل
بیان نہ کیا۔ اور اپنے دل میں پوشیدہ رکھا۔ مگر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی محبت میرے دل میں جاگزیں ہوئی۔ یہاں تک کہ
کھانا پینا ترک کر دیا اور بدن نحیف اور عشق پنہاں کے آثار ظاہر ہونے لگے اور میں ایسی بیمار ہوئی کہ کوئی طبیب باقی نہ رہا مگر میرا
بلایا۔ اور میرے معالجہ کی دوا طلب کی۔ مگر کسی دوا نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ پس جب میرے علاج سے میرا دادا ناامید ہوگیا۔ ایک روز مجھ سے کہا
کہ اے نور دیدہ کیا تیرے دل میں کوئی آرزو ہے۔ میں نے کہا اے جد مہربان میں فرح و سرور کے دروازے اپنے
اگر تو اہل اسلام کے اسیروں سے جو کہ تیرے قید خانہ میں ہیں شکنجہ و آزار کو دفع کرے۔ اور
دور کرکے ان کو رہا کردے۔ البتہ میں امید رکھتی ہوں۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور اُن کی مادر
عطا فرماویں گے۔ پس جب میرے کہنے کے مطابق میرے دادا نے عمل کیا میں نے تھوڑی صحت
کھانا کھایا۔ پس وہ بہت شاد و خوشحال ہوا اور پھر اہل اسلام کے اسیروں کو عزیز و گرامی رکھنے
چودہ دن بعد میں نے پھر خواب دیکھا۔ کہ بہترین زنان اہل عالم یعنی حضرت فاطمہؑ میرے دیکھنے کے
حضرت مریمؑ حوران بہشت کی ہزاروں کنیزوں کے ساتھ حضرت فاطمہؑ کے ہمراہ ہیں۔ حضرت مریمؑ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ
اہل عالم اور تیرے شوہر امام حسن عسکری علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ پس میں یہ سن کر حضرت فاطمہؑ کے دامن سے لپٹ گئی

پر بعد تعزیت و تہنیت
در ہے۔ تاکہ آپ کو پو
ب سے اسوقت باہر
و دان بردا اشرفیوں
ملفوظ اور مال اس کے
۔۔ اس کے بعد جعفر کذاب
خدمت گاروں کو بھیجا
ہس نے انکار کیا اور
مولا رب قاضی کے سپرد کیا
صاحب الشیخ نے خروج
ہیر کی۔ اور بروایت
ہے دو آدمیوں کے ساتھ
ہے کو کوتل کھینچتا ہوا لے
نشان بتایا اور کہا کہ جب
ہو اور اس گھر میں جس
ب غلام سیاہ بیٹھا تھا۔
ہے۔ جواب دیا۔
جب ہم گھر میں داخل
پردہ ہم سے پیشتر نہ دیکھا
دیا اس حجرہ میں ایستادہ
تمام لوگوں سے
حجرہ میں جانے کے لئے
کرنے لگا۔ اس وقت
س کو ہوش آیا۔ اس
بہت متحیر ہوا اور

پس حضرت نے ہو۔ مجھ پر ظلم کرتے ہیں۔ اور میرے دیکھنے کو تشریف نہیں لاتے حضرت فاطمہؑ نے فرمایا۔ کہ میرا فرزند تیرے دیکھنے کو
ہے۔ آج تک حالانکہ تو خدا کا شریک قرار دیتی ہے۔ اور مذہب نصاریٰ پر ہے اور یہ میری خواہر مریم بنت عمران تیرے
پر محبت خدا تیرے مذہب سے بیزاری طلب کرتی ہے۔ اگر تیری یہ خواہش ہے کہ حق تعالیٰ اور مریمؑ و مسیحؑ تجھ سے راضی ہوں اور تیرے دیکھنے
سے پانی نازل کری آ وہیں پس تو یہ کہہ کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ پس یہ دونوں کلمے جب میں نے ادا کئے
بعد کون امام و حضرت فاطمہؑ نے مجھے اپنے سینے سے لپٹا لیا اور بعد تسلی و دلجوئی ارشاد فرمایا۔ کہ اب تم میرے فرزند کی منتظر رہو کہ میں
لڑکا مانند چودھویں اس کو بھیجتی ہوں۔ پس میں بیدار ہوئی اور وہ دونوں کلمہ طیبہ اپنی زبان سے کہتی اور حضرت امام حسن عسکری
اے احمد میرے کا انتظار کرتی تھی۔ پس جب دوسری رات ہوئی اور میں سو گئی دیکھا کہ خورشید جمال آنحضرتؑ طلوع ہوا۔
یہ فرزند مجھے نزد
اور یہ زمین کو عد دوست میرے دل کو اپنی محبت میں اسیر کرنے کے بعد کس لئے آپ نے اپنے جمال مفارقت کے سبب مجھ پر لیا
امت میں خضر و تیرے پاس دیر سے آنے کا سبب یہ تھا کہ تو مشرک تھی اب جبکہ مسلمان ہو گئی ہے۔ میں ہر شب تیرے پاس
کی غیبت میں رہا کہ ہم دونوں کو ظاہر میں ایک دوسرے سے ملائے پس اس رات سے آج تک کوئی رات ایسی نہ گزری
کے اقرار پر ثابت ہجر کا علاج اپنے وصال کے شراب سے نہ کیا ہو۔ بشیر بن سلیمان نے پوچھا کہ تو قیدیوں کے ہمراہ کیسے آگئی
معجزہ یا ایسی علامت کہا کہ ایک رات آنحضرت علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ فلاں روز تیرا دادا اہل اسلام سے جنگ کرنے کیلئے
میں زمین پر تقیبہ خدا اور اس لشکر کے بعد خود بھی جائے گا۔ پس تو خود کو اپنی کنیزوں اور خدمتگاروں میں اس طرح سے
پھر کسی خبر کو طلب نہ سکے اور پھر اپنے دادا کے پیچھے روانہ ہو۔ اور فلاں راہ سے جا۔ جب میں نے ایسا کیا۔ راہ میں
اور پھر دوسرے پھر کر لیا۔ اور میرا انجام کار یہ حال ہوا جو کہ تو نے دیکھا ہے۔ اور یہ حال اب تیرے سوا کسی اور کو معلوم
تجھ پر کیا ہے۔ اس بادشاہ روم ہوں۔ میں غنیمت میں ایک مرد پیر کے حصے میں آئی۔ اور اس نے میرا نام پوچھا میں نے
سنت کیا ہے۔ مجھے اس پیر مرد نے کہا۔ یہ کنیزوں کا نام ہے۔ بشیر نے کہا یہ عجیب بات ہے۔ کہ اگرچہ تو اہل فرنگ سے
عرض کیا اے فرزند عربیت اچھی طرح جانتی ہے۔ جواب دیا کہ ہاں چونکہ میرا دادا مجھ سے بہت محبت رکھتا تھا۔ اس لئے
لوگ اس کی امامت حسنہ کی تعلیم پاؤں پس اس نے ایک عورت مقرر کی تھی جو کہ عربی اور فرنگی ہر دو زبان جانتی تھی اور
رہے گا۔ مگر وہی تہذیب کے لئے ہر صبح و شام آتی تھی۔ تا اینکہ میں یہ زبان بولنے لگی۔ بشیر کہتا ہے کہ جب میں اس کو سُر من
دل میں قلم قدرت رأ اور اس کو خدمت حضرت امام علی نقیؑ میں پہنچایا۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہ حق تعالیٰ نے کس طرح
امر حقتعالیٰ کے اور مذہب نصاریٰ کی ذلت اور حضرت محمدؐ و آل محمدؐ کے شرف و بزرگواری سے آگاہ کیا۔ اس
سے سبب۔ پس جو کچھ میں وہ چیز آپ سے بیان کروں۔ جس کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا میں چاہتا
تاکہ قیامت کے دن پس ان دو امروں سے کون سا امر تیرے نزدیک بہتر ہے۔ آیا تجھے دس ہزار اشرفیاں عطا
کی بشارت دوں۔ جواب دیا کہ میں شرف ابدی چاہتی ہوں۔ اور طالب مال و دولت نہ ہوں۔

حضرت نے فرمایا تجھ کو ایسے فرزند کی بشارت ہو۔ جو مشرق و مغرب عالم کا بادشاہ ہوگا۔ اور زمین کو عدل و قدر سے۔ تاکہ آپ کو پر
بعد اس کے کہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔ اس نے پوچھا کہ یہ فرزند کس کے نطفہ سے ہوگا۔ فرمایا اس شخص سے اسوقت باہر
کے لئے حضرت رسولؐ نے تیری خواستگاری کی ہے۔ پھر اس سے پوچھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور شمعونؑ و دان ہر دو اشرفیوں
ساتھ تیرا عقد کیا۔ جواب دیا کہ آپ کے فرزند یعنی امام حسن عسکری علیہ السلام سے۔ حضرت نے پوچھا اسلام اس نے
جواب دیا کہ جس روز سے میں بہترین زنان یعنی حضرت فاطمہؑ کے روبرو مسلمان ہوئی ہوں۔ کوئی شب۔ اس کے بعد جعفر کذا
حضرت امام حسن عسکریؑ میرے دیکھنے کے لئے تشریف نہ لائے ہوں۔ بعد اس کے حضرتؑ نے خدمتگاروں کو بھیجا
کہا کہ میری خواہر حلیمہ خاتون بنتؑ کو بلا لا۔ پس جب وہ آئیں آپؑ نے فرمایا یہ وہی کنیز ہے جس کا ذکر کیا میں نے انکار کیا اور
اس سے لپٹ گئیں اور بہت خوش ہوئیں اور اس پر بہت نوازش کی آپؑ نے فرمایا اے دختر رسولؐ اس کو اپنے گھر لے
جاؤ۔ اور واجبات اور سنتیں اس کو سکھاؤ۔ کہ یہ حضرت امام حسن عسکریؑ کی زوجہ اور صاحب الامر نے خروج
السلام کی والدہ ہے۔ مشائخ علماء ذوی الاحترام یعنی محمد بن یعقوب کلینیؒ اور محمد بن بابویہ قمیؒ۔ اور بروایت
سید مرتضیٰؒ وغیرہ محدثین عالیشان نے سند ہائے معتبر حلیمہ خاتونؑ سے روایت کی ہے۔ میرے دعا دینے کے ساتھ
عسکریؑ میرے گھر تشریف لائے۔ اور نرجسؑ کی طرف بنگاہ تند دیکھا میں نے عرض کیا۔ کہ اگر آپ کو کوئی خواہش ہو تو
اس کو آپ کی خدمت میں بھیج دوں فرمایا اے پھوپھی یہ نگاہ تند از روئے تعجب تھا۔ کیونکہ خدا نے بتایا اور کہا کہ جب
سے ایک فرزند بزرگوار ظاہر کرے گا جو کہ تمام عالم کو عدالت سے بھر دے گا بعد اس کے کہ ظلم سے ہو اور اس گھر میں جیسی
کہا پس اس کو آپ کے پاس بھیج دوں۔ ارشاد فرمایا کہ اس بارے میں میرے پدر بزرگوار سے اجازت غلام سیاہ بیٹھا تھا۔
کہتی ہیں کہ میں اپنا لباس پہن کر اپنے بھائی حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے گھر گئی۔ اور ... جواب دیا۔
سے پیشتر اس کے میں کوئی کلام کروں خود ابتدا کی اور فرمایا۔ اے حلیمہؑ میرے فرزند کے لئے نرجسؑ، جب ہم گھر میں داخل
کہا اے میرے سید و سردار میں بھی اسی لئے آئی تھی فرمایا کہ اے بزرگوار و صاحب برکت حقتعالیٰ وہ ہم سے پیشتر نہ دیکھا
ثواب میں شریک کرنے اور خیر و سعادت سے ایک بہرہ عظیم تجھ کو دے اس لئے تجھے ایسا دیا اس حجرہ میں ابتداء
دیا۔ حلیمہ خاتون کہتی ہیں کہ میں بہت جلد اپنے گھر پھر گئی۔ اور اس معتکف فتوت و عفاف کا زمانہ تمام لوگوں سے
پھر چند دن بعد امام حسن عسکریؑ کو نرجس خاتون کے ساتھ ان کے پدر بزرگوار کے گھر سے گئے حجرہ میں جانے کے
بعد حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے رحلت فرمائی اور حضرت امام حسن عسکریؑ ان کے جانشین ہونے لگا۔ اس وقت
ان کے پدر بزرگوار کے زمانہ کی عادت مقررہ کے مطابق حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں ... آیا۔ اس
نرجسؑ خاتون آئیں اور کہا کہ اے خاتون اپنا پاؤں آگے بڑھاؤ کہ آپ کے پاؤں سے جوتا اتاروں بہت متحیر ہوا اور
خاتون و مالک ہو۔ اور میں کبھی راضی نہ ہوں گی۔ کہ تم میرے پاؤں سے جوتا اتارو

پس حضرت ؑ نے

ہے۔ آج تک ہو نزوں گی پس جب یہ کلام حضرت امام حسن عسکری ؑ نے سُنا۔ فرمایا اے پھوپھی حق تعالیٰ تم کو اجر نیک و بہتر

پر محبت خدا تا میں آنحضرت ؑ کی خدمت میں غروب آفتاب تک بیٹھی رہی۔ اس کے بعد اپنی کنیز کو آواز دی۔ کہ میرا لباس

سے پانی نازل ہو۔ پس نے فرمایا کہ اے پھوپھی آج کی رات ہمارے پاس رہو۔ کہ اس رات وہ فرزند پیدا ہو گا جو کہ خدا کے

بعد کون امام و حجت ہے۔ اور حق تعالیٰ اس کے سبب زمین کو علم و ایمان و ہدایت سے زندہ کر دے گا۔ بعد اس کے

لڑکا مانند چودھویں شائع ہونے کے سبب مردہ ہو گئی ہو۔ میں نے پوچھا اے میرے سیّد و سردار وہ فرزند کس سے پیدا

اے احمد میرے بنُ خاتون میں حمل کا کوئی اثر نہ دیکھتی ہوں۔ فرمایا اس نرجس ؑ سے ۔ کہ کسی عورت سے پس میں نے

یہ فرزند علم تجھے نزد بلکہ پشت کو دیکھا مگر کوئی اثر حمل نہ پایا۔ وہاں سے پھر آکر میں ۔ نے آنحضرت ؑ سے عرض کیا حضرت ؑ نے

اور یہ زمین کو عدل جب صبح ہو گی آثار حمل اس سے نمودار ہوں گے۔ اور اس کی مثل مادر موسیٰ ؑ کے ہے۔ کہ وقت ولادت

امت میں خضر و ز دل ان میں ظاہر نہ ہوا۔ اور نہ ہی کسی کو ان کے حالات کی اطلاع ہوئی۔ کیونکہ فرعون بعین حضرت

کی غیبت میں ہلاکو حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرتا تھا۔ اور اس فرزند کا حال بھی مانند حضرت موسیٰ ؑ کے ہے۔ اور

کے اقرار پر ثابت رہا کہ ہم اوصیائے انبیاء کا حمل پیٹ میں نہیں رہتا بلکہ پہلو میں رہتا ہے۔ اور ہم رحم سے باہر نہیں

معجزہ دیا ایسی علامت سے نکلتے ہیں۔ کیونکہ ہم خدا کے نور ہیں۔ اور خدا نے چرک و کثافت و نجاست کو ہم سے دور

میں زمین پر خلیفہ خدا کہ بھی ہیں کہ میں نرجس خاتون کے پاس گئی۔ اور یہ حال ان سے بیان کیا۔ جواب دیا کہ اے خاتون میں

پھر کسی خبر کو طلب نہیں پاتی ہوں۔ پس میں رات کو وہیں رہی۔ اور افطار کر کے نرجس ؑ کے پاس سو گئی۔ اور میں ہر گھڑی

اور پھر دوسرے روز وہ بآرام سو رہی تھیں۔ اس لئے ہر لحظہ میری حیرت زیادہ ہوتی تھی۔ میں اس رات کو بہ نسبت

مجھ پر کیا ہے۔ اس بر خلاف نماز تہجد کے لئے اٹھی اور نماز شب ادا کی۔ اور جب نماز وتر شروع کی اس وقت نرجس ؑ

سنت کیا ہے۔ مجھ سے گیا۔ اور نماز شب ادا کی۔ میں نے جب آسمان کی طرف دیکھا معلوم کیا کہ صبح کاذب کا وقت قریب ہے۔

عرض کیا اے فرزند رے دل میں اس وعدہ کی نسبت جو آنحضرت ؑ نے فرمایا تھا۔ کسی قسم کا شک پیدا ہو۔ کہ ناگاہ حضرت

لوگ اس کی امامت ۔ اپنے حجرہ سے آواز دی کہ تم شک نہ کرو۔ کہ اب اس کا وقت قریب آ چکا ہے۔ اس وقت میں نے

رہے گا۔ مگر وہی تخمہ میں بیتابی و اضطراب کے آثار ظاہر ہوئے ہیں میں ان سے لپٹ گئی۔ اور اسمائے الٰہی پڑھ کر

دل میں قلم قدرت سے اپنے آواز دی کہ سورۂ انا انزلناه فی لیلۃ القدر پڑھ کر نرجس ؑ پر دم کرو۔ میں نے نرجس ؑ سے پوچھا

امر حق تعالیٰ کے امور ۔ جواب دیا کہ میرے آقا و مولا نے جو کچھ فرمایا تھا اس کے آثار ظاہر ہوئے ہیں پس جب میں نے سورہ

سے سب ۔ پس جو کچھ کر زیادہ طفل بھی شکم مادر میں میرے ساتھ سورہ پڑھنے لگا۔ اور مجھے سلام کیا۔ میں خوف زدہ ہو گئی۔

تا کہ قیامت کے دن بنا کر قدرت خدا سے تعجب نہ کرو ہمارے لڑکوں کو حکمت کے ساتھ گویا کرتا ہے۔ اور یہ حالت

نہ ہونے پہ ہم کو زمین پر اپنی حجت قرار دیتا ہے۔ جب حضرت ؑ کا یہ کلام تمام ہوا۔ نرجس ؑ میری آنکھوں

کے سامنے سے غائب ہوگئیں۔ گویا میرے اور اُن کے درمیان ایک پردہ حائل ہوگیا۔ اور میں فریاد کرتی ہوئی حضور سے۔ تاکہ آپ کے پہلو
کی طرف دوڑی۔ آپ نے فرمایا اے پھوپھی پھر جاؤ نرجس خاتون کو اسی کی جگہ پاؤ گی۔ جب میں لوٹ کر آئی تو اسوقت باہر
اور میں نے نرجس میں وہ نور مشاہدہ کیا جس نے میری آنکھیں خیرہ کردیں۔ اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام اور ان ہر دو اشرفیوں
دونوں زانو زمین پر ٹیک کر قبلہ کی طرف سجدہ میں ہیں اور دونوں انگشت شہادت کو آسمان کی طرف بلند کئے اور یہاں اس کے
ہیں۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وان جدی رسول اللہ وان ابی امیر المومنین ولی اللہ پھر اس کے ایک ایک۔ اس کے بعد جعفر کذاب
اپنے تک پہنچے۔ اس وقت کہا اللھم انجز لی وعدی واتمم لی امری وثبت وطأتی واملأ الارض بی [illegible]
خداوندا میرے وعدۂ نصرت کو وفا کر جو کہ تو نے مجھ سے کیا ہے۔ اور میری خلافت و امامت کے امر کو تمام کر کہ اس نے انکار کیا اور میرے
انتقام کو دشمنوں سے ثابت قدم قرار کر اور زمین کو میرے سبب عدل و داد سے بھر دے۔ اس وقت حضور [illegible]
آواز دی کہ اے پھوپھی میرے فرزند کو گود میں لے کر میرے پاس آؤ۔ جب ہم نے ان کو گود میں لیا۔ صاحب الامر نے ختنہ
بریدہ اور پاک و پاکیزہ پایا۔ اور ان کے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی پر لکھا ہوا تھا۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان
زھوقا یعنی حق آیا اور باطل مضمحل و محو ہوگیا بدرستیکہ باطل مضمحل ہونے والا ہے۔ اور بقا و ثبات نہیں ہے۔ اور روایت
ہیں کہ جب میں اس فرزند سعادت مند کو اس کے پدر بزرگوار کے پاس لے گئی۔ اور اس کی نظر اپنے پدر پر پڑی [illegible] کے ساتھ
کو سلام کیا۔ آپ نے اس کو گود میں لیا۔ اور اپنی زبان مبارک اس کی دونوں آنکھوں کانوں اور منہ پر پھیرا اور کہا کہ جب
ہاتھ کی ہتھیلی پر اس کو بٹھا کر اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیرا اور فرمایا اے فرزند بقدرت خدا کلام کر پس حجت
علیہ السلام نے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا اور بعد اس کے فرمایا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ونرید ان نمن علی
الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض ونری فرعون وھامان وجنودھما
یحذرون احادیث معتبرہ کے مطابق بروایت حضرت صاحب الامر علیہ السلام اور ان کے آبائے طاہرین جب ہم گھر میں داخل - جواب دیا ۔
ہوئی ہیں اور اس کے ظاہر الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ منت رکھیں اس جماعت پر جن کو [illegible] ہم نے پیشتر زیر
دست کیا ہے۔ اور ان کو دین کے پیشوا قرار دیں اور ان کو زمین کے وارث کریں۔ اور ان کو زمین [illegible] اس حجرہ میں ابتداء
عطا فرمادیں۔ اور ابوبکر و عمر اور ان کے لشکروں کو ان آئمہ سے وہ چیزیں دکھائیں جن سے وہ ڈرتے ہیں تمام لوگوں سے
اس کے ہر حدیث کا ترجمہ شروع ہوتا ہے۔ پس حضرت صاحب الامر نے حضرت رسول خدا اور حضرت امیر المومنین
طاہرین پر اپنے پدر بزرگوار تک صلوۃ بھیجی۔ پس اس وقت بہت سے طائر حضرت کے سر کے قریب ظاہر ہوئے اور حجرہ میں جانے کے لئے
حسن عسکری نے ان میں سے ایک طائر سے فرمایا کہ اس طفل کو اٹھا لے۔ اور نہایت احسن طریق سے اس کو [illegible] پرواز کرنے لگا۔ اس وقت
اور ہر چالیس روز میں ایک مرتبہ اس کو ہمارے پاس لا۔ پس وہ طائر صاحب الامر علیہ السلام کو لے کر [illegible] اس
وقت تمام دیگر طائر بھی اس کے پیچھے اڑ گئے۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں نے [illegible] بکمال متحیر ہوا اور

تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو سپرد کیا تھا۔ اس وقت نرجس خاتونؑ رونے لگیں۔ آپ نے فرمایا غمگین و اندوہناک
تیرے سوا اور کسی سے دودھ نہ پیئے گا۔ اور بہت جلد تمہاری طرف پھیر دیں گے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کو ان کی ماں کی
تھے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ پس ہم نے موسیٰ کو ان کی ماں کی طرف پھیر دیا۔ کہ ان کی ماں کی آنکھیں
ہوں۔ حلیمہ خاتونؑ نے حضرتؑ سے پوچھا کہ یہ طائر کون تھا۔ کہ جس کے سپرد آپ نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام
ارشاد فرمایا روح القدس ہے۔ جو کہ آئمہ طاہرین پر موکل رہتا ہے۔ اور ان کو خدا کی جانب سے موافق کرتا اور
محفوظ رکھتا ہے۔ اور ان کو علم سے زینت دیتا ہے۔ حلیمہ خاتونؑ کہتی ہیں کہ جب چالیس روز گزر گئے میں آنحضرت
ی۔ اور جب گھر میں داخل ہوئی دیکھا کہ ایک لڑکا گھر میں چل پھر رہا ہے۔ میں نے پوچھا اے میرے سید و سردار
ہے۔ آپ نے بعد تبسم فرمایا کہ انبیاء و اوصیاء کے فرزند جب کہ وہ امام ہوں عام لڑکوں کی مانند نشوونما
ان کا ایک مہینہ دوسروں کے ایک سال کے برابر ہے۔ یہ لوگ شکم مادر میں قرآن پڑھتے اور کلام کرتے ہیں اور
ے ہیں۔ اور ایام رضاعت میں فرشتے ان کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اور ہر صبح و شام ان پر نازل ہوتے ہیں۔ حلیمہ
میں زمانہ امام حسن عسکریؑ میں ہر چالیس روز بعد ایک مرتبہ حضرت صاحب الامرؑ کی خدمت میں پہنچتی تھی۔ تا اینکہ حضرت
کی وفات سے چند روز قبل ان کو بصورت مرد کامل دیکھا۔ اور ان کو نہ پہچانا اس نے اپنے بھتیجے یعنی حضرت امام
سے کہا کہ یہ مرد کون ہے کہ جس کے پاس بیٹھنے کا آپ حکم دیتے ہیں۔ فرمایا یہ نرجس خاتون کا فرزند اور بعد میرے
میں بہت جلد تم میں سے اٹھ جاؤں گا۔ پس تم کو لازم ہے۔ کہ اس کا قول قبول کرو اور اس کے حکم کی اطاعت کرو۔
ند روز بعد حضرت امام حسن عسکریؑ نے رحلت فرمائی۔ اور اب میں ہر صبح و شام حضرت صاحب الامر علیہ السلام
تی ہوں۔ اور جس چیز کو پوچھتی ہوں اس کی خبر دیتے ہیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ میرے سوال
ہی جواب ارشاد فرما دیتے ہیں۔ اور محمد بن عبداللہ طبری سے روایت ہے۔ کہ میں حضرت امام حسن عسکریؑ
بعد حلیمہ خاتون کی خدمت میں گیا۔ اور حجت و امام زمانہ سے سوال کر کے اس حیرت سے ان کو مطلع کیا جو کہ
ہوئی ہے۔ فرمایا بیٹھ جا جب میں بیٹھا ارشاد فرمایا اے محمد حق تعالیٰ زمین کو کبھی حجت سے خالی نہیں
وہ حجت ناطق ہے اور اعلانیہ دعوائے امامت کرتا ہے یا خاموش ہے۔ اور تقیہ کرتا ہے۔ اور حضرت
ت امام حسینؑ علیہ السلام کے بعد دو بھائیوں کو امامت نہیں ملتی۔ اور یہ ایک فضیلت ہے۔ جو کہ
ن علیہم السلام کو تمام آئمہ طاہرین پر عطا کی ہے۔ پھر حق تعالیٰ نے فرزندانِ حسینؑ کو فرزندانِ حسنؑ پر فضیلت
ان کو امامت کے لئے مخصوص کیا ہے۔ اگرچہ حضرت موسیٰ بہ حضرت ہارونؑ سے بہتر اور ان پر حجت
ان ہارون ہمیشہ فرزندان موسیٰ پر قیامت تک فضیلت رکھتے ہیں۔ اور اس امت کے لئے ایک
قع ہونا ضرور ہے جس سے شیعان کامل خالص ہو جائیں اور شک و شبہ میں گرفتار ہوں

پس حضرتؑ نے
ہے۔ آج تک
پر محبت خدا
سے پانی نازل
بعد کون امام و
لڑکا مانند چودھ
اے احمد میرے
یہ فرزند تجھے
اور یہ زمین کو عد
امت میں خضر و
کی غیبت میں ہلاک
کے اقرار پر ثابت
معجزہ یا ایسی علامت
میں زمین پر نصیحت خدا
پھر کسی خبر کو طلب
اور پھر دوسرے روز
مجھ پر کیا ہے۔ اس
سنت کیا ہے۔ جو
عرض کیا اے فرزند
لوگ اس کی امامت
رہے گا۔ مگر وہی مخد
دل میں قلم قدرت
امر حق تعالیٰ کے امو
سے ہے۔ پس جو کچھ
تا کہ قیامت کے دن

کہ پیغمبروں کے پہنچنے کے بعد پھر حق تعالیٰ پر لوگوں کی کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اور بعد حضرت امام حسن کے اور بعد تعزیت و تہنیت
بعد ہوگی۔ میں نے کہا اے خاتون آیا حضرت امام حسن عسکریؑ سے کوئی فرزند باقی رہا۔ حلیمہ خاتونؑ نے بعد مقدر ہے۔ تاکہ آپ کے پھر
سے کوئی فرزند باقی نہ رہا ہو۔ پھر ان کے بعد کون شخص حجت ہوگا۔ کیونکہ میں نے تجھ سے کہہ دیا۔ کہ جانب سے اسوقت باہر
بھائی امام نہ ہونگے۔ میں نے کہا اے میرے سید مجھے خبر دیجئے۔ کہ آنحضرتؑ کی ولادت و غیبت کس طرح۔ اور ان بزرگ شریفوں
نے ولادت کا حال موافق حدیث مذکور بیان کیا۔ اور بروایت دیگر حلیمہ خاتون نے کہا کہ حضرت صاحب نطوط الدمال اس کے
ولادت سے تین دن گزرنے کے بعد مجھ کو ان کے دیکھنے کا شوق ہوا پس خدمت امام حسن عسکری میں جا کے۔ اس کے بعد جعفر کذاب
مولا کہاں ہے۔ فرمایا کہ میں نے ان کو ایسے شخص کے سپرد کیا ہے۔ جو ہم سے اور تم سے ان کی نسبت زیادہ خدمت گاروں کو بھیجا
تم ساتویں روز میرے پاس آنا۔ چنانچہ جب میں ساتویں روز گئی۔ ایک گہوارہ دیکھا میں دوڑ کر اپ اس نے انکار کیا اور
گئی۔ کہ مانند چودھویں رات کے چاند کے تھے اور مجھے دیکھ کر ہنستے اور تبسم فرماتے تھے۔ امام حسنؑ بخوارب قاضی کے سپرد کیا
کہ میرے فرزند کو لاؤ چنانچہ جب میں ان کو حضرتؑ کے پاس لے گئی۔ حضرتؑ نے اپنی زبان مبارک ان کے دہن اقدس میں نے خروج
اے فرزند کلام کر پس حضرت صاحب الامر نے پہلے شہادتین پڑھ کر حضرت رسول اللہ اور تمام آئمہ طاہرین پر درود۔ اور بروایت
بسم اللہ پڑھ کر وہی آیت پڑھی جو پیشتر مذکور ہوئی۔ حضرت امام حسن عسکریؑ نے فرمایا۔ اے فرزند ان چیزوں کے پڑھ دعا دیں کے ساتھ
حقتعالیٰ نے پیغمبروں پر نازل کیا ہے۔ پس حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے پڑھنا شروع کیا۔ اور حجرے کو کوتل کھینچتا ہوا لے
کے صحیفوں کو بزبان سریانی پڑھا پھر کتاب ادریسؑ و کتاب نوحؑ و کتاب ہودؑ و کتاب صالحؑ اور صحف خان بنایا اور رکھا کہ جب
موسیٰؑ و زبور داؤدؑ و انجیلؑ و قرآن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھا پھر پیغمبروں کے قصے بیان کئے۔ ہوا اور اس گھر میں جمیں
عسکریؑ نے فرمایا۔ کہ جب حق تعالیٰ نے اس امت کا مہدی مجھے عطا فرمایا۔ اس وقت دو فرشتے بھیجے۔ اور غلام سیاہ بیٹھا تھا۔
کے سراپردوں میں لے گئے۔ پس حق تعالیٰ نے اس سے خطاب کیا کہ میرے بندے تجھ پر مرحبا ہو کہ ہم نے جواب دیا۔
کی مدد اور اپنا امر شریعت ظاہر کرنے کے لئے تجھے پیدا کیا ہے۔ تو ہی میرے تمام بندوں میں ہدایت جب ہم گھر میں داخل
میں اپنی ذات مقدس کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ لوگوں کو تیری اطاعت کے سبب ثواب دیتا ہوں اور وہ ہم سے پیشتر نہ دیکھا
سبب عذاب کرتا ہوں۔ اور تیری ہدایت و شفاعت کے سبب بندوں کو بخش دیتا ہوں۔ اور تیری ہیا اس حجرہ میں ابتداء
ان پر عذاب کرتا ہوں۔ ازاں بعد حق تعالیٰ نے ان دونوں فرشتوں کو حکم دیا۔ کہ اس کو اس کے باپ ت تمام لوگوں سے
اور اس کو میری جانب سے سلام کے بعد کہو کہ یہ میری حفظ و حمایت کی پناہ میں ہے۔ میں دشمنو حجرہ میں جانے کے لئے
کی محافظت و نگہبانی کروں گا۔ جب تک کہ اس کو ظاہر کروں۔ اور اس کے سبب حق کو برپا اور مرنے لگا۔ اس وقت
اور دین حق میرے لئے خاص ہو جائے۔ اور بہت سے شیعوں نے حضرت امام حسن عسکریؑ کی حالت کو ہوش آیا۔ اس
نیز آنحضرتؑ کی وفات کے بعد حضرت صاحب العصر علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ اور آپؑ کے معجزات بہت متحیر ہوا اور

پس حضرت نے (یعنی محمد بن بابویہ قمی نے ابوالادیان سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتا تھا کہ میں حضرت امام حسن عسکری
ہے۔ آج تک
ا۔ اور اُن کے خطوط شہروں میں لے جایا کرتا تھا۔ ایک روز آنحضرتؑ نے مجھے اپنی اُس بیماری میں
پر حجت خدا
لت فرمائی تھی۔ طلب فرمایا اور کچھ خطوط مدائن کو لکھے۔ پھر فرمایا کہ تو پندرہ دن کے بعد پھر سامرہ
سے پانی نازل
ریب گھر سے نالہ و فریاد سنے گا۔ اور اُس وقت مجھے غسل دیتے ہوں گے۔ میں نے کہا اے میرے
بعد کون امام
یہ واقع نازل ہو گا۔ کون شخص امام قرار پائے گا۔ ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرے بعد میرے خطوں کا
لڑکا مانند چودھویں
کرے وہی امام ہے۔ میں نے کہا اور کوئی علامت بیان کیجیے۔ فرمایا کہ جو شخص مجھ پر نماز پڑھے وہی
اے احمد میرے
ابوالادیان کہتا ہے۔ کہ حضرت کا رعب اس امر سے مجھ کو مانع ہوا کہ پوچھوں کہ کونسی ہمیان میں
یہ فرزند تجھے نہ
خطوط اہل مدائن کو پہنچا دیئے۔ پھر اُن کا جواب لے کر وہاں سے پھرا اور جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔
اور یہ زمین کو عدل
پندرہویں روز داخل ہوا۔ کہ اس وقت حضرت امام حسن عسکریؑ کے گھر سے نوحہ و شیون کی آواز بلند تھی۔ جب
امت میں خضر و
پہنچا دیکھا۔ کہ جعفر کذاب بیرون خانہ بیٹھا ہے اور تمام شیعہ اس کے گرد جمع ہیں اور اُس کے برادر بزرگوار
کی غیبت میں بلا
اور اُس کی امامت کی تہنیت اس کو دیتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ امام ہے۔ پس امامت
کے اقرار پر ثابت
ہے۔ اور اس فاسق میں امامت کی لیاقت ہی کہاں ہے کیونکہ میں اس کو پہلے سے جانتا تھا۔ کہ
معجزہ یا ایسی علامت
طبلہ اور طنبورہ بجاتا تھا۔ میں بھی آگے گیا۔ اور تعزیت و تہنیت دی مگر اُس نے مجھ سے کوئی
میں زمین پر حجت خدا
اس دوران عقید خادم باہر نکلا۔ اور جعفر سے کہا۔ کہ اے میرے سید و سردار آپ کے برادر بزرگوار کو کفن
پھر کسی خبر کو طلب
پہنائیں اور اُن پر نماز پڑھائیں یہ سن کر جعفر اٹھا اور تمام شیعہ اُس کے ہمراہ تھے۔ جب ہم صحن میں پہنچے
اور پھر دوسرے رو
امام حسن عسکری کو کفن پہنا کر جنازہ پر رکھا ہے۔ پس جعفر آگے کھڑا ہوا کہ اپنے برادر بزرگوار پر نماز پڑھانے
ظاہر کیا ہے۔ اس
سنت کیا ہے۔ جیسے تکبیر کہنا چاہی ناگاہ ایک لڑکا جس کا رنگ گندم گوں اور بال پیچیدہ و دانت کشادہ تھے۔ چاند کے ٹکڑے
عرض کیا اے فرزند جعفر کی ردا کھینچ کر کہا اے چچا پیچھے کھڑے ہو کر میں اپنے باپ پر نماز پڑھنے کے لئے تم سے زیادہ
لوگ اس کی امامت جعفر پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اور رنگ متغیر ہو گیا۔ پس اُس لڑکے نے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور جعفر
رہے گا۔ مگر وہی تحفہ دفن کیا۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوا اور فرمایا کہ اے بصری خطوں کے جواب جو کہ تیرے پاس
دل میں قلم قدرت ہیں وہ دے پس میں نے وہ جوابات اُن کے حوالے کر دیئے۔ اور اپنے دل میں کہا کہ حضرت امام حسن
امر حقانی کے امو نے دو ارشادات فرمائے تھے۔ اُن میں سے دو نشان ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور ایک نشانی باقی ہے۔ پھر
سے ہے۔ پس جو کچھ کر ناچیز نے صرف اس لئے کہ جعفر پر حجت تمام کرے۔ کہ وہ امام نہیں ہے۔ جعفر سے پوچھا۔ کہ یہ لڑکا
تاکہ قیامت کے دن کون ہے کہا واللہ میں نے اس کو کبھی نہ دیکھا تھا۔ اور نہ میں اس کو پہچانتا ہوں۔ اسی عرصہ میں ایک گروہ
حضرت امام حسن عسکریؑ کا حال پوچھا جب اُن کو معلوم ہوا کہ آنحضرتؑ نے رحلت فرمائی ہے۔

پوچھا کہ اُن کے امام کون ہے۔ لوگوں نے جعفر کی طرف اشارہ کیا۔ پس لوگ جعفر کے پاس گئے۔ اور بعد تعزیت و تہنیت کہا۔ کہ ہمارے پاس مال اور خطوط بھی ہیں بیان کیجیے کہ وہ خطوط کس گروہ کے ہیں۔ اور مال کس قدر ہے۔ تاکہ آپ کو سپرد کریں۔ جعفر نے کہا کہ تم سے لوگ علم غیب طلب کرتے ہیں۔ پس عقیبہ خادم حضرت صاحب الامرؑ کی جانب سے اسوقت باہر آیا اور کہا کہ تمہارے پاس فلاں فلاں شخصوں کے خطوط ہیں۔ اور ایک تھیلی ہیں ہزار اشرفیاں ہیں۔ اور ان ہزار اشرفیوں میں سے دس اشرفیوں پر سونا چڑھا ہوا ہے۔ جب اس گروہ نے عقیبہ خادم سے یہ سُنا وہ تمام خطوط اور مال اس کے سپرد کیا۔ اور کہا کہ جس بزرگوار نے یہ خطوط اور مال لینے کے لئے تجھے بھیجا ہے۔ وہی امام زمانؑ ہے۔ اس کے بعد جعفر کذّاب معتمد کے پاس گیا جو اس عہد کا خلیفہ ناحق تھا۔ اور یہ حالات اس سے بیان کئے۔ پس معتمد نے اپنے خدمت گاروں کو بھیجا اور انہوں نے حضرت امام حسن عسکریؑ کی کنیز صیقل کو گرفتار کر لیا۔ اور کہا کہ اُس لڑکے کا نشان بتاؤ۔ اُس نے انکار کیا اور ان کا گمان رفع کرنے کے لئے کہا کہ میں حضرت عسکریؑ سے حمل رکھتی ہوں اس لئے اس کنیز کو ابن ابی الشوارب قاضی کے سپرد کیا کہ جب فرزند پیدا ہو اس کو قتل کریں۔ ناگاہ عبد اللہ بن یحییٰ وزیر خلیفہ نے وفات پائی۔ اور بصرہ میں صاحب الزنج نے خروج کیا۔ اس لئے وہ لوگ اپنے حال میں عاجز و درماندہ ہوئے اور وہ کنیز قاضی کے گھر سے اپنے گھر میں پھر آئی۔ اور بروایت دیگر شیخ طوسیؒ نے رشیق سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتا تھا کہ معتضد خلیفہ نے کسی کو بھیج کر مجھے اور دو دوسرے دو آدمیوں کے ساتھ طلب کیا اور حکم دیا کہ ہم تینوں میں کا ہر ایک شخص دو گھوڑے اپنے ساتھ لے کر ایک پر سوار ہو اور دوسرے کو کوتل کھینچتا ہوا لے جائے۔ اور ہم لوگ سبک بار بتعجیل تمام سامرہ کی طرف جائیں۔ پھر ہم کو حضرت امام حسن عسکریؑ کے گھر کا نشان بتایا اور کہا کہ جب گھر کے دروازے پر پہنچو گے، دیکھو گے کہ ایک غلام سیاہ دروازے پر بیٹھا ہے۔ پس تم لوگ گھر میں داخل ہو اور اُس گھر میں جس شخص کو دیکھو اس کا سر میرے پاس لاؤ۔ پس جب ہم لوگ حضرت کے گھر پہنچے۔ گھر کی دہلیز میں ایک غلام سیاہ بیٹھا تھا۔ اور ایک ازار بند اس کے ہاتھ میں تھا۔ کہ جس کو بنتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس گھر میں کون ہے۔ جواب دیا۔ کہ صاحب خانہ۔ وہ غلام کسی طرح ہماری طرف ملتفت نہ ہوا۔ اور ہماری کچھ پرواہ نہ کی۔ پس جب ہم گھر میں داخل ہوئے۔ ایک کمرے کو بہت پاک و پاکیزہ دیکھا۔ اور سامنے ایک پردہ دیکھا کہ اس سے بہتر پردہ ہم نے پیشتر نہ دیکھا تھا۔ مگر گھر میں کسی شخص کو نہ پایا۔ جب ہم نے اس پردہ کو اٹھایا ایک بڑا حجرہ نظر آیا۔ گویا ایک دریا اس حجرہ میں ایستادہ ہے۔ اور اس حجرہ کے آخر میں پانی پر ایک حصیر بچھی ہے۔ اور اس حصیر پہ ایک بزرگوار جس کی ہیئت تمام لوگوں سے بہتر و نیک تر ہے۔ کھڑا ہوا نماز پڑھتا ہے۔ اور اس نے کسی طرح ہماری طرف التفات نہ کیا۔ پس حجرہ میں جانے کے لئے احمد بن عبد اللہ نے اپنا قدم اندر رکھا۔ اور ساتھ ہی وہ پانی میں غرق ہوگیا۔ اور بہت اضطراب کرنے لگا۔ اس وقت میں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کو باہر نکالا۔ مگر وہ اس وقت تک بیہوش ہو چکا تھا۔ بعد ایک ساعت اس کو ہوش آیا۔ اس کے کچھ دیر بعد اس کے دوسرے رفیق نے اندر جانے کا ارادہ کیا اور اس کا حال بھی اسی طرح ہوا پس میں بہت متحیر ہوا اور

خدا نے ہمارے لئے زبان کھولی۔ اور کہا اے مقرب بارگاہ خدا میں خدا سے اور تجھ سے معافی مانگتا ہوں۔ قسم بخدا مجھے معلوم نہ تھا۔ کہ میں کس کے پاس آیا ہوں۔ اور حقیقت حال سے مطلع نہ تھا۔ مگر اب خدا کی درگاہ میں اس کام سے توبہ کرتا ہوں۔ وہ بزرگوار میرے اس کلام کی طرف مطلق متوجہ نہ ہوا۔ اور نماز میں مشغول تھا۔ پس ہمارے دلوں میں دہشت عظیم پیدا ہوئی اور وہاں سے پھر آئے۔ اور معتضد ہمارا منتظر تھا اور دربانوں کو حکم دیا تھا۔ کہ جس وقت ہم وہاں سے آئیں فوراً ہمیں اس کے پاس لے جائیں۔ پس ہم لوگ رات کے وقت معتضد کے پاس پہنچے۔ اور تمام حال سے اس کو مطلع کیا۔ اس نے پوچھا کہ مجھ سے پہلے اور کسی سے تم نے ملاقات کی تھی۔ اور کسی سے کچھ بیان کیا تھا۔ ہم نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس کے بعد اس نے بہت قسمیں کھائیں۔ اور کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم نے اس بارے میں کسی سے ایک حرف بھی بیان کیا ہے۔ ہر آئینہ تم کو قتل کر دوں گا۔ مگر جب تک وہ زندہ رہا ہم نے قتل ہونے کے خوف سے کسی سے کچھ بیان نہ کیا۔ اور اس کے مرنے کے بعد اس واقعہ کو بیان کیا۔ اور محمد بن یعقوب کلینیؒ نے خلیفہ عباسیہ کے کسی اہل لشکر سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتا تھا۔ کہ میں ہمراہ تھا۔ کہ سیما غلام خلیفہ معتمد سامرہ میں حضرت امام حسن عسکریؑ کی رحلت کے بعد آیا۔ اور حضرتؑ کے گھر کا دروازہ توڑ دیا۔ اس وقت حضرت صاحب الامر علیہ السلام گھر سے باہر نکلے کہ حضرتؑ کے ہاتھ میں ایک تبر تھا۔ سیما سے فرمایا کہ تو میرے گھر میں کیا کرتا ہے۔ سیما کانپنے لگا اور عرض کیا کہ جعفر کذاب کہتا تھا۔ کہ آپ کے پدر بزرگوار سے کوئی فرزند باقی نہ رہا ہے۔ اگر یہ گھر آپ کا ہے ہم پھر جاتے ہیں۔ اور اس کے بعد ہم گھر سے باہر آ گئے۔ اور علی بن قیس جو راوی حدیث ہے روایت کرتا ہے۔ کہ حضرتؑ کے خادموں میں سے ایک شخص باہر آیا۔ میں نے اس سے اس حکایت کی نسبت جو اس شخص نے بیان کی تھی۔ پوچھا کہ آیا وہ راست کہتا ہے۔ اس نے پوچھا کہ تجھ کو کس نے خبر دی ہے۔ میں نے کہا ایک شخص نے جو لشکر خلیفہ سے تھا۔ اس نے کہا دنیا میں کوئی خبر مخفی نہیں رہتی۔ اور شیخ ابن بابویہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ کہ احمد بن اسحاقؒ نے جو کہ حضرت عسکریؑ کے وکیلوں سے تھا۔ سعد بن عبداللہ کو جو کہ ثقات اصحاب سے تھا۔ اپنے ساتھ آنحضرتؑ کی خدمت میں لے گیا۔ کہ وہ حضرتؑ سے کئی مسائل پوچھنا چاہتا تھا۔ سعد بن عبداللہ کہتا ہے۔ کہ جب ہم دونوں حضرتؑ کے گھر کے دروازہ پر پہنچے احمد نے اپنے اور میرے لئے داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ پس ہم دونوں گھر میں داخل ہوئے۔ احمد کے پاس ایک ہمیان تھی۔ کہ جس کو اس نے اپنے لباس میں پوشیدہ کر رکھا تھا اور اس ہمیان میں ایک سو ساٹھ کیسہ اشرفیوں اور درہموں سے بھرے تھے۔ کہ ہر ایک کیسہ کو شیعوں میں سے ایک ایک شیعہ نے مہر کر کے حضرتؑ کی خدمت میں بھیجا تھا جب ہم دونوں حضرتؑ کی ملازمت سے مشرف ہوئے اس وقت آنحضرتؑ کے دامن میں ایک لڑکا بیٹھا تھا۔ کہ جس کا حسن و جمال مانند مشتری تھا۔ اور اس کے سر پر دو کاکل تھے۔ اور ایک گیند بشکل انار آپ کے پاس تھا۔ جس پر بیش قیمت ہیرے جواہرات جڑے تھے۔ اور بزرگان بصرہ سے ایک شخص نے یہ گیند بطور ہدیہ آنحضرتؑ کے پاس بھیجا تھا۔ آپ ایک خط لکھ رہے تھے۔ مگر لڑکا لکھنے نہ دیتا تھا۔ پس آپ اس گیند کو پھینک دیتے تھے۔ اور وہ لڑکا اس کے پیچھے بھاگتا تھا۔ اس وقت آپ لکھنے لگتے تھے۔ جب احمد نے وہ ہمیان کھول کر حضرتؑ کے سامنے رکھ دی آپؑ نے

اس لڑکے سے فرمایا کہ یہ تمہارے شیعوں کا ہدیہ و تحفہ ہے۔ اس کو کھولو۔ اور اپنے مصرف میں لاؤ۔ پس اس لڑکے یعنی حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے مولا۔ کیا یہ جائز ہے کہ میں اپنے دست طاہر کو مال حرام کی طرف دراز کروں۔ امام حسن عسکریؑ نے کہا اے فرزند اسحاق جو کچھ کہ ہمیان میں ہے اس کو باہر نکال تاکہ حضرت صاحب العصر علیہ السلام حلال و حرام کو ایک دوسرے سے علیحدہ کریں۔ پس احمد نے ایک کیسہ نکالا حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کیسہ فلاں شخص کا ہے۔ اور وہ شخص قم شہر کے فلاں محلہ میں رہتا ہے۔ اس میں ساٹھ اشرفیاں ہیں پنتالیس اشرفیاں اس ملک کی قیمت کی ہیں۔ جو کہ اس کے باپ سے اس کو میراث میں ملی تھی۔ اور اس نے اس ملک کو فروخت کیا ہے۔ چودہ اشرفیاں سات کپڑوں کی قیمت میں جن کو اس نے فروخت کیا ہے۔ تین اشرفیاں دکان کے کرایہ کی ہیں۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا اے فرزند تم نے راست کہا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ ان میں کون سا مال حرام ہے۔ کہ اس کو خارج کریں۔ فرمایا ان میں ایک اشرفی سکہ رے کی ہے۔ جس کو فلاں تاریخ کو بنایا اور وہ تاریخ اس پر نقش کی۔ کہ نصف نقش اس کا اڑ گیا ہے۔ اور ایک اشرفی ناقص اور کتری ہوئی ہے۔ کہ وزن اس کا ڈیڑھ دانگ ہے۔ اس کیسہ میں بھی دو اشرفیاں مال حرام کی ہیں۔ اور ان کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اُن نے مالک نے فلاں سال کے فلاں ماہ میں ایک جولاہے کے پاس کہ جو اس کا ہمسایہ تھا۔ ڈیڑھ من دھاگا رکھا تھا۔ پس ایک مدت تک وہ دھاگہ اس کے پاس رہا۔ اور اس کو چور لے گیا۔ جب جولاہے نے کہا کہ وہ دھاگہ چوری ہو گیا ہے۔ اس نے یقین نہ کیا اور اس سے اس کے عوض ایسا دھاگہ لیا جو اس دھاگے سے بہت باریک تھا۔ اور جولاہے نے یہ دھاگہ اس دھاگے کے ہم وزن دیا تھا۔ پھر اس کا کپڑا بنوا کر فروخت کیا اور یہ دو اشرفیاں اس کپڑے کی قیمت ہیں اور حرام ہیں۔ پس احمد نے جب وہ کیسہ کھولا اس میں سے دو اشرفیاں انہیں اوصاف و علامات کے ساتھ ظاہر ہوئیں۔ جیسا کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ پس احمد نے ان دونوں اشرفیوں کو باہر نکال لیا۔ اور باقی کو سپرد کر دیا۔ پھر دوسرا کیسہ باہر نکالا اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ یہ فلاں شخص کا مال ہے۔ جو کہ شہر قم کے فلاں محلہ میں رہتا ہے۔ اور اس میں پچاس اشرفیاں ہیں۔ مگر ہم ان کی طرف ہاتھ دراز نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ اس گندم کی قیمت ہے۔ جو کہ اس کے اور اس کے مزارعہ کے درمیان مشترک تھی۔ اس نے اپنا حصہ وزن میں زیادہ لیا۔ اور اس میں ان لوگوں کا مال شامل ہے۔ حضرت امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ اے فرزند تم نے راست کہا پھر احمد سے کہا کہ ان کیسوں کو اٹھا لے اور تاکید کی کہ ان کے مالکوں کو واپس کر دیں کہ ہم ان کو نہیں لیتے۔ اور یہ حرام ہیں۔ غرضیکہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے تمام کیسوں سے اس طرح حلال کو حرام سے علیحدہ کیا۔ پس جب سعد بن عبداللہ نے مسائل معلوم کرنے چاہے۔ حضرت امام حسن عسکریؑ نے فرمایا۔ جو کچھ تجھے منظور ہو میرے نور چشم سے معلوم کر لے۔ پس اس نے تمام مشکل مسائل دریافت کئے اور جواب شافی پائے۔ بلکہ بعض سوالات

کہ جن کو وہ بھول گیا تھا۔ حضرت نے یا علیؑ اس کو یاد دلا دیجئے۔ اور اُن کا جواب ارشاد فرمایا۔ اور یہ حدیث طولانی ہے۔ اور بس نے اس کو اپنی دوسری تمام کتابوں میں درج کیا ہے۔ کلینیؒ و ابن بابویہؒ وغیرہ نے بسند معتبر خاتم ہندی سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتا تھا کہ میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ کشمیر میں تھا۔ جو کہ ملک ہندوستان میں ہے۔ اور ہم چالیس آدمی تھے۔ اور اس ملک کے بادشاہ کے دائیں طرف کرسیوں پر بیٹھتے تھے۔ اور ہم سب نے توریت و انجیل و زبور و صحف ابراہیمؑ کو پڑھا تھا۔ اور لوگوں کے درمیان حکم کرتے اور اُن کو اپنے دین سے آگاہ کرتے۔ اور اُن کو فتوے دیتے تھے۔ اور تمام لوگ یعنی بادشاہ و رعیت ہماری طرف رجوع کرتے تھے۔ پس ایک روز ہم نے حضرت رسالتمآبؐ کا اسم مبارک ذکر کیا۔ اور کہا کہ یہ وہی پیغمبر ہیں کہ جن کا نام تمام کتب میں مذکور ہوا ہے۔ اور ان کا امر ہم سے مخفی تر ہے۔ کہ ہم پر واجب ہے۔ کہ اُن کے حالات کو تفحص کریں۔ اور اُن کے آثار کا سراغ لینے جائیں۔ پس ہر ایک کی رائے اس امر پر قرار پائی۔ کہ میں روانہ ہوں اور حضرتؐ کے احوال کی تجسس کروں۔ پس میں نے بہت سامال اپنے ہمراہ لے کر شہر سے نکلا۔ اور ایک سال تک ہر طرف پھرتا تا اینکہ کابل کے نزدیک پہنچا وہاں مجھے ترکوں کا ایک گروہ ملا۔ اور انہوں نے مجھے زخمی کر کے میرا مال چھین لیا۔ کابل کے حاکم کو جب یہ حال معلوم ہوا مجھے شہر بلخ میں بھیج دیا۔ اس وقت داؤد بن عباس والئ بلخ تھا۔ جب اس کو میری خبر ہوئی کہ میں دین حق کی تلاش میں ہند سے آیا ہوں۔ اور فارسی زبان سیکھ کر فقیہوں اور متکلموں سے مناظرہ و مباحثہ کیا ہے۔ مجھے اپنی مجلس میں بلایا۔ اور عالموں اور فقیہوں کو جمع کیا کہ میرے ساتھ گفتگو کریں۔ میں نے کہا میں اپنے شہر سے اس لئے باہر آیا ہوں کہ اس پیغمبرؐ کی تجسس و تلاش کروں۔ جس کے نام اور صفات کو دینی کتابوں میں پڑھا ہے۔ پوچھا اس کا کیا نام ہے۔ میں نے کہا محمدؐ۔ اُن لوگوں نے کہا کہ وہ ہمارے پیغمبر ہیں۔ جن کی کہ تجھے تلاش ہے۔ میں نے آنحضرتؐ کے شرائع دین اُن سے پوچھے اور انہوں نے بیان کئے۔ میں نے کہا کہ مجھے یقین ہے۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبر ہیں مگر یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ تم جس بزرگوار کو کہتے ہو وہی پیغمبر ہو۔ کہ جس کی مجھے تلاش ہے۔ پس یہ بتاؤ کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔ کہ میں اُن کے پاس جاؤں۔ اور اُن سے اُن علامتوں اور دلالتوں کا سوال کروں۔ جو کہ میرے پاس ہیں۔ اور جن کو میں نے کتابوں میں پڑھا ہے۔ اگر یہ پیغمبر وہی ہوں۔ کہ جن کی مجھے تلاش ہے۔ میں ان پر ایمان لاؤں گا۔ اُن لوگوں نے کہا۔ کہ حضرتؐ رحلت فرما چکے ہیں۔ میں نے پوچھا ان کے بعد ان کا خلیفہ اور وصی کون ہے۔ کہا حضرت ابوبکر۔ میں نے کہا اُس کا نام بتاؤ۔ کیونکہ یہ اُس کی کنیت ہے۔ کہا عبداللہ بن عثمان پھر اس کا نسب بیان کیا کہ قریش سے ہے۔ میں نے کہا اپنے پیغمبر کا نسب مجھ سے بیان کرو۔ جب اُس کو بیان کیا۔ میں نے کہا کہ یہ وہ پیغمبر نہیں ہے جس کی مجھے تلاش ہے۔ کیونکہ اُس کا خلیفہ تو وہ ہے۔ جو دین میں اُس کا بھائی اور نسب میں اُس کا چچیرا بھائی اور اُس کی دختر کا خاوند اور اُس کے فرزندوں کا باپ ہے

اور روئے زمین پر اس کا کوئی فرزند نہ ہے۔ سوائے اس شخص کے فرزندوں کے جو کہ اس کا خلیفہ ہے۔ پس جب میری یہ باتیں ان فقیہوں نے سنیں۔ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اے امیر یہ شخص شرک سے نکل کر کفر میں داخل ہوا ہے۔ اور اس کا خون حلال ہے۔ میں نے کہا اے قوم میں ایک دین رکھتا ہوں۔ جس سے کہ متمسک ہوں۔ اور اپنا دین نہ چھوڑوں گا۔ جب تک کہ کوئی دین اس دین سے بہتر و قوی تر نہ پاؤں جس کو کہ میں رکھتا ہوں میں نے اس پیغمبر کی صفتیں ان کتابوں میں پڑھی ہیں کہ جن کو حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر نازل کیا ہے۔ اور میں ملک ہند سے نکل کر اور اس عزت سے جو مجھے وہاں حاصل تھی۔ اس کو چھوڑ کر اس پیغمبر کی تلاش میں آیا ہوں جب میں نے تمہارے پیغمبر کا امر دریافت کیا تم نے جو کچھ بیان کیا وہ اس کے مطابق نہ ہے۔ کہ جس کو میں نے خدا کی کتابوں میں پڑھا ہے۔ تم لوگ مجھ سے دست بردار ہو۔ پس اس وقت والی بلخ نے کسی کو بھیج کر حسین بن الحکیب کو جو کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب سے تھا۔ طلب کیا اور اس سے کہا کہ اس شخص ہندی سے مباحثہ کر اس نے کہا کہ خدا تجھے شائستہ کرے۔ تیرے پاس بہت سے عالم و فقیہہ ہیں۔ اور وہ سب اس شخص سے مناظرہ کرنے کے لئے زیادہ تر علم و بصیرت رکھتے ہیں۔ والی بلخ نے کہا جب کہ میں کہتا ہوں اس کے ساتھ مناظرہ کر اور اس کو خلوت میں لے جا اور اس کے ساتھ نرمی و مدارا کر کے امر حق کو اچھی طرح دل نشیں کر دے۔ پس حسین بن الحکیب مجھے تنہائی میں لے گیا۔ اور میرا حال معلوم کرنے کے بعد میرے مطلب سے مطلع ہوا کہنے لگا کہ جس پیغمبر کی تجھے تلاش ہے۔ وہ یہی پیغمبر ہے۔ جیسا کہ ان لوگوں نے کہا۔ ولیکن ان کے خلیفہ کو غلط بیان کیا ہے۔ وہ پیغمبر حضرت محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں اور حضرت علیؑ بن ابی طالب بن عبدالمطلب ان کے وصی ہیں۔ اور وہی حضرت فاطمہؑ دختر محمد مصطفےٰ کے شوہر اور حسنؑ و حسینؑ کے باپ ہیں۔ جو کہ حضرت محمد مصطفےٰ پیغمبر اسلام کے نواسے ہیں۔ غانم کہتا ہے۔ اس وقت میں نے کہا کہ یہ وہی پیغمبر ہے۔ جس کی مجھے تلاش تھی۔ پس میں داؤد والی بلخ کے گھر گیا۔ اور کہا اے امیر میں نے اس کو پا لیا ہے۔ کہ جس کی میں تلاش میں تھا۔ اور میں اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله کہتا ہوں۔ پس والی بلخ نے میرے ساتھ بہت احسان و نیکی کی اور حسین سے کہا۔ کہ اس کے حال کی پرسش کر اور اس سے باخبر رہ اس کے بعد میں حسین کے گھر گیا۔ اور اس سے مانوس ہوا پھر جتنے مسئلے کہ مجھ کو ان کی احتیاج تھی۔ مثل نماز روزہ اور تمام فرائض کے مطابق مذہب شیعہ اس سے حاصل کئے۔ پھر میں نے حسین سے کہا۔ کہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے۔ کہ حضرت محمدؐ خاتم انبیاء ہیں۔ اور حضرتؐ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے۔ اور امر امامت حضرتؐ کے بعد آپؐ کے وصی و وارث و خلیفہ سے متعلق ہے۔ اور ہمیشہ اس کی اولاد و اعقاب میں امر خلافت جاری رہے گا۔ تا اینکہ دنیا منقضی ہو پس حضرت محمدؐ کے وصی کا وصی کون ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت امام حسنؑ اور ان کے بعد حضرت امام حسینؑ اور

یہ دونوں حضرت محمدؐ کے نور سے تھے۔ ان کے بعد ایک ایک امام کا نام حضرت صاحب الامر علیہ السلام تک لیا اور پھر حضرت عؑ کے غائب ہونے کی کیفیت بیان کی پس اس وقت میں نے یہ ارادہ کیا۔ کہ حضرت کے ناحیہ مقدسہ کی تلاش کروں۔ شائد کہ حضرتؑ کی خدمت میں پہنچوں۔ راوی بیان کرتا ہے۔ کہ پس غانم شہر قم میں آیا۔ اور ہمارے اصحاب کی صحبت میں ۲۶۴ھ میں رہا پھر ہمارے اصحاب کے ہمراہ بغداد چلا گیا۔ اور اس کے ہمراہ ایک رفیق اہل سندھ سے تھا جو کہ بتحقیق مذہب حق میں اس کا رفیق ہوا تھا غانم کہتا ہے کہ اس رفیق کے بعض اخلاق مجھے پسند نہ آئے۔ اس لئے اس سے جدا ہوا اور بغداد سے روانہ ہو کر سامرہ پہنچا۔ وہاں مسجد بنی عباس یا قریۂ عباسیہ میں جا کر نماز پڑھی۔ اور اس امر میں متفکر و حیران تھا۔ جس کی تلاش میں سعی کرتا تھا۔ کہ اچانک ایک شخص میرے پاس آیا۔ اور کہا کیا تمہارا فلاں نام ہے۔ اور میرا وہ نام بتایا۔ جو کہ میں ہند میں رکھتا تھا۔ اور کسی کو اس کا علم نہ تھا۔ میں نے کہا ہاں پس اس نے کہا اپنے مولا کے پاس چل کہ تجھکو طلب فرماتے ہیں۔ پس میں اس کے ساتھ روانہ ہوا اور وہ مجھ کو ایسے راستوں سے لے گیا جو کہ معروف و مانوس نہ تھے۔ تا اینکہ ایک گھر اور باغ میں داخل ہوا وہاں میں نے اپنے مولا کو دیکھا کہ تشریف رکھتے ہیں پس آپ نے بزبان ہندی فرمایا۔ کہ اے فلاں تو بہت خوش و بہتر آیا۔ تیرا کیا حال ہے۔ اور تو نے فلاں فلاں لوگوں کو کس حال میں چھوڑا ہے۔ اور ان چالیس لوگوں کے نام لئے جو میرے رفیق تھے اور ہر ایک کا حال پوچھا اور پھر وہ سب کچھ بیان کیا جو مجھ پر گزرا تھا۔ اور یہ تمام گفتگو زبان ہندی میں فرماتے تھے۔ اور اس کے بعد فرمایا کیا تو اہل قم کے ساتھ حج کو جانا چاہتا ہے۔ میں نے کہا اے میرے سید و سردار ہاں میں جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس سال ان کے ساتھ حج کو نہ جا بلکہ پھر جا اور آئندہ سال حج کو جانا۔ پھر آپؑ نے اپنے پاس رکھی ایک اشرفیوں کی تھیلی میری طرف پھینکی اور فرمایا کہ اس کو اپنے مصرف میں لا اور بغداد میں فلاں شخص کے گھر نہ جا۔ اور اس کو کسی امر سے مطلع نہ کر راوی کا بیان ہے۔ کہ غانم پھر آیا۔ اور حج کو نہ گیا۔ بعد اس کے قاصدوں نے آکر بیان کیا کہ اس سال تمام حاجی عقبہ سے پھر آئے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ حضرتؑ نے اسی لئے غانم کو اس سال حج کو جانے سے منع فرمایا تھا۔ پس غانم خراسان کی طرف گیا اور دوسرے سال حج کو جا کر پھر خراسان میں آیا۔ اور وہاں سے ہمارے لئے ہدیہ و تحفہ بھیجا۔ اور خراسان میں ایک مدت رہا تا اینکہ برحمت خدا واصل ہوا۔

اور قطب راوندی نے جعفر بن محمد بن قولویہ استاد شیخ مفید سے روایت کی ہے۔ کہ جب قرامطہ یعنی ملاحدہ نے کعبہ کو خراب کیا۔ اور حجر الاسود کو کوفہ میں لا کر مسجد کوفہ میں نصب کیا۔ ۳۳۷ھ میں کہ غیبت کبریٰ تھی لوگوں نے حجر الاسود کو کعبہ کی طرف پھیر لانا چاہا کہ اس کی جگہ پر نصب کریں۔ میں نے حضرت صاحب العصرؑ کی ملازمت حاصل کرنے کی امید میں اس سال حج کا ارادہ کیا۔ کیونکہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ کہ حجر الاسود کو معصوم اور امام زمانؑ کے سوا اور کوئی شخص نصب نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ حضرت رسالتمآبؐ کی بعثت سے پہلے جبکہ سیلاب نے خانہ

کعبہ کو نصب کیا تھا۔ اور حضرت رسالتمآب صلعم نے حجر الاسود کو نصب کیا تھا۔ اور حجاج کے زمانہ میں جبکہ خانہ کعبہ کو عبداللہ بن زبیر کے بالائے سر خراب کیا۔ اور پھر چاہا کہ اُس کی تعمیر کریں۔ اُس وقت حجر الاسود کو جو شخص بھی اُس کے مقام میں رکھتا تھا۔ حجر الاسود کانپتا تھا۔ اور وہاں قیام نہ کرتا تھا۔ آخرکار حضرت زین العابدین علیہ السلام نے اُس کو اُس کے مقام پر نصب فرمایا۔ اُس وقت وہ اپنے مقام پر ٹھہرا۔ اسی لئے میں اس سال حج کرنے روانہ ہوا۔ اور جب بغداد پہنچا وہاں مجھے ایسی سخت بیماری لاحق ہوئی۔ کہ مجھے جان کا خوف پیدا ہوا۔ اور حج کو نہ جا سکا پس میں نے ایک شخص شیعہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ کہ نام جس کا ابن ہشام تھا۔ اور حضرت عم کی خدمت میں ایک عریضہ لکھ کر اُس کے لفافہ پر مہر کی اور میں نے اُس عریضہ میں دریافت کیا تھا کہ میری عمر کتنے برس ہے۔ اور میں اس مرض سے صحت پاؤں گا کہ نہیں اور میں نے ابن ہشام سے کہا تھا کہ بڑا مقصد یہ ہے۔ کہ تو یہ رقعہ اُس کے ہاتھ میں دینا جو کہ حجر الاسود کو اُس کے مقام میں نصب کرے۔ اور اس کا جواب اُس سے لینا۔ اور میں تجھے اسی کام کے لئے روانہ کرتا ہوں۔ ابن ہشام کہتا ہے۔ کہ جب میں مکہ میں داخل ہوا کعبہ کے خادموں کو تھوڑے درہم و دینار دیئے۔ کہ حجر الاسود نصب کرنے کے وقت میری حمایت کریں۔ کہ میں اچھی طرح دیکھ سکوں۔ کہ کون شخص حجر الاسود کو اس کے مقام پر نصب کرتا ہے۔ اور لوگوں کا اژدحام میرے دیکھنے کا مانع نہ ہو۔ اور جب لوگ حجر الاسود کو اس کے مقام پر نصب کرنے لگے۔ خادموں نے مجھے اپنے درمیان لیا اور میری حمایت کی اور میں دیکھتا تھا۔ کہ جو کوئی حجر الاسود کو نصب کرتا تھا حجر الاسود حرکت کرتا اور اپنے مقام پر نہ ٹھہرتا تھا۔ ناگاہ ایک نوجوان خوش رو اور خوشبو اور خوش خو کہ رنگ جس کا گندم گوں تھا۔ ظاہر ہوا اور حجر الاسود کو اپنے دست مبارک سے اس کے مقام پر نصب کیا پس اس وقت وہ قائم ہوا۔ اور پھر حرکت نہ کی۔ یہ حال دیکھ کر لوگوں میں غل ہوا اور سبھوں نے آوازیں بلند کیں۔ وہ جوان وہاں سے روانہ ہوا اور مسجد سے باہر نکلا میں بھی بسرعت اس کے پیچھے روانہ ہوا اور لوگوں کو اپنے دائیں بائیں سے ہٹاتا ہوا دوڑتا تھا۔ لوگوں نے گمان کیا کہ میں دیوانہ ہو گیا ہوں۔ اور اُس جوان کی طرف سے میں اپنی نظر نہ پھیرتا تھا۔ کہ مبادا میری نظر سے اوجھل ہو جائے۔ تا اینکہ وہ جوان لوگوں کے اژدحام سے باہر نکلا۔ اور وہ نہایت آہستہ اور اطمینان کے ساتھ جاتا تھا۔ اور میں ہر چند دوڑتا تھا۔ مگر اُس تک نہ پہنچتا تھا۔ جب میں ایسے مقام پر پہنچا کہ اُس کے اور میرے درمیان اور کوئی شخص نہ تھا۔ پس وہ میری طرف متوجہ ہوا اور فرمایا جو چیز کہ تیرے پاس ہے مجھے دے۔ میں نے وہ رقعہ اُن کو دے دیا۔ اُس نے رقعہ کھولے بغیر ہی فرمایا۔ کہ جس نے تجھے یہ رقعہ دیا ہے اُس کو کہہ دینا کہ اس بیماری میں تجھے کوئی خوف نہ ہے۔ اور تو صحت پائے گا۔ اور تیری اجل تیس برس بعد آئے گی۔ میں نے جب یہ حالت دیکھی اور ان کا یہ کلام سُنا مجھ پر اس قدر خوف عظیم مستولی ہوا کہ میں حرکت نہ کر سکا۔ پس ابن قولویہ کو جب یہ خبر پہنچی اس کا اعتقاد اور زیادہ ہوا اور وہ ۳۶۷ھ تک زندہ رہا۔ اور اس سال اُس کو تھوڑی بیماری آئی۔ اُس نے وصیت کی

اور سامان سفر آخرت یعنی کفن و حنوط وغیرہ مہیا کیا۔ اور ان امور میں نہایت اہتمام کرتا تھا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تو کوئی سخت بیمار نہیں ہے۔ پھر اس قدر تعجیل و اضطراب کرنے کی کیا وجہ ہے۔ جواب دیا یہ وہی برس ہے جس کا وعدہ میرے مولا نے کیا ہے۔ پس اُس مرض میں اُس نے رحلت کی۔ و نِعۡمَةُ اللّٰهِ يَجۡعَلُوا لَيۡهِ إِلَّا بِجَوَارِ فِي دَارِ الۡقَرَارِ۔ سید علی بن طاؤس نے روایت کی ہے۔ کہ میں ماہ ذی القعدہ شب سیزدہم ۶۳۸ھ کی صبح کو سامرہ میں تھا۔ کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی آواز سنی کہ شیعان زندہ و مردہ کے لئے دعا فرماتے تھے۔ اور منجملہ دعائے آنحضرتؑ کے یہ کلمات بھی تھے۔ کہ ان کو زندہ کر یا باقی رکھ کہ ہماری عزت اور ہماری بادشاہی اور ہمارے ملک اور ہماری دولت میں اور احمد بن فارس سے شیخ ابن بابویہ نے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتا تھا کہ میں شہر ہمدان میں وارد ہوا اور وہاں کے تمام رہنے والوں کو سُنی پایا سوائے ایک محلے کے جس کو بنی راشد کہتے تھے۔ کہ اس محلے کے تمام لوگ شیعہ و امامیہ مذہب رکھتے تھے میں نے اُن لوگوں سے شیعہ مذہب رکھنے کا سبب پوچھا۔ پس اُن میں سے ایک مرد پیر نے جس سے صلاح و دیانت کے آثار ظاہر تھے۔ بیان کیا کہ ہمارے شیعہ ہونے کا سبب یہ ہے۔ کہ ہمارا جد اعلیٰ جس کے ساتھ ہم منسوب ہیں حج کو گیا تھا وہ کہتا تھا کہ میں وقت مراجعت پیدل آتا تھا۔ کئی منزلیں طے کرنے کے بعد ایک دن میں اتنا تھک گیا کہ قافلہ میں سو گیا۔ کہ جب آخری قافلہ یہاں پہنچے گا۔ بیدار ہوں گا۔ مگر میں سونے کے بعد بیدار نہ ہوا تا اینکہ گرمی آفتاب نے مجھے بیدار کیا قافلہ وہاں سے گزر چکا تھا۔ اور راستہ معلوم نہ ہوتا تھا۔ پس خدا پر بھروسہ کر کے روانہ ہوا اور تھوڑی راہ طے کرنے کے بعد ایک صحرا میں پہنچا جو کہ نہایت سبز و شاداب اور لالہ و گل سے بھرا ہوا تھا۔ اور میں نے کبھی ایسا مقام نہ دیکھا تھا۔ جب اُس باغ میں داخل ہوا ایک قصر بہت بلند نظر آیا میں اُس قصر کی طرف روانہ ہوا اور جب قصر کے دروازہ پر پہنچا دیکھا کہ دو خادم برنگ سفید وہاں بیٹھے ہیں۔ میں نے سلام کیا اور انہوں نے بہت اچھی طرح سلام کا جواب دیا اور کہا کہ بیٹھ جا خدا نے ایک خیر عظیم کا تیری نسبت ارادہ کیا ہے۔ جو اس مقام تک تجھے لایا ہے۔ پھر اس قصر میں ایک خادم داخل ہوا اور کچھ دیر بعد باہر نکل کر مجھے کہا کہ اندر آ پس جب میں اندر گیا۔ ایک ایسا قصر دیکھا کہ اُس کی مثل کوئی نیک و بہتر کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ خادم آگے گیا اور گھر پر جو پردہ پڑا تھا اُسے اٹھایا اور کہا داخل ہو پس جب میں داخل ہوا ایک جوان کو گھر میں بیٹھے دیکھا اور ایک لمبی تلوار اُس کے سر کے مقابل چھت سے لٹک رہی ہے۔ اور قریب ہے۔ کہ تلوار کی نوک اس کے سر سے چھو جائے۔ اور وہ جوان ایک ایسے چاند کی مانند تھا جو تاریکی میں درخشاں ہو میں نے سلام کیا اس نے نہایت لطف و مہربانی و خوش زبانی سے جواب سلام دیا پھر کہا کہ تو جانتا ہے میں کون ہوں میں نے کہا نہیں ارشاد فرمایا کہ میں قائم آلِ محمدؐ ہوں۔ کہ اس تلوار سے زمانہ آخر میں خروج کروں گا۔ اور زمین کو عدالت و صداقت سے بھر دوں گا۔ بعد اس کے کہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔ یہ سنتے ہی میں منہ کے بل گر پڑا

اور زمین پر اپنا منہ ملنے لگا۔ آپؑ نے فرمایا۔ ایسا نہ کر اور سر اٹھا۔ تو فلاں شخص ہے۔ اور بلادِ جبال کے اُس شہر کا رہنے والا ہے۔ جس کو ہمدان کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ اے میرے آقا و مولا آپ نے سچ فرمایا۔ حضرتؑ نے کہا کیا تو چاہتا ہے۔ کہ اپنے اہل و عیال کی طرف پھر جاؤں۔ اور اس سعادت کی بشارت اُن کو دوں جو مجھے حاصل ہوئی ہے۔ حضرتؑ نے خادم کی طرف اشارہ کیا اور میرا ہاتھ تھام کر ایک کیسہ اشرفیوں کا مجھے دیا۔ پھر مجھے باغ سے باہر لا کر میرے ساتھ روانہ ہوا جب تھوڑی راہ طے کی عمارتیں اور درخت اور ایک مسجد کا منارہ نظر آیا۔ خادم نے پوچھا کیا تو اس شہر کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ میں نے کہا ہمارے شہر کے قریب ایک شہر ہے۔ جس کو اسد آباد کہتے ہیں۔ اس نے کہا یہ وہی شہر ہے اب تو بہ رشد و صلاح آگے روانہ ہو پس خادم یہ کہہ کر غائب ہو گیا اور میں اسد آباد میں داخل ہوا اور اُس کیسہ میں چالیس یا پچاس اشرفیاں تھیں۔ بعد اس کے ہمدان میں پہنچا۔ اور اپنے اہل و عیال و عزیز و اقارب کو جمع کیا اور ان کو اس سعادت کی بشارت دی جو حقتعالیٰ نے مجھے عنایت فرمائی تھی۔ اور ہم لوگ ہمیشہ خیر و نعمت میں رہیں جب تک کہ وہ اشرفیاں ہمارے درمیان رہیں۔ اور شیخ صدوقؒ و طوسیؒ و طبرسیؒ وغیرہ نے لبندہائے صحیح محمد ابن ابراہیم بن مہزیار سے اور بعضوں نے علی بن ابراہیم بن مہزیار سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے بیس حج اس ارادہ سے کئے کہ شاید کبھی حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی زیارت نصیب ہو۔ مگر یہ امر میسر نہ ہوا پس ایک رات میں اپنے بستر پر محو خواب تھا۔ کہ اچانک ایک آواز سُنی کہ کوئی کہتا ہے اے فرزند مہزیار اس سال حج کو آ کہ امام زمانہ کی خدمت میں پہنچے گا۔ پس میں بہت خوش حال اور فرحناک بیدار ہوا اور عبادت میں مشغول رہا تا اینکہ صبح طالع ہوئی۔ اُس وقت میں نے نماز صبح ادا کی اور رفیق تلاش کرنے کی غرض سے باہر نکلا۔ اور پھر کئی رفیق بہم پہنچا کر روانہ ہوا۔ جب کوفہ پہنچا وہاں بہت تجسس و تلاش کی۔ مگر آنحضرتؑ کا کوئی نشان و سراغ نہ پایا۔ پس اپنے رفیقوں کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوا اور مدینہ طیبہ میں داخل ہو کر وہاں بھی آنحضرتؑ کی بہت تجسس و تلاش کی مگر کوئی خبر نہ مل سکی۔ وہاں سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور بہت تلاش کی مگر کچھ حاصل نہ ہوا اور میں ہمیشہ اُمید و نا اُمید کے درمیان متردد و متفکر رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک رات مسجد الحرام میں اس امر کا انتظار کرتا تھا کہ مکہ معظمہ میں خلوت و تنہائی ہو اور میں طواف میں مشغول ہو کر حقتعالیٰ سے تضرع و زاری سوال کروں۔ کہ مجھ کو میرے کعبۂ مقصود کی طرف رہنمائی کرے پس جب خلوت ہوئی اور میں طواف میں مشغول ہوا ناگاہ ایک جوان ملیح کو طواف میں دیکھا جو کہ نہایت خوش رو و خوشبو تھا اور وہ دو بُرد یمنی پہنے ہوئے تھا۔ ایک بُرد کو کمر سے باندھے تھا اور دوسرے کو دوش پر ڈال کر اس کا کنارہ دوسرے دوش پر پھیر دیا تھا۔ پس جب میں اُس کے قریب پہنچا وہ میری طرف ملتفت ہوا اور فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تو کس شہر کا رہنے والا ہے۔ میں نے کہا اہواز کا پوچھا کیا تو ابن الخصیب کو پہچانتا ہے۔ میں نے کہا اُس نے رحلت کی

اور بہ رحمت الٰہی واصل ہوا۔ اُس جوان نے فرمایا خدا اُس پر رحمت نازل کرے۔ وہ دنوں کو روزہ رکھتا اور راتوں کو عبادت کرتا تھا۔ اور تلاوت قرآن پاک بہت کرتا تھا۔ اور وہ ہمارے شیعوں اور موالیوں سے تھا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ آیا تو علی بن مہزیار کو پہچانتا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ علی بن مہزیار میں ہوں۔ فرمایا اے ابوالحسن تیرا آنا بہت نیک و بہتر ہوا ہے۔ پھر پوچھا کہ تو نے اس علامت کو کیا کیا جو کہ تیرے اور امام حسن عسکریؑ کے درمیان تھی۔ میں نے کہا کہ میرے پاس ہے۔ ارشاد فرمایا۔ اس کو مجھے دکھا پس میں نے وہ نیک و بہتر انگوٹھی نکال کہ جس پر محمدؐ علیؑ نقش تھا اور بروایت دیگر یا اللہ یا محمدؐ یا علیؑ نقش تھا۔ جب اس نوجوان کی نظر اس انگوٹھی پر پڑی۔ اس قدر گریہ کیا کہ پاس تر ہو گیا پھر فرمایا اے ابو محمدؑ آپ پر خدا تعالیٰ رحمت فرمائے۔ آپ امام عادل اور اماموں کے فرزند اور امام کے باپ تھے۔ خدا تعالیٰ آپ کے آبائے طاہرین کے ساتھ آپ کو فردوس اعلیٰ میں ساکن کرے پھر مجھ سے پوچھا کہ تو حج کے بعد کیا مطلب و مقصد رکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند گرامی کی تلاش ہے۔ اس نے کہا تجھے تیرا مطلب حاصل ہوا اُس بزرگوار نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے۔ اب تو اپنی منزل و مقام کی طرف جا اور سفر کی تیاری کر اور اس حال کو مخفی رکھ اور جب ایک ثلث رات گزرے۔ شعب بن عامر کی طرف آ۔ کہ وہاں اپنے مطلب کو پائے گا۔ ابن مہزیار کہتا ہے۔ کہ میں اپنے گھر کی طرف پھر گیا۔ اور اسی فکر و اندیشہ میں تھا تا اینکہ ایک ثلث رات گزری پس اس وقت میں شعب کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اُس جوان کو دیکھا۔ جب اس جوان کی نظر مجھ پر پڑی کہا تو بہت نیک و بہتر آیا اور تیرا حال بہت نیک و بہتر ہے۔ کہ تجھے ملازمت کی اجازت دی ہے۔ پس میں اُس کے ہمراہ روانہ ہوا تا اینکہ منیٰ اور عرفات سے گزر کر عقبہ طائف کے نیچے پہنچے اُس جوان نے کہا اے ابوالحسن اب نماز کے لئے آمادہ ہو پس میں نے اُس کے ساتھ نماز نافلۂ شب پڑھی جب صبح ہوئی۔ اُس نے نماز صبح کو مختصر ادا کر کے سلام پھیرا۔ اور نماز کے بعد سجدہ کر کے اپنا منہ خاک پر ملا۔ بعد اس کے وہ سوار ہوا اور میں بھی سوار ہوا تا اینکہ ہم دونوں بالائے عقبہ پہنچے وہاں پہنچ کر اُس نے کہا دیکھ کوئی چیز نظر آتی ہے۔ پس میں نے ایک خیمہ بالوں سے بنا دیکھا کہ جس کے نور نے آسمان اور اُس وادی کو منور کر رکھا تھا۔ اُس نے کہا تیری آنکھیں روشن ہوں۔ کہ تمام آرزوؤں کا منتہا وہیں ہے۔ جب ہم عقبہ سے اترے اُس نے کہا کہ اپنے مرکب سے نیچے اتر کیونکہ ہر ایک صعب یہاں ذلیل ہوتا ہے۔ جب میں اپنے مرکب سے نیچے اترا اس نے کہا کہ اونٹ کی مہار چھوڑ دے اور اس کو رہا کر دے۔ میں نے کہا ناقہ کو کس پر چھوڑ دوں۔ جواب دیا کہ یہ وہ حرم ہے۔ جہاں ولی خدا کے سوا اور کوئی داخل نہیں ہوتا اور نہ ہی جہاں سے کوئی باہر نکلتا ہے۔ مگر ولی خدا۔ پس میں اس جوان کے ہمراہ رہا۔ تا اینکہ اس خیمہ مطہر و منور تک پہنچا۔ پس اُس جوان نے کہا تو یہاں ٹھہر جا کہ تیرے لئے اجازت حاصل کروں۔ پھر تھوڑی دیر بعد باہر آیا کہنے لگا کہ

خوش نصیب ہے کہ تجھے اجازت دی ہے۔ پس جب میں اُس خیمہ میں داخل ہوا آنحضرتؑ کو دیکھا کہ مسند پر بیٹھے ہیں اور ایک نطع برنگ سُرخ اُس مسند پر بچھی ہے۔ اور آنحضرتؑ ایک کھال کے تکیہ پر ٹیکا دیئے ہیں۔ میں نے سلام کیا اور حضرتؑ نے میرے سلام سے بہتر جواب سلام دیا۔ میں نے ایک چہرہ نورانی مانند چودھویں رات کے چاند کے دیکھا کہ طیش و سفاہت سے مبرا تھا۔ نہ بہت بلند نہ کوتاہ بلکہ تھوڑا مائل بطول پیشانی کشادہ۔ ابرو کھنچے ہوئے باریک اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔ دونوں آنکھیں سیاہ اور کشادہ ناک دراز دونوں رخسار ہموار تھے۔ اور نہایت حسن و جمال رکھتے تھے۔ اور داہنے رخسار پر ایک تل تھا۔ مثل اس دانہ مشک کے جو کہ صفحہ نقرہ پر گرا ہو موئے عنبر بوئے نہایت سیاہ اور سر سے کان کی لو تک لٹکی ہوئی پیشانی نورانی سے مثل ستارہ درخشاں کے نور ساطع تھا۔ اور آنحضرتؑ نہایت سکینہ و وقار اور حسن و حیا رکھتے تھے۔ پس آنحضرتؑ نے ایک ایک شیعہ کا حال دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ لوگ دولت بنی عباس میں نہایت مشقت و ذلت و خواری کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک روز آئے گا کہ تم لوگ اس گروہ کے مالک ہو گے۔ اور یہ لوگ تمہارے ہاتھوں میں ذلیل و خوار رہیں گے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تیرے پدر بزرگوار نے مجھ سے یہ عہد لیا ہے۔ کہ میں زمین پر ساکن نہ ہوں۔ مگر ایسی جگہ جو کہ تمام مقاموں سے پنہاں تر اور دور تر ہو کہ اہل ضلالت و دشمن دین جاہل کے مکر و کید سے محفوظ رہوں۔ تا وقتیکہ حق تعالیٰ مجھے ظاہر ہونے کی اجازت دے اور مجھ سے فرمایا کہ اے فرزند حق تعالیٰ اہل بلاد اور اصناف عباد کو ایسی حجت و امام سے خالی نہیں رکھتا تمام لوگ جس کی پیروی کریں اور اُس کے سبب خلائق پر حجت خدا تمام ہو۔ اے فرزند گرامی تم وہ ہو کہ حقتعالیٰ نے تم کو امر حق منتشر کرنے اور مار باطل و اعدائے دین کو زائل و برطرف کر دینے اور نائرہ اہل ضلالت کو بجھا دینے کے لئے مہیا و آمادہ کیا ہے۔ پس تم زمین کے ایسے مقاموں کو اختیار کرو جو کہ پنہاں ہوں۔ اور ظالموں کے شہروں سے دور ہوں۔ تنہائی کے سبب تم کو کوئی وحشت نہ ہو گی۔ اور آگاہ ہو کہ تمہاری طرف اہل طاعت و اخلاص کے دل مائل ہوں گے مثل ان طائروں کے جو کہ اپنے آشیانوں کی طرف پرواز کریں۔ اور یہ ایسے چند گروہ ہیں۔ جو کہ ظاہر میں مخالفوں کے ہاتھ ذلیل و خوار ہیں۔ مگر حقتعالیٰ کے نزدیک نہایت عزیز و گرامی ہیں اور یہ اہل قناعت ہیں۔ اور دامن متابعت اہلبیت سے دین کو استنباط کرتے اور دشمنان دین سے مجاہدہ و حجت میں مصروف رہتے ہیں۔ اور حقتعالیٰ نے اس امر کے ساتھ اُن کو مخصوص کیا ہے۔ کہ ان ذلتوں پر صبر کریں۔ جو اُن کو دشمنان دین کے ہاتھوں پہنچتی ہیں۔ تا اینکہ آخرت میں عزت ابدی سے فائز ہوں۔ اے فرزند تم اپنے امور کے مصادر و موارد پر صبر کرو تا اینکہ حقتعالیٰ تمہاری دولت کا اسباب مہیا کرے۔ اور علم ہائے زرد اور رایت ہائے سفید حطیم و زمزم کے درمیان تمہارے سر پر جولاں کریں۔ اور فوج فوج اہل اخلاص و صفا حجر الاسود کے قریب تمہاری طرف آئیں۔ اور حوالی حجر الاسود میں تمہاری بیعت کریں۔ اور یہ لوگ وہ گروہ ہوں گے۔ جن کی طینت نفاق کی آلودگی اور دل نجاست شقاق سے پاک ہونگے۔

اور ان کی طبیعت امورِ دین قبول کرنے میں نرم اور گمراہوں کے فتنہ وفساد دفع کرنے میں سخت ہوگی۔ اس وقت دین وملت کا باغ باثمر ہوگا۔ اور صبحِ حق طالع و درخشاں ہوگی۔ اور تمہارے سبب حقتعالیٰ ظلم وطغیانی کو زمین سے زائل و برطرف کردے گا۔ اور اطرافِ جہاں میں امن وامان ظاہر ہوگا۔ شرائع دینِ مبین کے مرغانِ رمیدہ اپنے آشیانوں کی طرف پھر آئیں گے۔ اور بارانِ فتح وظفر دین وملت کے باغوں کو سرسبز وشاداب کرے گا اس کے بعد آنحضرتؑ نے فرمایا کہ تجھے لازم ہے۔ کہ اس مجلس میں جو کچھ گزرا ہے۔ اس کو پنہاں رکھے۔ اور ظاہر نہ کرے مگر ان لوگوں سے جو کہ صاحبانِ صدق ووفا اور امانت ہوں۔ ابن مہزیار کہتا ہے کہ میں کئی دن تک آنحضرتؑ کی خدمت میں رہا۔ اور اپنے مسائلِ مشکلہ کو آپؑ سے دریافت کیا ازاں بعد آپؑ نے مجھے رخصت دی کہ اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤں۔ میرے پاس پچاس ہزار سے زیادہ درہم تھے۔ پس وداع ہونے کے وقت اُن کو حضرتؑ کی خدمت میں بطریقِ ہدیہ لے گیا۔ اور قبول فرمانے کے لئے بہت التماس کیا۔ آنحضرتؑ نے بعد تبسم ارشاد فرمایا۔ کہ اس مال سے اپنے وطن کی طرف مراجعت کرنے میں مدد طلب کر کہ راہ دور ودراز درپیش ہے۔ ازاں بعد میرے لئے بہت دعا فرمائی۔ اور میں نے وہاں سے مراجعت کی اس باب میں حکایات واخبار بہت وارد ہوئی ہیں اور یہ مختصر رسالہ اُن کے ذکر کی گنجائش نہ رکھتا ہے۔

ابن بابویہؒ نے محمد بن ابی عبداللہ کوفی سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے اس گروہ کی تعداد کا احصار کیا ہے۔ جو کہ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ منجملہ وکیلوں کے اور نیز اور لوگوں کے اور حضرتؑ کے معجزوں کو بھی مشاہدہ کیا ہے اور وہ لوگ یہ ہیں۔ عثمان بن سعید عمروی۔ اور اس کا بیٹا محمد حاجز۔ بلالی۔ عطار۔ اہل کوفہ سے عاصمی۔ اہواز سے ابراہیم بن مہزیار۔ اہل قم سے احمد بن اسحاق۔ اہل ہمدان سے محمد بن صالح۔ اہل رے سے بسامی۔ محمد بن ابی عبداللہ اسدی۔ اہل آذربائیجان سے قاسم بن علا۔ نیشاپور سے محمد بن شاذان۔ یہ سب وکلا تھے۔ اور وکلا کے سوا اور جو لوگ کہ حضرتؑ کی خدمت سے مشرف ہوئے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ ابوالقاسم بن ابی حابس۔ ابو عبداللہ کندی۔ ابو عبداللہ جنیدی ہارون قزاز ونیلی۔ ابوالقاسم بن دبیس۔ ابو عبداللہ بن فروخ۔ مسرور طباخ آزاد کردہ حضرت امام علی نقیؑ۔ احمد بن حسن۔ اور اس کا بھائی محمد۔ اسحاق کاتب بنی نوبخت سے۔ صاحب بریسین ۱۔ صاحب صرہ سر مہر اور ہمدان سے محمد بن کشمرد۔ جعفر بن حمدان محمد بن ہارون بن عمران اور دینور سے حسن بن ہارون۔ اور اس کا بھتیجا احمد۔ ابوالحسن۔ اصفہان سے ابن بادشالہ۔ ضیمرہ سے زیدان۔ قم سے حسن بن نضر۔ محمد بن محمد علی بن محمد بن اسحاق اور اس کا باپ۔ حسن بن یعقوب اہل رے سے قاسم بن موسیٰ اور اس کا فرزند۔ ابو محمد بن ہارون صاحب سنگریزہ۔ علی بن محمد۔ محمد بن محمد کلینی۔ ابو جعفر رفوگر۔ قزوین سے مرداس۔ علی بن احمد۔ فابس سے دو شخص۔ شہر زور سے ابن خال۔ فارس۔

مجروح ۔ مروسے صاحب ہزار دینار وصاحب مال، ورقہ سنبلہ ابو ثابت نیشاپور سے محمد بن شعیب بن صالح ۔ یمن سے فضل بن یزید ۔ اور اس کا فرزند حسن ۔ جعفری ابن الاعجمی ۔ شمشاطی ۔ مصر سے صاحب مولودین وصاحب مال ۔ مکہ معظمہ سے ابو رجا ۔ نصیبین سے محمد بن وجنا ۔ اہواز سے حصینی ۔ اور معجزات کی کتابوں میں جو لوگ مذکور ہیں ۔ وہ ستر شخصوں سے زیادہ ہیں ۔ اور جس خبر کو کہ جماعت مختلف کے اس قدر لوگ نقل کریں ۔ البتہ وہ متواتر بالمعنی ہے ۔ شیخ ابن بابویہؒ نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے ۔ کہ ہمارے قائمؑ کے لئے ایک غیبت ہوگی ۔ اور وہ غیبت بہت طویل ہوگی ۔ میں نے عرض کیا ۔ اے فرزند رسولؐ خدا کس لئے ۔ فرمایا ۔ کہ حق تعالیٰ تمام انبیاؑ کی غیبتوں کی سنت اس امت میں ضرور جاری کرے گا ۔ اس لئے ضرور ہے ۔ کہ حضرت صاحب الامر جمیع انبیاء کی غیبتوں کی مدت پوری کریں ۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۔ یعنی اگلے لوگوں کی سنتوں کی مرتکب ہوگی ۔ جیسا کہ واقع ہوئی ہیں ۔ ایضاً عبداللہ بن فضل سے روایت کی ہے ۔ کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے ۔ کہ البتہ اس امر کے صاحب کے لئے ایک ایسی غیبت ہوگی ۔ کہ ہر ایک سست ایمان شک کرے گا ۔ میں نے عرض کیا ۔ کہ کس لئے آپؑ نے ارشاد فرمایا ۔ کہ ہمیں اجازت نہیں دی ہے ۔ کہ ہم اس کی علت وسبب کو بیان کریں ۔ پس میں نے عرض کیا کہ آنحضرتؑ کی غیبت میں کیا حکمت ہے ۔ ارشاد فرمایا وہی حکمت جو کہ اگلے پیغمبروں اور ان کے اوصیاء کی غیبت میں تھی ۔ اور وہ حکمت معلوم نہیں ہوتی ۔ مگر حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے ظاہر ہونے کے بعد جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کرنے اور لڑکے کو قتل کرنے اور دیوار اٹھانے کی حکمت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بیان نہیں کی ۔ مگر ایک دوسرے سے جدا ہونے کے بعد اے فرزند مفضل یہ ایک امر امور غریبہ سے ہے ۔ اور اسرار خدا سے ایک سر ہے اور غیبت ہائے خدا سے ایک غیبت ہے ۔ اور ہم کو جب یہ معلوم ہو چکا کہ حق تعالیٰ حکیم ہے ۔ پس لازم وضرور ہے کہ ہم اس کی تصدیق کریں ۔ کہ اس کے تمام کام حکمت پر مشتمل ہیں ۔ اگرچہ ہم کو اس کی وجہ معلوم نہ ہو ۔ یعقوب کلینی نے روایت کی ہے ۔ کہ اسحاق بن یعقوب نے خدمت حضرت صاحب الامر علیہ السلام میں ایک عریضہ لکھا اور محمد بن عثمان کو دیا اور انہوں نے حضرتؑ کی خدمت میں بھیجا اور اس عریضہ میں علت غیبت سے اور نیز اس امر سے سوال کیا تھا کہ لوگ حالت غیبت میں حضرتؑ سے کیا نفع حاصل کرتے ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا لیکن علت غیبت ۔ پس حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ یعنی اے وہ گروہ جو کہ ایمان لائے ہو ایسی چیز کا سوال نہ کرو ۔ کہ اگر وہ چیز تم پر ظاہر ہو تم آزردہ ہو گے ۔ بدرستیکہ میرے آبائے طاہرینؑ میں سے کوئی شخص نہ تھا مگر یہ کہ اس کی گردن پر اس خلیفہ ظالم کی بیعت واقع ہوئی ہو ۔ جو کہ اس زمانہ میں تھا اور میں اس وقت خروج کروں گا جب کسی ظالم اور غاصب خلافت کی بیعت میری گردن پر نہ ہو ۔ و لیکن میری غیبت میں مجھ سے لوگوں کے نفع حاصل

کرنے کی وجہ جو تو نے دریافت کی ہے پس یہ آفتاب سے نفع حاصل کرنے کی مانند ہے۔ جبکہ آفتاب کو ابر نے آنکھوں سے پوشیدہ کر دیا ہو۔ بلا شبہ میں اہل زمین کے لئے سبب عذاب الٰہی سے امان کا باعث ہوں۔ جیسا کہ ستارے اہل آسمان کے لئے امان کا باعث ہیں پس ایسی چیزوں سے سوال کرنے کا دروازہ بند کر دو۔ جو کہ تم کو نفع نہیں پہنچاتیں۔ اور اس امر کی تکلیف نہ کرو۔ کہ جس کے جاننے کی تکلیف تم کو نہیں دی ہے۔ بلکہ دعا کرو کہ ہم اہلبیتؑ کو حقتعالیٰ بہت جلد فرج عطا کرے۔ کہ تمہارا فرج بھی اسی میں ہے۔ اور تجھ پر اور اس شخص پر خدا کا سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اور بسند معتبر جابر انصاریؓ سے ابن بابویہؒ نے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے حضرت رسالتمآبؐ سے سوال کیا۔ کہ کیا حضرت قائم علیہ السلام سے اُس کے زمانۂ غیبت میں بھی شیعوں کو نفع حاصل ہوگا۔ ارشاد فرمایا ہاں بحق اُس خدا کے جس نے مجھے برسالت بھیجا ہے۔ کہ قائم علیہ السلام سے نفع حاصل کریں گے۔ اور اُس کے زمانۂ غیبت میں اُس کی ولایت کے نور سے روشنی پائیں گے۔ جیسا کہ لوگ آفتاب سے نفع پاتے ہیں۔ اگرچہ ابر نے آفتاب کو پوشیدہ کر دیا ہو۔ اس مقام پر مولفؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس آفتاب کی تشبیہ سے جو کہ زیر ابر پنہاں ہو کئی چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔ پہلی اخبار معتبرہ سے ثابت ہے کہ ان بزرگواروں کی برکت سے نور وجود اور علم و ہدایت اور تمام فیوض و کمالات و خیرات خلائق کو پہنچتے ہیں اور اُن ہی کی برکت و شفاعت و توسل سے شیعوں کے حقائق و معارف ظاہر اور بلائیں اور فتنے ان سے دفع ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حقتعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ۔ اور حضرت رسولِ خدا سے خاصہ و عامہ نے روایت کی ہے فرماتے تھے۔ کہ میری اہلبیتؑ اہل زمین کے امان ہیں۔ جیسا کہ ستارے اہل آسمان کے امان ہیں۔ اور جس شخص کا دیدۂ دل کچھ تھوڑے نور ایمان سے بھی منور ہوا ہو۔ وہ اس امر سے آگاہ ہے۔ کہ جب کسی شخص پر وسعت و فرج کے دروازے بند ہو جائیں۔ اور وہ اپنے کام کا چارہ نہ جانتا ہو۔ یا کوئی مطلب دقیق اور مسئلہ مشکل اُس پر مشتبہ ہو جائے۔ پس ایسی حالت میں ان بزرگواروں کے ارواح مقدسہ سے متوسل ہوتا ہے۔ اور بقدر توسل کے رحمت و ہدایت کے دروازے اس کے لئے ضرور مفتوح ہوتے ہیں۔ دوسری جس طرح کہ آفتاب جس وقت ابر میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ باوجودیکہ لوگ اُس کے نور سے آناً فاناً نفع حاصل کرتے ہیں۔ مگر ابر کے ہٹنے اور دور ہو جانے کا منتظر رہتے ہیں۔ اسی طرح ایام غیبت میں شیعیان مخلص ہمیشہ وسعت و فرج کے منتظر ہیں۔ اور ناامید نہیں ہوتے اور اس کی وجہ سے ثواب عظیم حاصل کرتے ہیں۔ تیسری۔ حضرت صاحب العصر علیہ السلام کے وجود کا منکر باوجود ساطع ہوتے انوار ظہور و آثار آنحضرتؑ کے مثل منکر آفتاب کے ہے۔ جب کہ وہ ابر میں پوشیدہ ہو۔ چوتھی۔ جس طرح کہ آفتاب کا ابر میں پوشیدہ ہونا کبھی خلائق کے لئے اصلح ہوتا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ کبھی حضرتؑ کی غیبت بھی شیعوں کے لئے باوجودیکہ حضرتؑ کے آثار سے نفع حاصل کریں۔ حضرتؑ کے

ظہور سے اصلح ہوا بوجوہ کثیرہ جن کا ذکر طول کلام کا باعث ہے۔ پانچویں۔ قرص آفتاب کا دیکھنا بہت سی آنکھوں کے لئے ممکن نہیں ہوگا۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ دیکھنے والے کی آنکھیں کور ہونے کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح آفتاب جمال آنحضرتؑ کا دیکھنا اکثر اوقات لوگوں کے کوریٔ بصیرت کا باعث ہوتا ہے۔ جیسا کہ پیغمبروں کے مبعوث ہونے سے پہلے اکثر لوگ ان پر ایمان لاتے تھے۔ اور مبعوث ہونے کے بعد اپنی اغراض فاسدہ کے سبب انکار کرتے تھے۔ مثل یہودان مدینہ کے۔ اور بعید نہیں ہے۔ کہ اکثر شیعوں کا حال اس زمانۂ غیبت میں اسی طرح ہو۔ چھٹی۔ اور ابر کے دن بعض لوگ آفتاب کو شگاف ابر سے دیکھتے ہیں۔ جبکہ بعض لوگ نہیں دیکھتے اسی طرح ایام غیبت میں بھی ممکن ہے۔ کہ شیعوں میں سے بعض لوگ حضرتؑ کی خدمت سے مشرف ہوں۔ اور بعض نہ ہوں جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ حضرت قائم علیہ السلام کی دو غیبتیں ہوں گی۔ ایک کوتاہ اور دوسری دراز۔ پہلی غیبت میں حضرتؑ کے مقام کو شیعیان خاص جانیں گے جبکہ دوسری غیبت میں حضرتؑ کے محل و مکان کو سوائے مخصوصان و موالیان آنحضرتؑ کے دوسرے نہ جانیں گے۔ اور بروایت دیگر کہ آنحضرتؑ کی خدمت میں آپ کے مخصوصوں سے تیس شخص رہیں گے یعنی اُن میں سے جب ایک شخص فوت ہوگا دوسرا شخص اُس کی جگہ آئے گا۔ ساتویں۔ آنحضرتؑ اور آبائے طاہرینؑ آنحضرتؑ عموم نفع میں مثل آفتاب کے ہیں۔ اور اندھوں کے سوا اور کوئی شخص ان بزرگواروں کے نفع سے بے بہرہ نہیں ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے ان کور باطنوں کے حق میں فرمایا ہے۔ مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا۔ ان وجہوں کے سوا اور بہت سی وجہیں بھی ہیں۔ مگر اس مختصر رسالہ میں ان کے ذکر کی گنجائش نہ ہے۔ اور وجود حضرت قائمؑ پر دلائل واضحہ اور احادیث متواترہ قائم ہونے کے بعد محض طول حیات آنحضرتؑ کے استبعاد کے سبب آنحضرتؑ کا انکار کرنا بے اصل و ناروا ہے۔ باوجودیکہ تمام عامہ مثل اسی کے وجود حضرت خضر علیہ السلام کے قائل ہیں۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کو ہزار سال سے زیادہ جانتے ہیں۔ بلکہ روایات مشہورہ کے مطابق اڑھائی ہزار برس تھی۔ اسی طرح لقمان بن عاد کی عمر کو تین ہزار برس کے جانتے ہیں۔ اور دجال بن صاید کی عمر کو حضرت رسالتمآبؐ کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے تک جانتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے حضرت مہدی علیہ السلام کے ظاہر ہونے تک قائل ہیں پس کیا استبعاد رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ حضرت مہدی علیہ السلام کو مدت دراز تک باقی رکھے۔ اور جس وقت ان کے خروج میں مصلحت جانے ان کے خروج کا حکم دے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام غائب کے وجود کا فائدہ کیا ہے؟ پس ایسے لوگوں کا سوال بے جا ہے۔ کیونکہ روایات مسلمۂ فریقین کے مطابق جبکہ اگلے پیغمبروں کے لئے بہت طولانی غیبتیں واقع ہوئی ہیں۔ اور حضرت رسول خدا مدتوں تک شعب ابی طالبؑ اور طائف اور غار میں جانب مدینہ

ہجرت کرنے تک اکثر لوگوں سے پوشیدہ و پنہاں رہے ہوں۔ پس جو فائدہ کہ اُن تمام پیغمبروں کے وجود غیبت میں تھا وہی حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی غیبت میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور اگر اس کے سوا اور کوئی فائدہ نہ ہو کہ شیعوں کو امامت و وجود آنحضرت کا اعتقاد رکھنے اور ظہور آنحضرتؑ کے منتظر رہنے کے سبب بے انتہا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ یہی کافی ہے جب کہ منقول ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ کونسا عمل حقتعالیٰ کے نزدیک تمام عملوں سے محبوب تر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انتظار فرج اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ بارہویں امام کی غیبت بہت دراز ہوگی۔ اور جو لوگ اُن کی غیبت کے زمانہ میں اُن کی امامت کے قائل اور اور اُن کے ظہور کے منتظر ہوں گے۔ وہ ہر ایک زمانہ کے لوگوں سے بہتر ہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے ان لوگوں کو اس قدر عقل و فہم و معرفت عطا فرمائی ہے۔ کہ ان کے نزدیک وہ غیبت مثل مشاہدہ ہے۔ اور خدا نے اس گروہ کو اس زمانہ میں مثل اس جماعت کے قرار دیا ہے۔ جو کہ حضرت رسولِ خدا کے سامنے تلوار سے جہاد کریں۔ اور بحق ورحقتی وہی لوگ ہمارے شیعہ و مخلص اور خلائق کو ظاہر و پنہاں دینِ خدا کی طرف طلب کرنے والے ہیں اور فرمایا ہے۔ کہ فرج کے منتظر رہنا تمام فرجوں سے بزرگ تر ہے۔ نیز آنحضرتؑ سے منقول ہے۔ کہ حضرت قائمؑ کی غیبت میں جو شخص ہماری ولایت پر ثابت رہے گا۔ حق تعالیٰ اُس کو بدر و اُحد کے ہزار شہیدوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ اور بسند معتبر حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے۔ کہ جو حضرت قائم علیہ السلام کا انتظار کرے۔ اور وہ اُسی حال میں فوت ہو جائے وہ مثل اس شخص کے ہے جو کہ حضرت قائم علیہ السلام کے خیمہ میں آنحضرتؑ کے ہمراہ ہو۔ بلکہ مثل اس شخص کے ہے جو کہ آنحضرتؑ کے سامنے تلوار مارے اور جہاد کرے بلکہ مثل اُس شخص کے ہے جو کہ حضرت رسالتمآبؐ کی خدمت میں شہید ہوا ہو اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ لوگوں کے لئے وہ زمانہ بھی آئے گا کہ اُن کا امام ان سے غائب ہو جائے گا پس خوشحال ان لوگوں کا جو کہ اس زمانہ میں ہمارے امر پر ثابت رہیں۔ اور ان کا کم سے کم ثواب یہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ ان کو ندا دے گا۔ اے میرے بندو تم نے میرے سر پر ایمان لائے اور میری غیبت کی تصدیق کی پس میری طرف سے تم کو ثواب نیک و بہتر کی بشارت ہو۔ تم وہ میرے بندہ و کنیز ہو۔ کہ میں فقط تم سے عبادت کو قبول کرتا ہوں اور تمہارے گناہوں کو بخش دیتا ہوں۔ نہ کہ تمہارے سوا اور لوگوں کے گناہوں کو۔ میں تم کو بخش دیتا ہوں۔ اور پس۔ میں اپنے بندوں کے لئے تمہاری برکت سے پانی برساتا ہوں۔ اور اُن سے تمہارے سبب بلاؤں کو دفع کرتا ہوں۔ اگر تم نہ ہوتے ان پر میں اپنا عذاب نازل کرتا۔ راوی نے پوچھا اے فرزند رسولؐ اس زمانہ میں لوگوں کا سب سے بہتر کام کون سا ہے۔ فرمایا اپنی زبان روکنا اپنے گھروں میں رہنا۔ اور اس باب میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ بے شمار ہیں۔ اور یہ امر کہاں سے ثابت و معلوم ہے۔ کہ آنحضرتؑ کا نفع ظاہراً لوگوں کو نہیں پہنچتا۔

یا یہ حیثیت کہ لوگ آنحضرت کو نہ پہچانیں۔ جیسا کہ روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؑ ہر سال حج کیلئے تشریف لاتے ہیں۔ اور لوگوں کو پہچانتے ہیں۔ مگر لوگ انہیں نہیں پہچانتے۔ اور جب آپ ظاہر ہوں گے اکثر لوگ کہیں گے کہ ہم آنحضرتؑ کو دیکھتے تھے۔ مگر پہچانتے نہ تھے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ اس امر کا صاحبؑ حضرت یوسفؑ کا شبیہ ہے۔ یہ اہلسنت اس امر کا انکار کیوں کرتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ کے بھائی عاقل و دانشمند اور پیغمبروں کے اسباط تھے۔ اور یہ سب حضرت یوسفؑ کے پاس گئے۔ اور ان سے کلام اور سودا و معاملہ کیا۔ بھائی ہونے کے باوجود ان کو نہ پہچانا۔ تا اینکہ انہوں نے خود بتایا کہ میں یوسفؑ ہوں۔ پس اس امت حیران کو اس امر میں کیا انکار ہے۔ کہ حقتعالیٰ کو کسی وقت یہ منظور ہو۔ کہ اپنی حجت کو ان سے پوشیدہ رکھے۔ اور وہ ان کے درمیان تردد کرے اور ان کے بازاروں میں راہ چلے اور ان کے فرشوں پر قدم رکھے۔ مگر یہ لوگ اس کو نہ پہچانیں۔ تا اینکہ حق تعالیٰ اس کو اجازت دے۔ کہ وہ خود ان کو اپنے سے آگاہ کرے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اجازت دی تھی۔ کہ خود سے اپنے بھائیوں کو آگاہ کرے۔ اور متکلمین کہتے ہیں۔ کہ حقتعالیٰ پر اپنی حجت نصب و معین کرنا واجب ہے۔ کیونکہ لطف اس پر واجب ہے۔ پس اگر اس حجت کو ڈرائیں اور وہ غائب ہو جائے۔ ایسی صورت میں لوگوں کی تقصیر کیا ہے۔ اور خدا کی حجت ان پر تمام ہوگی۔ اور اس بارے میں جن لوگوں نے کوئی تقصیر و کوتاہی نہیں کی ہے۔ ان کو ثواب عظیم ملے گا۔ خصوصاً جبکہ حضرت ائمہ طاہرینؑ کی برکت سے ان بزرگواروں کے آثار منتشر ہو رہے ہیں اور دین کے مسائل شیعوں سے بیان فرمائے ہوں۔ اور فقیہوں کو اور اپنے اخبار کے راویوں کو لوگوں کے دین کا ہادی مقرر کیا ہو۔ اور لوگوں کو مسائل دین میں ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہو۔ پس ایسی حالت میں ان بزرگواروں کے ایام غیبت میں شیعوں کو بہت حیرت و وحشت نہ ہوگی۔ جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ حقتعالیٰ نے ہر زمانہ میں احادیث اہلبیتؑ کے چند راویان عادل کو مقرر کیا ہے۔ جو امر دین سے غالیوں کی تحریف کو اور اہل بدعت کے مذاہب باطلہ اپنے ساتھ منسوب کرنے کو اور جاہلوں کی تاویل بیان کرنے کو دور کرتے ہیں۔ نیز شیعوں کے پاس حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے فرمان اور توقیعات پہنچتے ہیں۔ کہ ہمارے زمانہ غیبت میں ہماری احادیث کے راویوں کی طرف رجوع کرو۔ کہ تم پر یہی لوگ میری حجت ہیں۔ اور میں ان پر خدا کی حجت ہوں۔ اور امامت آنحضرتؑ کے باب میں چند دلائل و نصوص کہ ہم نے بیان کئے ہیں۔ وہ ان چیزوں کے محتاج نہیں ہیں۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔

ختم شد ترجمہ حق الیقین حصہ ۲

یہ کتاب اور ہماری دیگر مطبوعات ملنے کا پتہ

کراچی: میسرز رحمت اللہ بک ایجنسی ۱۳۵ موتی مارکیٹ ایم اے جناح روڈ کراچی

محفوظ بک ایجنسی امام بارگاہ مارٹن روڈ کراچی ۵ لاہور:- افتخار بکڈپو مین بازار اسلام پورہ لاہور

تاریخ اعثم کوفی خلافتِ عثمان

تاریخ اعثم کوفی جو کہ مذہب اہلسنت والجماعت کی مشہور و معروف تاریخ کی کتاب ہے اس کے مشہور و مقبول ہونے کا ایک سب سے بڑا سبب اس کتاب میں مخالفین کے مورخ مشہور کے قلم سے خلافتِ عثمان کے اُن حالات و واقعات کا درج کیا جانا ہے کہ جنکو اکثر علما اہلسنت والجماعت اپنی اپنی تصانیف میں درج کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔ لہٰذا مومنین کرام کے بے حد اصرار پر ہم نے اس تاریخی کتاب سے خلافت عثمان کے مکمل باب کا ترجمہ مع حواشی موسوم بہ

تاریخ اعثم کوفی خلافتِ عثمان شائع کیا ہے

ترجمہ و حواشی کے فرائض جناب سید زاہد حسین کاظمی نے سرانجام دیئے ہیں یہ قابل قدر تحفہ آج ہی طلب فرمائیے کیونکہ یہ حضرت عثمان کے پُر آشوب دورِ خلافت پر ایک قدیم نادر تاریخی دستاویز ہے اور یہ کہ حضرت رسالت مآبؐ کی رحلت کے صرف ۲۵ برس بعد ہی حضرت عثمان کس طرح دن دہاڑے شہید کر دیئے گئے امتِ مسلمہ کو کن کن مصائب کا شکار بننا پڑا۔ اس صورت حال کے محرکات کیا تھے۔ اس کا پس منظر کیا تھا علاوہ ازیں عہد عثمان کی فتوحات اور بنی امیہ کا خلافت پر غلبہ و تسلط وغیرہ واقعات نہایت تفصیل سے قلمبند ہیں۔ قیمت صرف ۳/- روپے علاوہ محصول ڈاک

